انسائیکلوپیڈیا — ۱

# فقہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ



ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
ظہران یونیورسٹی، سعودی عرب

ادارہ معارف اسلامی
منصورہ ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ

جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے
اُسے دین میں تفقّہ عطا فرما دیتا ہے ـــــــ

انسائیکلوپیڈیا — ۱

# فقہ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
پروفیسر یونیورسٹی آف پٹرولیم و معدنیات
ظہران، سعودی عرب

اردو ترجمہ: مولانا عبدالقیوم

ادارۂ معارفِ اسلامی
منصورہ ○ لاہور

نام کتاب : فقہ حضرت ابو بکرؓ

مصنف : ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی

اردو ترجمہ : مولانا عبدالقیوم

ناشر : ادارہ معارف اسلامی منصورہ - لاہور

طابع : رشید احمد چودھری، مکتبہ جدید پریس - لاہور

کمپیوٹر کمپوزنگ : مکتبہ جدید پریس - لاہور

قیمت : روپے

بار اول : ۱۰۰۰ ; نومبر ۱۹۸۹ء





تقسیم کنندہ :
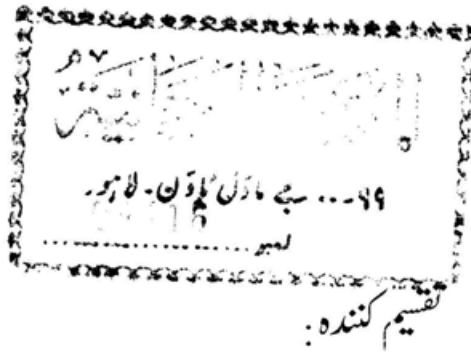
المنار بک سنٹر،
منصورہ ــ ملتان روڈ - لاہور ۵۴۵۷۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تقدیم

دور قدیم میں اہل علم نے مختلف موضوعات پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ فقہ و حدیث اور فلسفہ و تاریخ اور طب و حکمت میں سے کوئی ایسا عنوان نہیں ہے جس پر ہمیں قدیم علمی سرمائے میں انفرادی کاوشوں کے حیرت انگیز مجموعے نہ ملتے ہوں۔ مثلاً امام سرخسی کی عظیم الشان کتاب المبسوط بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اسلامی فقہ کا مکمل مجموعہ ہے۔ القلقشندی کی تالیف صبح الاعشیٰ متعدد علوم و معارف کا اہم خزانہ ہے۔ موجودہ اصطلاح میں آپ اسے انسائیکلوپیڈیا نہ بھی کہیں تو بھی اپنی جامعیت اور وسعت کے لحاظ سے اس سے ضرورت وہی پوری ہوتی ہے جو آج کے دور میں انسائیکلوپیڈیا پوری کرتے ہیں۔ تراجم و رجال کے موضوعات پر محدثین و ناقدین نے کئی کئی جلدوں پر مشتمل جو کتابیں تیار کی ہیں اس طرح کی کتابیں شاید کسی اور قوم کی تاریخ میں نہ ملتی ہوں۔ دور حاضر میں بھی بعض کوششیں بڑی قابل قدر ہیں۔ فرید وجدی کی اسلامی انسائیکلوپیڈیا نے تو بڑی داد حاصل کی ہے۔ اسی طرح خیرالدین زرکلی کی الاعلام بھی پینتیس حصوں پر مشتمل اہم تاریخی شخصیات کا بڑی حد تک مکمل ذخیرہ کہی جا سکتی ہے۔

عہد حاضر میں ایک طویل عرصہ تک تو مسلمان، ماسوائے چند انفرادی کوششوں کے جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے، غیر مسلموں کے تیار کردہ انسائیکلوپیڈیا پر بھروسہ کرتے رہے۔ ان میں نہ صرف تاریخی لحاظ سے دانستہ یا نادانستہ مغالطہ انگیزی کی گئی، بلکہ مذہبی و فکری لحاظ سے اسلامی تہذیب و تمدن پر جگہ جگہ داغ لگائے گئے۔ اب کچھ عرصہ سے حالات و ضروریات کے دباؤ کے تحت چند مسلمان مفکرین اور بعض اسلامی ادارے انسائیکلوپیڈیا کی

تدوین کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اردن میں رائل اکیڈیمی برائے تحقیقات اسلامی نے موسوعہ حضارۃ الاسلامیہ (انسائیکلوپیڈیا تہذیب اسلامی) کی تیاری شروع کر دی ہے۔ ریاض میں شاہ فیصل سنٹر برائے اسلامک سٹڈیز اپنی بھرپور توانائیوں اور جدید ترین وسائل کے ساتھ ایک اسلامی انسائیکلوپیڈیا مرتب کر رہا ہے۔ ہمارے دوست استاذ کنجی یکن (لبنان) نے تو اسلامی تحریکوں کی ایک مختصر انسائیکلوپیڈیا شائع بھی کر دی ہے۔ غرض اب مسلم مفکرین کو اس ضرورت کا احساس ہو رہا ہے۔

اسلامی فقہ کی انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کے لئے اب تک جو کاوشیں ہوئی ہیں وہ ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی نے ایک مضمون میں (جو انسائیکلوپیڈیا فقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقدمہ میں آپ دیکھ سکتے ہیں) تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں۔ اس وقت اس سلسلے میں سب سے بہتر اور تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے قابل اطمینان کام کویت کی وزارت اوقاف کے تحت ہو رہا ہے۔ الموسوعہ الفقیہ (فقہی انسائیکلوپیڈیا) کے نام سے اب تک اس کی پندرہ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالستار ابو غدہ جیسی فاضل شخصیتیں اس کام کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔

ہمارے شامی دوست ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی ایک اچھے مصنف کی حیثیت سے عالم عرب میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ تاریخ و سیاست ان کا میدان تحقیق تھا، مگر کچھ عرصہ سے انہوں نے فقہ اسلامی کو اپنا تدریسی اور تحقیقی شعار بنا لیا ہے اور اس میدان میں بھی انہوں نے خداداد قابلیت اور محنت کی بدولت گوئے سبقت حاصل کر لی ہے۔ اب تک وہ ہمارے علم کے مطابق چاروں خلفائے راشدین کی فقہ کے علاوہ نامور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور جلیل القدر فقیہ امام ابراہیم نخعی کی فقہ پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا مرتب کر چکے ہیں اور شاید وہ اس سلسلے کو دیگر ائمہ و فقہاء تک لے جائیں۔

اردو دان قارئین کے لئے ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے اس نہایت مفید اور ضروری کام کو ہم اردو کا جامہ پہنا رہے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا فقہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اردو لباس میں قارئین کرام کے سامنے ہے۔ اس کے ساتھ ہی انسائیکلوپیڈیا فقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، انسائیکلوپیڈیا فقہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، انسائیکلوپیڈیا، فقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور انسائیکلوپیڈیا فقہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہیں اور عین ممکن ہے کہ یہ پورا سیٹ قارئین کے ہاتھ میں یکجا آ جائے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ ہماری ان کوششوں سے اربابِ فقہ و اجتہاد اور اصحاب قانون و قضاء کے سامنے نظام شریعت کو سمجھنے کے لئے اور دور اول کے فکری و فقہی سرمائے سے آگاہ ہونے کے لئے نئے دروازے وا

ہوں گے۔ تحریک اسلامی، پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے لئے جو جدوجہد کر رہی ہے اس کے نتیجے میں فقہ و شریعت کا موضوع نہایت اہمیت اختیار کر گیا ہے، اسی اہمیت کو پیش نظر رکھ کر ہم نے اس عظیم کام کا آغاز کیا ہے۔ اس موضوع پر ہم انشاء اللہ ہر مفید کاوش منصۂ شہود پر لاتے رہیں گے۔

سلسلہ انسائیکلوپیڈیا (ماسوائے فقہ عمر و فقہ عثمان رضی اللہ عنہما) کے مترجم مولانا عبدالقیوم صاحب (فیصل آباد) کے ہم شکر گزار ہیں کہ انہوں نے بڑی یکسوئی، محنت اور تیز رفتاری سے ترجمے کا کام سرانجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و فضل اور قوت و توانائی میں مزید اضافہ فرمائے۔ اسی طرح میں اپنے رفقائے ادارہ مولانا شبیر احمد صاحب، چوہدری محمد رفیق صاحب اور پروفیسر الیف الدین ترابی صاحب کا خاص طور پر شکر گزار ہوں کہ ان حضرات نے ان تراجم پر دقت ریزی سے نظر ثانی کی، اور عزیزم محمد انور گوندل کی شب و روز کی مساعی سے اس سلسلہ الذہب کو طباعت کا آراستہ و پیراستہ جامہ نصیب ہوا۔ اللہ انہیں بھی اجر جزیل عطا فرمائے۔ وبیدہ التوفیق

خلیل احمد حامدی
ڈائریکٹر، ادارہ معارف اسلامی
منصورہ، لاہور

# کچھ مترجم کے اپنے الفاظ میں

حامداً و مصلیًا

اس عملی کتاب کے ترجمے میں جن امور کا خیال رکھا گیا ہے وہ مختصراً درج ذیل ہیں۔

۱) ہر زیر بحث لفظ کے لغوی معنیٰ کا ذکر اس لفظ کے ساتھ کر دیا ہے۔ جو کتاب میں نہیں ہے۔

۲) مصنف نے جو حوالے دیئے ہیں انہیں من و عن حاشئے میں درج کر دیا ہے۔

۳) اگر اصل متن میں کوئی اصطلاحی لفظ آ گیا ہے تو اس کی تشریح حاشئے میں کر دی ہے۔ تاکہ عام قاری کے لئے کوئی دقت نہ ہو۔

۴) مصنف کی طرز تحریر انسائیکلوپیڈیا کے انداز کی ہے. کتاب کی ابتداہی میں ایک مختصر حاشئے کے ذریعہ اس نکتہ کو عام قاری کے لئے واضح کر دیا گیا ہے۔

۵) مصنف نے متن میں الفاظ کے تحت اکثر حوالے دیئے ہیں۔ ترجمے میں بھی یہی طریقہ اپنایا گیا ہے۔

۶) اختلافی مسائل میں جہاں شدید ضرورت محسوس کی گئی مختصر حاشیہ لکھ دیا گیا ہے۔ ہر اختلافی مسئلے پر سیر حاصل بحث کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اصل کتاب کے متوازی ایک نئی کتاب وجود میں آ جاتی جس سے کتاب کے اصل مقصد کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہوتا۔

۷) دیباچے کے آخیر میں مصنف نے تشریح الرموز کے عنوان سے ان اختصارات کی تشریح کی ہے جو اس نے کتاب میں استعمال کی ہے۔ اس کا ترجمہ دانستہ طور پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ کیونکہ میرے خیال میں عام قاری کے لئے یہ چنداں مفید نہیں۔

۸) ترجمے میں حتی الامکان روانی اور سلاست کا خیال رکھا گیا ہے اور اپنی دانست میں اسے بڑا عام فہم بنا دیا گیا ہے۔

محمد عبدالقیوم غفرلہ
فیصل آباد۔ ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله نحمده ونستعينه ، ونستهديه ونستغفره ، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل فلن تجد له ولياً مرشداً

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نوعِ انسانی کے لئے راہنما اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔ آپ مکہ میں تیرہ برس تک لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے اور آپ پر قرآن کا نزول بھی جاری رہا۔ اگر ہم قرآن کریم کی ان آیات پر غور کریں۔ جو مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں تو ہمیں صاف نظر آئے گا کہ ان کا تعلق تصحیح عقیدہ، تربیت نفس، روح کی بالیدگی اور ان سے متعلقہ امور عملیہ سے تھا مثلاً حق پر ثابت قدم رہنا اور راہ حق میں پیش آنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر کرنا۔ والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصو بالصبر (قسم ہے زمانے کی، بیشک تمام انسان بڑے گھاٹے میں ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق پر ڈٹے رہنے کی تلقین کرتے رہے)

پھر آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تاکہ وہاں ایسی ہیئت حاکمہ قائم ہو جس کے ذریعے عقیدہ اسلامی کی حفاظت کی جا سکے اور احکام شریعت کی عملی طور پر تنفیذ ہو سکے۔ مدینہ منورہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسلامی نظام حکومت قائم کی۔ ان احکام کا نزول شروع ہو گیا جس نے انسانی زندگی کے پورے ڈھانچے کو اس کی جزئیات سمیت از سر نو منظم کیا جس میں حیات انسانی کے ہمہ جہتی تعلقات کی استواری شامل تھی یعنی ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ کیسا تعلق ہو اور فرد کا حکومت کے ساتھ اور حکومت کا دوسری حکومتوں کے ساتھ کیا رابطہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر احکام الٰہی کا نزول حسب ضرورت قرآنی آیات کی شکل میں ہوتا

رہا اور آپ منشائے الٰہی کے بموجب ان آیات کی خود تشریح فرماتے اور ان میں ایسے احکامات کا اضافہ بھی کرتے جو ان آیات کے دائرے میں آتے اور ان کا مقتضیٰ ہوتے۔

۲۔ ادھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ پر نازل ہونے والی ہر آیت اور آپ سے صادر ہونے والی ہر سنت کو پوری طرح ذہن نشین کرتے اور اپنے حافظے میں محفوظ کرتے چلے جاتے۔ صحابہ کرامؓ کی درج ذیل صفات اس عمل میں ان کی پوری طرح ممد و معاون ثابت ہوئیں۔

ا۔ قرآن اور صاحب قرآن کی زبان یعنی عربی زبان میں ان کی پختگی، اس کے قواعد و اسرار اور تعبیر کے طریقوں کی معرفت اور خدا داد فصاحت و بلاغت۔

ب۔ ان کی فطری زود فہمی جس میں ابھی تک تہذیب و تمدن کی جھوٹی چمک دمک نے کوئی بگاڑ پیدا نہیں کیا تھا اور جس کا سہارا لے کر کوئی غبی انسان اذکیاء کی صف میں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا کہ معاملات کو سلجھانے میں کبھی کامیاب ہو جاتا اور کبھی ٹھوکر کھاتا۔ بلکہ ان میں جو معاملہ فہم ہوتا وہ فطری طور پر ایسا ہوتا، اس میں بناوٹ کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ایسے ہی انسان کی معاملہ فہمی تیز ہوتی اور غلطیاں کم ہوتی ہیں۔

ج۔ دین کی زیادہ سے زیادہ سمجھ اور معرفت کے لئے ان کے دلوں میں سچی تڑپ کی موجودگی

د۔ اس معرفت کے حصول کے لئے ان کا بے مثال اخلاص

ھ۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک صحبت سے ان کی مسلسل فیض یابی جس کی وجہ سے وہ آپ کی ایک ایک ادا کو اسی طرح ذہن نشین کر لیتے جس طرح آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو اور آپ کی جنبش چشم و ابرو سے اسی طرح معانی و مطالب اخذ کر لیتے جس طرح آپ کے لبوں سے ادا ہونے والے جملوں سے۔

و۔ انوار نبوت کا مسلسل مشاہدہ۔ یہ مشاہدہ ایک ایسی روحانی کیفیت کا نام ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس کے اظہار کے لئے جو پیرایہ بیان بھی اختیار کیا جائے اس کا اثر انسانی طبیعت کی گہرائیوں تک پہنچتا ہے۔ جسے محسوس تو کیا جاتا ہے لیکن پوری طرح بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ز۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات اور قواعد و ضوابط و اصول اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت و سنت کی عملی زندگی میں مکمل تطبیق یہ چیز دین کے بارے میں علم کو نہ صرف جلا بخشتی ہے۔ بلکہ اسے راسخ بھی کر دیتی ہے اور اس کے لئے نئے نئے افق تلاش کر لیتی ہے۔ اور بعض اوقات حاصل شدہ معلومات مزید وضاحت کی متقاضی ہوتی ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں مزید وضاحت حاصل کرنے کی غرض سے اللہ کے رسولؐ سے رجوع کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس طریق کار سے بھی صحابہ کرامؓ کو دین کی سمجھ اور احکامات سے آگاہی میں مدد ملتی کہ آپ انہیں آیات قرآنی کے وہ معانی سمجھاتے جو وہاں مقصود ہوتے اور انہیں احکام الٰہی اور ان کے دور رس اثرات سے آگاہ کرتے، اس لئے تفہیم کا جو طریقہ آپ اختیار کرتے وہ کچھ اس طرح تھا۔

ا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب صحابہ کرام سے گفتگو فرماتے تو ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص حضورؐ کے کلمات کو گننا چاہتا تو آسانی سے گن سکتا تھا۔ گفتگو میں یہ ٹھہراؤ ماہرین تربیت کے نزدیک کلام کے معنی مراد کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور اس کے ذریعے ایک متوسط ذہن رکھنے والا انسان، بلکہ اس سے بھی کم ذہانت کا مالک آدمی بولنے والے کی بات کا منشا سمجھ سکتا ہے۔

ب۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کسی بات کو سامعین کے ذہنوں میں راسخ کرنا چاہتے تو اس بات کو دہراتے۔ مثلاً جب آپ نے قرآن مجید کی آیت تلاوت فرمائی (و اعدو الھم ما استطعتم من قوۃ الخ ۔۔ اور تم سے جہاں تک ہو سکے ان کافروں سے مقابلے کے لئے قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار کرو) تو آپ نے ارشاد فرمایا "آگاہ رہو کہ قوت سے مراد تیر اندازی ہے. قوت سے مراد تیر اندازی ہے. قوت سے مراد تیر اندازی ہے" اسی طرح جب آپ نے صحابہ کرام کے سامنے کبائر گناہوں کے نام گنوائے جن میں جھوٹی گواہی دینا بھی شامل ہے۔ تو آپ نے جھوٹی گواہی کی شناعت کو سامعین کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے بارہا فرمایا "آگاہ رہو جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی" یہاں تک کہ صحابہ کرام پر کپکپی طاری ہو گئی اور بعض نے تو اپنے دل میں کہا کہ

"کاش اب آپ خاموش ہو جاتے"

ج۔ اگر آپ صحابہ کرامؓ کے سامنے کوئی ایسی بات پیش کرتے جو غیر محسوس ہونے کی وجہ سے ذرا مشکل سے سمجھ میں آنے والی ہوتی تو آپ کسی اور محسوس چیز سے اس کی مثال دے کر سمجھنے میں آسانی پیدا کر دیتے مثلاً ایک دفعہ چاندنی رات میں صحابہ کرامؓ سے آپ نے فرمایا "تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو اسی طرح کھلم کھلا دیکھو گے جس طرح آج اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ کہ کوئی شخص کسی کی اوٹ میں نہیں ہے" (بلکہ ہر شخص چاند کا پوری طرح مشاہدہ کر رہا ہے)۔

د۔ بعض دفعہ تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم لکیروں اور شکلوں کے ذریعے اپنے قول کی وضاحت فرماتے۔ مثلاً ایک دفعہ آپ نے ریت پر ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا ہذہ سبیل اللہ (یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے)
پھر اس لکیر کے ساتھ کچھ ٹیڑھی لکیریں بھی اس شکل (⟵⟵⟵) کی کھینچیں اور فرمایا ہذہ سبیل الشیطان (یہ شیطانی راستے ہیں) پھر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی (و ان ہذا صراطی الخ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس پر چلو۔ اور دوسرے (ٹیڑھے میڑھے) راستوں پر نہ چلو کہ پھر سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ)
ایک بات صاف ظاہر ہے کہ جس مدرسے کے استاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہوں اور شاگرد صحابہ کرامؓ ہوں تو پھر وہاں مثالی قسم کی نسل پروان چڑھے گی ۔۔۔ ایسی نسل جس کی ساخت و پرداخت اور تعلیم و تربیت خود حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی ہو۔

۴۔ مندرجہ بالا بیان سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے کیوں نمونہ قرار دیا۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کو جنت کی بشارت کیوں دی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا (والسابقون الاولون .............. ذلک الفوز العظیم)
حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خیر الناس. (بہترین افراد انسانی) کا درجہ عطا فرمایا. چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ (خیر القرون قرنی الخ میرے

زمانے کے لوگ یعنی صحابہ کرام بہترین لوگ ہیں پھر ان کے بعد آنے والے اور پھر ان کے بعد آنے والے )

اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں نے روایت کیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ خیر الناس ہوں گے ان کی رہنمائی ہی اصل رہنمائی ہو گی اور ان کا راستہ ہی صحیح راستہ ہو گا۔ اور کسی مسلمان کے لئے یہ درست نہ ہو گا کہ ان کے راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے۔ خود صحابہ کرامؓ نے بھی اپنے بارے میں یہی کچھ سمجھا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک دفعہ فرمایا "جو شخص کسی کی پیروی کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی پیروی کرے۔ کیونکہ پوری امت میں ان کے دل سب سے زیادہ پاکیزہ، ان کا علم سب سے زیادہ گہرا، ان میں تکلف سب سے کم اور نیکی سب سے بڑھ کر ہے۔ اللہ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اشاعت کے لئے چن لیا تھا اس لئے ان کی اس برتری کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر گامزن رہو"

ایک دفعہ خوارج کی ایک جماعت ایک صحابی حضرت جندب بن عبداللہؓ کے پاس آئی ۔ یہ لوگ آپ سے کہنے لگے "ہم تمہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلاتے ہیں" حضرت جندبؓ نے حیرت سے کہا: "تم مجھے کتاب اللہ کی طرف بلاتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں" حضرت نے ان سے پھر یہی سوال کیا، انہوں نے جواب میں پھر ہاں کہا۔ اس پر حضرت جندب کو غصہ آ گیا اور فرمایا: "خبیثو! کیا تم ہمارے (یعنی صحابہ کرامؓ کے) راستے کو چھوڑ کر کسی اور جگہ ہدایت کے متلاشی ہو؟ اور کیا ہماری پیروی چھوڑ کر گمراہی اختیار کر رہے ہو؟ نکل جاؤ یہاں سے !!"

صحابہ کرامؓ کی حیثیت کے بارے میں حضرات تابعین نے بھی یہی کچھ سمجھا تھا۔ چنانچہ ابراہیم نخعی نے ایک دفعہ فرمایا: "کسی گروہ کے لئے گناہوں کا اتنا ہی بوجھ کافی ہے کہ اس کے اعمال صحابہ کرامؓ کے اعمال کے مخالف ہوں"

عامر شعبی کا قول ہے: "سلف یعنی صحابہ کرامؓ کے اعمال و افعال کو اختیار کرو چاہے تمام لوگ تم سے منہ موڑ لیں اور لوگوں کی آراء و اقوال کی متابعت سے بچتے رہو خواہ وہ اپنی آراء کو تمہارے سامنے انتہائی خوش نما بنا کر پیش کریں" ان کا یہ بھی قول ہے: "صحابہ کرامؓ کی طرف سے جو

باتیں لوگ تم تک پہنچائیں انہیں اختیار کر لو اور جو باتیں وہ اپنی رائے سے کہیں، انہیں کوڑے کرکٹ میں پھینک دو"

صحابہ کرامؓ کے بارے میں ائمہ مجتہدین کا بھی یہی نقطہ نظر تھا۔ امام اوزاعی نے ایک دفعہ فرمایا:
"سنت یعنی صحابہ کرامؓ کے راستے پر ڈٹے رہو اور جہاں وہ ٹھہر جائیں تم بھی وہیں ٹھہر جاؤ اور جس طرف تمہارے سلف صالحین یعنی صحابہ کرامؓ چل پڑیں تم بھی چل پڑو کیونکہ اس راہ میں تمہارے لئے بھی وہ گنجائشیں ہیں جو ان کے لئے تھیں۔ جس بات کے وہ قائل ہوں تم بھی اس کے قائل ہو جاؤ اور جس چیز سے وہ رکیں اس سے تم بھی رک جاؤ۔ اور اگر تمہارے موجودہ طریق کار میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ صرف تمہارے ساتھ مخصوص نہ ہوتی بلکہ تمہارے اسلاف یعنی صحابہ کرام بھی اس بھلائی میں حصہ دار ہوتے کیونکہ تمہارے اندر تو کوئی ایسی خصوصیت نہیں کہ جس کی بناء پر کوئی نیکی صحابہ کرامؓ کی نظروں سے پوشیدہ رہے اور پھر تمہیں حاصل ہو جائے. اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر اپنا نبی مبعوث فرمایا اور انہیں اپنے نبی کی رفاقت سے فیض یاب فرمایا اور قرآن میں ان کی اس طرح توصیف کی (محمد رسول اللہ الخ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں یعنی صحابہ کرامؓ وہ کفار کے مقابلے میں بڑے ہی سخت لیکن آپس میں بڑے رحیم ہیں)

۵۔ اسی لئے شریعت اور اس کے احکامات کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے دائرہ فکر و فہم سے باہر جانا بدعت کہلاتا ہے جو کسی طرح بھی جائز نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے ائمہ کرام نے اس کی تصریح کی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر یہ آزاد روی تسلیم کر لی جائے۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ کا حکم ایک زمانے تک بندوں کی نظروں سے پوشیدہ رہا۔ کسی کو بھی اس کا پتہ نہ چلا اور پھر بعد میں آنے والوں نے اس کا انکشاف کیا۔ اس سے نہ صرف اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کا ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے بلکہ دین اسلام کی تکمیلی حیثیت بھی مجروح ہوتی ہے۔ امام جصاص رازیؒ نے فرمایا:
جب کوئی حکم سلف صالحین اور فقہاء کی نظروں سے پوشیدہ ہو تو ہم یہ سمجھ لیتے کہ یہ حکم مقصود ہی نہیں ہے۔ (احکام القرآن جلد ۳. ص ۱۰)

اس لئے اگر صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف رائے پایا جائے تو اللہ کا حکم لازمی طور پر ان میں سے کسی ایک کے قول میں موجود ہو گا۔ ان سے باہر نہیں ہو گا۔ اب یہ ایک مجتہد کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ اپنے علم و فہم سے کام لے کر اللہ کے اس حکم کو ان کے اقوال میں تلاش کرے۔ مجتہد اپنی

اس کاوش میں چاہے کامیاب ہو یا ناکام وہ بہرحال اجر و ثواب کا مستحق ہو گا۔

سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ( "میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے پرودگار سے اپنے صحابہؓ کے اختلاف کے بارے میں پوچھا جو میرے بعد پیدا ہونے والا تھا تو وحی آئی: "اے محمد! میرے نزدیک تمہارے صحابہ کی وہی حیثیت ہے جو آسمان میں ستاروں کی ہے۔ اگرچہ بعض ستارے بعض سے بڑے ہیں لیکن روشنی ہر ایک میں ہے۔ اس لئے جو شخص بھی ان کے اختلاف رائے کی صورت میں کسی ایک کا بھی دامن تھام لے گا وہ ہدایت پا جائے گا" ) سیوطیؒ نے یہ روایت جامع صغیر میں نقل کی ہے۔ اور الابانہ میں اس روایت کو سجزی سے منسوب کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے: ( میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں. تم جس کسی کی بھی پیروی کر لو گے ہدایت پا جاؤ گے. جامع بیان العلم صفحہ ۹۱ جلد دوم ) یہ دونوں حدیثیں اگرچہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں لیکن اور بھی ایسے شواہد موجود ہیں جن سے ان کی صحت کو تقویت ملتی ہے۔

اگر صحابہ کرامؓ کے اختلاف کی شکل اس طرح ہو کہ خلفائے راشدین ایک طرف ہوں تو ان کے قول کو اختیار کرنا دوسری جانب کے قول کو اختیار کرنے سے بہتر ہو گا۔ امام ترمذیؒ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ "تم میری سنت اور میرے بعد میرے خلفائے راشدینؓ کی سنت پر چلو. اس سے چمٹے رہو اور پوری مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اور دین میں نئی نئی باتیں تراشنے سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

اگر خلفائے راشدین کی آراء میں اختلاف ہو اور اکثریت ایک طرف ہو تو اکثریت کی رائے کو اختیار کر لینا بہتر ہو گا۔ لیکن اگر دو ایک طرف ہوں اور دو دوسری طرف تو پھر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی متفقہ رائے دوسرے دو کی رائے کے مقابلے میں اولیٰ ہو گی اس لئے کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: "مجھے نہیں معلوم کہ اب میں کتنا عرصہ تم میں زندہ رہوں گا۔ میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرنا اور عمار بن یاسرؓ کے طریق کار کو اپنانا اور ابن مسعودؓ تمہیں جو باتیں بتائیں ان کی تصدیق کرنا ) امام ترمذیؒ نے یہ حدیث "مناقب عمارؓ" کے ذیل میں امام احمدؒ نے

مسند صفحہ ۲۸۵ جلد پنجم میں اور حاکم نے مستدرک صفحہ ۵۷ جلد دوم میں روایت کی ہے۔ علاوہ ازیں امام مسلم نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا (اگر لوگ ابو بکرؓ اور عمرؓ کا کہا مانیں گے تو ہدایت پالیں گے)

فقہائے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی متفقہ رائے سے اختلاف نہیں کرتے تھے۔ عبداللہ بن یزیدؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "عبداللہ بن مسعودؓ سے اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور اس کا جواب قرآن و سنت میں ہوتا تو آپ سائل کو وہی جواب دے دیتے ورنہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی جو رائے ہوتی اسے اختیار کرتے. بصورت دیگر اپنی رائے دیتے۔

اگر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے کسی مسئلے میں مختلف ہو تو بقول ابن قیمؒ حضرت ابو بکرؓ کی رائے کو اختیار کرنا اولیٰ ہو گا۔ ابن قیمؒ نے لکھا ہے: حضرت ابو بکرؓ کی کوئی رائے ہمارے علم میں نہیں ہے جو کسی نص کے خلاف ہو اور نہ ہی آپ کا کوئی فتویٰ موجود ہے جس کا ماخذ کمزور ہو۔ یہ ایک تحقیقی امر ہے اس لئے کہ آپ کی خلافت نبوت کی خلافت تھی۔ [1]

۶۔ ابن قیمؒ نے جو بات کہی ہے وہ بالکل درست ہے۔ اس پر میں کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتا۔ ہاں ایک مسئلہ ایسا ہے جس میں گفتگو کی گنجائش ہے۔ اور وہ ہے آگ میں جلا کر سزا دینا جس کے حضرت ابو بکرؓ قائل تھے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کی نہی مروی ہے۔ امام بخاریؒ. امام ترمذیؒ. امام نسائیؒ اور امام ابو داؤدؒ نے کتاب الحدود کے باب المرتد میں حضرت عکرمہؒ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زنادقہ (بے دین) پکڑ کر لائے گئے۔ آپ نے انہیں آگ میں جلا دینے کا حکم دیا۔ جب یہ بات حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو میں انہیں ہرگز آگ میں نہ جلاتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے آپ کا ارشاد ہے (اللہ کے عذاب یعنی آگ کے ذریعے کسی کو سزا نہ دو) بلکہ میں انہیں قتل کر دیتا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے: (جس شخص نے اپنا دین بدل لیا اسے قتل کر دو)

امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: "ایک دفعہ حضور صلی اللہ

---

[1] علامہ الموقعین، جلد ۴، ص ۱۱۹

علیہ والہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر تمہیں قریش کے فلاں فلاں دو شخص ہاتھ لگیں تو انہیں آگ میں جلا دینا پھر ہم جب مہم پر روانہ ہونے لگے تو آپ نے ہم سے فرمایا: "میں نے تمہیں فلاں فلاں اشخاص کو آگ میں جلا دینے کا حکم دیا تھا۔ لیکن آگ کی سزا تو صرف اللہ تعالی ہی دے گا۔ اس لئے اگر وہ دونوں پکڑے جائیں تو انہیں قتل کر دینا"۔ ۱؎

ابو داؤدؒ میں صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اتفاق سے آپ قضائے حاجت کے لئے چلے گئے۔ ہم نے ایک پرندہ (جس کو پنجابی میں لالی کہتے ہیں) اپنے دو بچوں کے ساتھ دیکھا تو ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا۔ اتنے میں وہ پرندہ آیا اور ہمارے سر پر منڈلانے لگا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم واپس تشریف لائے تو فرمایا: "اسے اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف پہنچائی ہے؟ اس کا بچہ اسے واپس کر دو۔" حضورؐ نے چیونٹیوں کی جگہ دیکھی جہاں ہم نے آگ لگا دی تھی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: "یہ آگ کس نے لگائی ہے؟" ہم نے عرض کیا "ہم نے" اس پر فرمایا "کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی چیز کو آگ کا عذاب دے۔ صرف وہی یہ عذاب دے سکتا ہے جس نے آگ کو پیدا کیا ہے۔" ۲؎

اس مسئلے میں حضرت ابو بکرؓ جس نتیجے پر پہنچے تھے وہ آپ کی سلامت روی کی دلیل ہے۔ آپ کو کبار صحابہؓ کا تعاون حاصل تھا۔ جو ہمیشہ آپ کو امر بالمعروف کرتے اور سلامت روی کا مشورہ دیتے۔ ان میں سب سے سربر آوردہ حضرت عمرؓ تھے جن کی حق گوئی و حق پسندی سے ہم سب اچھی طرح واقف ہیں۔

۷۔ ذیل میں ہم ان مسائل کا ذکر کرتے ہیں جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا اور پھر حضرت ابو بکرؓ نے ان کی رائے تسلیم کر لی۔

۱۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں ایک ایسے شخص نے چوری کی جس کا ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی، حضرت ابو بکرؓ نے چوری کی حد میں اس کی دوسری ٹانگ کاٹ دینے اور

---

۱۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد ۶، ص ۱۰۴، ۱۰۵

۲۔ ابو داؤد، حدیث نمبر ۲۶۷۵

ہاتھ کو رہنے دینے کا ارادہ کیا تاکہ وہ ایک ہاتھ سے طہارت اور دوسرے کام کاج کر سکے۔ حضرت عمرؓ نے اس بناء پر اس کی مخالفت کی کہ یہ بات قانون اسلامی کے خلاف تھی اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا: "خدا کی قسم! آپ اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دیں" اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "قانون اسلامی میں تو اس کا ہاتھ کاٹنا ہے"۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے اس چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ [۱]

ب۔ جب اسد اور غطفان قبائل کا وفد صلح کی درخواست لے کر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں آیا تو آپ نے انہیں اختیار دیا کہ یا تو وہ ایسی جنگ کے لئے تیار ہو جائیں جس کے نتیجے میں ان کی جلاوطنی عمل میں آئے گی یا پھر وہ رسوا کن صلح قبول کر لیں۔ انہوں نے عرض کیا: "اے خلیفہ رسول! پہلی بات تو ہماری سمجھ میں آ گئی لیکن دوسری بات (رسوا کن صلح) سے آپ کی کیا مراد ہے" آپ نے فرمایا: "تمہارے ہتھیار تم سے رکھوا لئے جائیں گے اور تمہیں نہتا کر دیا جائے گا۔ تمہارے آدمی اونٹوں کو چرانے کا کام کریں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی صورت پیدا کر دی جائے جس کے تحت ہماری طرف سے تمہیں معافی مل جائے۔ نیز تم ہم سے چھینا ہوا مال ہمیں واپس کر دو گے جبکہ ہم تم سے چھینا ہوا مال تمہیں واپس نہیں کریں گے۔ ساتھ ساتھ تم اس بات کی گواہی دو گے کہ ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں۔ مزید برآں تم ہمارے مقتولین کا خون بہا ادا کرو گے جبکہ ہم تمہارے مقتولین کے لئے ایسا نہیں کریں گے" جب یہ بات حضرت عمرؓ کو معلوم ہوئی تو آپ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا: "ہمارے مقتولین کا خون بہا کیسا؟ ہمارے مقتولین تو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے اور شہیدوں کا کوئی خون بہا نہیں ہوتا۔" [۲] یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ خاموش ہو گئے اور فرمایا: "عمرؓ ٹھیک کہتے ہیں"

ج۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ زکوۃ کے اونٹ تقسیم کرنے کے لئے ایک جگہ

---

۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۲، ص ۱۲۶۔ سنن بیہقی، جلد ۸، ص ۲۷۴، المحلی جلد ۱۱، ص ۲۵۵، المغنی جلد ۸، ص ۲۶۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰، ص ۱۷۸۔ کنز العمال جلد ۵، ص ۵۴۱۔ تفسیر قرطبی جلد ۲، ص ۱۷۲۔

۲۔ البدایہ والنہایہ۔ لابن کثیر جلد ۶، ص ۳۱۹۔ الاموال لابی عبید ص ۱۹۸۔ سنن بیہقی جلد ۹، ص ۳۳۵۔

تشریف لے گئے. حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ یہاں ہماری اجازت کے بغیر کوئی نہ آئے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا یہ نکیل لے کر ابو بکرؓ کے پاس جاؤ شاید اللہ تعالی ہمیں بھی کوئی اونٹ عطا کر دے۔ وہ شخص وہاں جا پہنچا اسے دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ غصے سے بولے. "تم یہاں کیوں آئے اور ہمارے کام میں کیوں مداخلت کر رہے ہو" آپ نے اس شخص سے نکیل لے کر اسے ایک ضرب لگائی۔ جب آپ اونٹوں کی تقسیم کے کام سے فارغ ہو گئے تو اس شخص کو بلا کر فرمایا: "اپنا بدلہ لے لو" (یعنی جس طرح میں نے تمہیں مارا ہے اسی طرح تم بھی مجھے مارو) حضرت عمرؓ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ سے کہا: "نہیں خدا کی قسم یہ بدلہ نہیں لے گا۔ اسے قانون نہ بنائیں" حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ خلیفہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حکم عدولی کرنے والے کی سرزنش کرے جبکہ حضرت ابو بکرؓ کا خیال تھا کہ اس معاملے میں ان سے زیادتی ہوئی ہے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: "پھر قیامت کے دن اللہ کے سامنے میرا کون ضامن ہو گا" اس پر حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ اس شخص کو راضی کر لیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے غلام کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کو کجاوے سمیت ایک سواری، ایک چادر اور پانچ دینار لا کر دے۔ اس طرح آپ نے اس شخص کو راضی کر لیا۔ [1]

د۔ حضرت ابو بکرؓ نے عیینہؓ بن حصنؓ کو ایک جاگیر دی اور اس کے لئے ایک تحریر بھی لکھ دی۔ حضرت طلحہؓ نے عیینہؓ سے کہا: "میرے خیال میں عمرؓ اس بات کو پسند نہیں کریں گے اس لئے اگر تم یہ تحریر انہیں بھی پڑھا دو تو بہتر ہو گا۔" چنانچہ عیینہؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے، تحریر پڑھ کر حضرت عمرؓ نے کہا: "اچھا یہ ساری جاگیر صرف تمہارے لئے ہے اور لوگوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں!!" یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے پوری تحریر مٹا دی، عیینہؓ واپس حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور سارا ماجرا سنا کر عرض کیا کہ تحریر دوبارہ لکھ دی جائے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "میں اس چیز کی ہرگز تجدید نہیں کروں گا جسے عمرؓ نے رد کر دیا ہو۔" [2]

---

۱۔ کنز العمال، جلد ۵، ص ۵۹۶

۲۔ الاموال ص ۲۷۶۔ سنن بیہقی جلد ۷، ص ۲۰، تفسیر طبری جلد ۱۴، ص ۳۱۵۔

ھ۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک زمین طلحہؓ بن عبیداللہؓ کو بطور جاگیر دے دی۔ اس کے لئے ایک دستاویز لکھی گئی اور بہت سے لوگوں کی جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ گواہی درج کی گئی۔ حضرت طلحہؓ یہ دستاویز لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ان سے مہر لگانے کو کہا۔ حضرت عمرؓ نے مہر لگانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: "یہ جاگیر صرف تمہارے نام کیوں کر دی گئی دوسرے لوگ اس میں شامل کیوں نہ ہوئے۔" یہ سن کر حضرت طلحہؓ غصے میں بھرے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے: "بخدا مجھے نہیں پتہ چلتا کہ خلیفہ کون ہے؟ آپ یا عمرؓ" حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا: "(خلیفہ تو) عمرؓ ہیں لیکن ہیں ذرا طبیعت کے سخت" [1]

و۔ بنجر سرکاری اراضی کو آباد کرنے کی غرض سے کسی کی ملکیت میں دے دینے کے متعلق حضرت عمرؓ کی جو رائے تھی اس سے حضرت ابو بکرؓ آگاہ تھے۔ حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ سرکاری اراضی وسیع پیمانے پر لوگوں کے حوالے نہ کی جائے۔ اور نہ ایسے لوگوں کو دی جائے اسے آباد نہ کر سکتے ہوں۔ حضرت عمرؓ اس معاملے میں حضرت ابو بکرؓ کے احکامات کی بلا جھجک مخالفت کرتے تھے۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ سرکاری اراضی کو آباد کاری کی غرض سے بطور جاگیر دینے سے متعلق بعض معاملات کو حضرت عمرؓ سے مخفی رکھتے تھے کیونکہ آپ کو حضرت عمرؓ کی طبیعت کے جوش کا پورا اندازہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت زبیرؓ کو ایک زمین بطور جاگیر دی۔ حضرت زبیر ابھی اس کی دستاویز تحریر کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں حضرت عمرؓ آ پہنچے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فوراً وہ کاغذ حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے لے کر بستر کی تہہ میں چھپا دیا۔ یہ بات حضرت عمرؓ نے محسوس کر لی۔ کہنے لگے "آپ لوگ شاید کسی کام میں مصروف ہیں" حضرت ابو بکرؓ نے کہا: "ہاں" اور پھر کاغذ نکال کر اسے مکمل کیا۔ [2]

---

۱۔ الاموال ص ۲۷۶

۲۔ کنزالعمال جلد ۳، ص ۹۱۳

۸۔ اوپر کے بیانات سے ہرگز یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ گئے تھے۔ جو وہ چاہتے حضرت ابو بکرؓ وہی کچھ کرتے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جو کچھ کرتے خود سوچ سمجھ کر کرتے چاہے حضرت عمرؓ اس کے موافق ہوں یا مخالف۔ ذیل میں ہم نے وہ تمام واقعات جمع کر دیے ہیں جن میں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کی آراء سے اختلاف کیا تھا۔

ا۔ تاریخ کی کتابوں میں یہ بات تواتر سے درج ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے مانعین زکوۃ سے قتال کرنے کا عزم کر لیا تو حضرت عمرؓ نے ان کی اس رائے سے اختلاف کیا اور فرمایا:
"آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کر سکتے ہیں جنہوں نے کلمہ طیبہ لاالٰہ اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر لیا ہو جبکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے (مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل نہیں ہو جاتے۔ اور جب وہ اس کے قائل ہو جائیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جان و مال کو محفوظ کر لیں گے" لیکن حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کے اس اعتراض کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور ان کے اس قول کو کمزوری پر محمول کرتے ہوئے فرمایا: "اچھا! زمانہ جاہلیت میں تو تم بڑے قوی تھے۔ اب زمانہ اسلام میں آ کر کمزور پڑ گئے" پھر آپ نے صاف صاف اعلان کر دیا "میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوۃ میں فرق روا رکھے گا۔ خدا کی قسم اگر انہوں نے بکری کا ایک بچہ بھی دینے سے انکار کر دیا جو وہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں زکوۃ میں دیتے تھے تو میں اس پر بھی ان سے جنگ کروں گا"۔

ب۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ اب وہ اپنا سارا وقت مسلمانوں کے معاملات کی دیکھ بھال کے لئے فارغ کر لیں اور اپنا ذاتی کاروبار ترک کر دیں۔ اس کی بجائے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے نان و نفقہ کے لئے بیت المال سے روزینہ حاصل کریں جس کا تعین ارباب حل و عقد کے مشورے سے اس طرح ہوا۔ گرمیوں اور سردیوں کے لئے ایک ایک جوڑا یعنی دو چادریں جب وہ پرانی ہو جائیں تو ان کی جگہ نئی لے لی جائیں۔ سفر کے لئے سواری کا ایک جانور۔ اہل و عیال کی کفالت کے لئے اتنی

رقم جتنی آپ خلیفہ بننے سے پہلے خرچ کرتے تھے۔ بکری کا نصف حصہ جس میں سر اور اوجھری شامل نہیں تھی۔ اس پر بھی آپ نے حضرت عمرؓ سے یہ فرمایا "مجھے خوف ہے کہ شاید میرے لئے اس مال میں سے خرچ کرنے کے لئے (دیانۃ) کوئی گنجائش نہ نکلے" لیکن حضرت عمرؓ نے اصرار کیا۔ آپ نے اپنے اڑھائی سالہ دور خلافت میں کل آٹھ ہزار درہم خرچ کئے۔ جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو فرمایا "میں نے عمرؓ سے کہا تھا کہ میرے لئے اس مال میں سے خرچ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لیکن عمرؓ مجھ پر غالب آ گئے جس کی وجہ سے مجھے بیت المال میں سے نان و نفقہ لینا پڑا۔ اب جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو میرے مال میں سے آٹھ ہزار درہم بیت المال کو واپس کر دئے جائیں"

پھر وفات کے بعد حسب وصیت وہ رقم حضرت عمرؓ کے حوالے کی گئی تو آپ فرمانے لگے "اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کو سخت مشکل میں ڈال دیا ہے" یعنی ان کے جانشینوں کے لئے ان کے نقش قدم پر چلنا کوئی آسان کام نہیں رہا۔ [1]

ج۔ حضرت ابو بکرؓ چاہتے تھے کہ بیت المال میں مسلمانوں کو جو وظائف اور عطیات دئے جائیں ان میں مساوات کا اصول اپنایا جائے۔ لیکن حضرت عمرؓ کو اس سے اختلاف تھا۔ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے مطالبہ کیا کہ اس معاملے میں حضرات مہاجرین و انصار کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں ترجیحی سلوک کیا جائے اس لئے کہ ان حضرات کو اسلام قبول کرنے اور راہ خدا میں جہاد کرنے میں دوسروں پر سبقت حاصل تھی۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے ان کی رائے قبول نہ کی اور اپنا تاریخی فقرہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ جہاں تک ان حضرات کے اجر و ثواب کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے ذمے ہے۔ لیکن جہاں

---

[1] صفۃ الصفوہ جلد ۱، ص ۲۵۷۔ عبدالرزاق جلد ۱۱، ص ۱۰۵۔ الاموال ص ۲۶۸۔ کنزالعمال جلد ۱، ص ۵۹۵، ۵۹۹، ۶۰۲

تک معاش کا تعلق ہے تو اس میں مساوات کا اصول ترجیحات کے اصول سے بہتر ہے۔ [1]

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب سرکاری محکمے قائم کئے تو آپ نے تنخواہوں اور وظائف میں ترجیحات کا اصول اپنایا۔

د۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ابان بن سعید بن العاصؓ کو بحرین کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا لیکن حضرت ابانؓ نے یہ ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا اس پر حضرت ابو بکرؓ نے صحابہؓ سے مشورہ لیا کہ اب کسے بحرین بھیجا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے مشورہ دیا کہ حضرت علاء بن حضرمی کو وہاں کا گورنر مقرر کیا جائے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں بھی وہ وہاں کے گورنر رہ چکے تھے، وہاں کے حالات اور مسائل سے واقف تھے اور وہاں کے لوگ بھی ان سے مانوس تھے اور ان کی کوششوں سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ وہ حضرت ابان بن سعید بن العاصؓ کو بحرین کی گورنری کے لئے مجبور کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ کہہ کر ان کی بات مسترد کر دی کہ اس شخص کو مجبور نہیں کر سکتا جس نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد وہ کسی کے ماتحت کام نہیں کرے گا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علاء بن حضرمیؓ کو وہاں بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ [2]

۹۔ اب ہم پھر حافظ ابن قیم کے کلام کی طرف لوٹتے ہیں انہوں نے لکھا ہے: اگر خلفائے راشدین میں کسی مسئلے پر اختلاف اس طرح ہو کہ ابو بکرؓ و عمرؓ ایک طرف ہوں اور باقی دوسری طرف تو ابو بکرؓ و عمرؓ کے قول کو اختیار کیا جائے گا اور اگر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان اختلاف ہو تو پھر حضرت ابو بکرؓ کے قول کو اپنایا جائے گا۔ اس اصول کے تحت یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ان مسائل کا احاطہ کیا جائے۔ جن میں یہ دونوں حضرات متفق ہیں اور ان کا جن میں ان دونوں کے درمیان

---

۱۔ سنن بیہقی جلد ۶، ص ۳۴۸۔ الاموال ص ۲۶۳۔ المغنی جلد ۶، ص ۴۱۶، جلد ۹، ص ۵۷۔ کنز العمال جلد ۳، ص ۱۴۷، جلد ۴، ص ۵۲۱، جلد ۵، ص ۵۹۳۔

اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ میں نے ان دونوں جلیل القدر صحابہ کی فقہی آراء کا بنظر عمیق مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ماسوائے چند مسائل کے بقیہ تمام مسائل میں اُن کے درمیان اتفاق رائے ہے۔ وہ مسائل درج ذیل ہیں:

۱) آگ میں جلانے کی سزا۔۔ حضرت ابو بکرؓ مجرم کو سزا کے طور پر آگ میں جلا دینے کو درست سمجھتے تھے جبکہ حضرت عمرؓ اس کا انکار کرتے اور اسے درست نہیں سمجھتے تھے۔

۲) سرکاری زمین بطور جاگیر دینا۔۔ حضرت ابو بکرؓ سرکاری اراضی کو وسیع پیمانے پر اس علاقے کے باشندوں کو بطور جاگیر دینے کے قائل تھے۔ حضرت عمرؓ اگرچہ اس عمل کی مشروعیت کو تسلیم کرتے تھے لیکن اس میں توسیع کے مخالف تھے۔

۳) صبح کی اذان ۔۔ حضرت ابو بکرؓ صبح کی اذان نماز کا وقت شروع ہونے پر دینے کے قائل تھے جبکہ حضرت عمرؓ وقت شروع ہونے سے پہلے دلواتے تھے۔

۴) بھائیوں کی موجودگی میں وراثت کے اندر دادا کا حصہ ۔۔ حضرت ابو بکرؓ وراثت میں میت کے دادا کو باپ کا درجہ دے کر بہن بھائیوں کو کوئی حصہ نہیں دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ابتدائے خلافت میں اسی طریقے پر عمل کیا۔ پھر اسے چھوڑ کر دادا کے ساتھ میت کے بہن بھائیوں کو چھٹا حصہ دینے لگے، پھر کچھ عرصہ بعد بہن بھائیوں کو تیسرا حصہ دینے کا حکم دیا آخری زمانے میں آپ نے پھر حضرت ابو بکرؓ کے طریقے کو اپناتے ہوئے میت کے دادا کو باپ کا درجہ دینے کے بارے میں سوچ لیا تھا لیکن اس طریق کار کے اجراء سے پہلے ہی آپؓ کی وفات ہو گئی۔

۵) جنگی قیدیوں کا معاملہ حضرت ابو بکرؓ جنگی قیدیوں کو قتل کر دینے کے قائل تھے اور اسی پر عمل کرتے۔ حضرت عمرؓ کا طریق کار اس سے مختلف تھا۔ آپ نے بعض کو تو قتل کرنے کا حکم دیا۔ بعض پر احسان کر کے انہیں رہائی دے دی اور بعض کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کے اعلیٰ ترین مفاد میں اس طریقے پر عمل کیا۔

۶) خلیفہ المسلمین سے بدلہ لینا۔۔ حضرت ابو بکرؓ اس بات کے قائل تھے کہ اگر امام وقت نے کسی شخص کی تادیب میں حد سے تجاوز کر لیا ہو تو اسے چاہئے کہ اس شخص کو اپنا بدلہ لینے کا موقعہ دے۔ حضرت عمرؓ کی رائے اس بارے میں بالکل مختلف تھی آپ کا خیال تھا کہ بدلہ

لینے کا موقعہ دینے کی بجائے متعلقہ شخص کو اور ذرائع سے راضی کر لیا جائے۔

۷) سرکاری عہدہ قبول کرنے پر کسی کو مجبور کرنا ۔ حضرت ابو بکرؓ کسی شخص کو زبردستی سرکاری عہدہ دینے کے قائل نہیں تھے۔ جبکہ حضرت عمرؓ مفاد عامہ کی خاطر اسے درست سمجھتے تھے۔

۸) خلیفہ کا بیت المال سے نفقہ حاصل کرنا ۔ حضرت ابو بکرؓ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے اخراجات کے لئے بیت المال سے کچھ لینے سے پرہیز کرتے تھے۔ اور دوران خلافت جتنی رقم لی تھی وہ بیت المال کو لوٹا دی تھی۔ اس بارے میں حضرت عمرؓ کا خیال یہ تھا کہ چونکہ خلیفہ المسلمین اپنا سارا وقت ان ہی کے معاملات کی دیکھ بھال میں صرف کرتا ہے اس لئے اسے یہ حق حاصل ہے کہ ان کے بیت المال سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا بقدر کفایت نان ونفقہ حاصل کرے۔

۹) مصارف زکوۃ میں مولفۃ القلوب کی مد ۔ جو لوگ اسلام کی مخالفت میں سرگرم تھے۔ ان کی مخالفانہ سرگرمیوں کو کم کرنے یا ایسے لوگ جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے انہیں اسلام میں ثابت قدم رکھنے کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے سے زکوۃ کی مد سے عطیات اور وظائف دئے جاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اس مد کو جاری رکھا لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں اس مد کو یہ سوچ کر موقوف کر دیا کہ اسلام اب اتنا مضبوط ہو گیا ہے کہ ایسے لوگوں کی تالیف قلب کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

۱۰) کان کاٹ لینے کی دیت ۔ حضرت ابو بکرؓ کا خیال تھا کہ کان کاٹ لینے کی دیت پندرہ اونٹ ہے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ کان کے ضائع ہو جانے سے قوت سامعہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور نہ ہی جسمانی کمزوری لاحق ہوتی ہے۔ رہا ظاہری عیب تو وہ سر کے بالوں یا پگڑی میں چھپ جاتا ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ انسانی اعضاء کے نقصان پر دیت کے عام قاعدے کو سامنے رکھتے ہوئے اس میں بھی نصف دیت کے قائل تھے۔

۱۱) شراب نوشی کی حد ۔ حضرت ابو بکرؓ شراب پینے والے پر چالیس کوڑوں کی حد جاری کرتے تھے جبکہ حضرت عمرؓ اسی کوڑوں کی سزا دیتے تھے۔

۱۲) ام ولد (ایسی لونڈی جس کے بطن سے اس کے آقا کی اولاد پیدا ہوئی ہو) کی آزادی۔
حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ ام ولد اسی وقت آزاد ہو گی جب اس کا آقا اسے آزادی دے دے گا۔ اس لئے آقا اسے فروخت بھی کر سکتا ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی لونڈی کے ہاں اس کے آقا کے نطفے سے اولاد ہونے کے ساتھ ہی وہ آزاد ہو جائے گی اس لئے ام ولد کو فروخت کرنا جائز نہیں ہو گا۔

۱۳) گھوڑوں اور غلاموں کی زکوۃ: حضرت ابو بکرؓ نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوۃ نہیں لی۔ لیکن عمرؓ نے ایسا کیا۔

۱۴) قاضی کی مجلس میں سب و ستم کرنے کی سزا: حضرت ابو بکرؓ نے ایسے لوگوں کو کوئی سزا نہیں دی جو قاضی کی عدالت میں گالم گلوچ پر اتر آئے۔ حضرت عمرؓ نے ایسے لوگوں کے خلاف تادیبی کارروائی کی۔

۱۵) نماز تہجد کے بعد وتر کا اعادہ: حضرت ابو بکرؓ اگر سونے سے پہلے وتر پڑھ لیتے اور پھر رات کو اٹھ کر تہجد پڑھتے تو وتر کا اعادہ نہیں کرتے۔ لیکن حضرت عمرؓ جب تہجد کے لئے اٹھتے تو وتر کی پڑھی ہوئی رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لیتے، پھر تہجد پڑھنے کے بعد وتر کا اعادہ کرتے یعنی ایک رکعت وتر دوبارہ پڑھتے۔

۱۶) جنازہ کی نماز پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار کون؟
حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق امام المسلمین کو پہنچتا ہے۔ جبکہ حضرت عمرؓ کے نزدیک یہ حق میت کے ولی کا ہے۔

۱۷) ایک لفظ سے تین طلاقیں: حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ اگر کسی نے لفظ طلاق کے کسی عدد کو بھی ملا لیا مثلاً یوں کہا انت طالق ثلاثا (تمہیں تین طلاقین) تو صرف ایک طلاق ہو گی۔ لیکن حضرت عمرؓ اسے تین طلاقین قرار دیتے تھے۔

۱۸) ران کا ستر میں داخل ہونا: حضرت ابو بکرؓ سے اس بارے میں جو روایتیں منقول ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ انسان کی ران والے حصے کو ستر میں داخل نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ کے نزدیک یہ ستر میں داخل تھی۔

۱۹) لواطت کی سزا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ لواطت کے مرتکب کو آگ میں جلا دیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ یہ تجویز مانتے ہوئے لواطت کی یہی سزا مقرر کر دی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ایسے مجرم کی سزا پٹائی اور سماجی مقاطعہ (بائیکاٹ) رکھی۔

۲۰) قرآن مجید کی مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت: حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک قرآن مجید کی مفصل سورتوں میں تین سجدے ہیں جبکہ حضرت عمرؓ کے نزدیک کوئی سجدہ نہیں ہے۔

۲۱) اولاد کے درمیان عطیات دینے میں فرق رکھنا: حضرت ابو بکرؓ نے منقول روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنی اولاد میں سے بعض کو زیادہ عطیات دے اور بعض کو کم تو یہ درست ہے۔ لیکن حضرت عمر بن خطابؓ اولاد کے لئے ایسی کمی بیشی کو ناجائز خیال کرتے تھے۔

یہ ہیں وہ چند مسائل جن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان اختلاف رائے تھا۔ ان کے علاوہ بقیہ تمام مسائل میں جن کا ذکر ہم نے اس کتاب (موسوعہ فقہ ابی بکرؓ) میں کیا ہے۔ دونوں حضرات کے درمیان کامل اتفاق پایا جاتا تھا۔

---

# حرف الالف

ا

## اب : باپ

اگر باپ کو اپنے بیٹے کے مال میں سے کچھ لینے کی ضرورت پڑ جائے تو بس وہ اتنا ہی لے جس سے اس کی اصل ضرورت پوری ہو جائے۔ اور اس سے وہ تجاوز نہ کرے حضرت ابو بکرؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرا باپ میرا سارا مال لے کر ختم کر ڈالنا چاہتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے باپ سے فرمایا کہ تم اپنی ضرورت کے مطابق بیٹے کے مال میں سے لے لو۔ اس باپ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تو ارشاد ہے کہ "تو اور تیرا سارا مال تیرے باپ کا ہے" یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ باپ اپنا خرچ اپنے بیٹے کے مال میں سے لے سکتا ہے اس لئے تمہیں بھی اسی بات پر راضی ہونا چاہئے جس سے اللہ راضی ہو"

ا۔ باپ کا اپنی اولاد پر خرچ کرنا (دیکھئے لفظ نفقہ پیرا نمبر۔ ۱) [1]

ب۔ باپ کا یہ حق کہ وہ اپنے بیٹے سے اس کی بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ (دیکھئے لفظ طلاق پیرا نمبر۔ ۲)

ج۔ باپ کا اپنے بیٹے کے ساتھ کسی ایسی بات پر موافقت کر لینا جس میں شرعاً کوئی ممانعت نہ ہو (دیکھئے لفظ طلاق پیرا نمبر۔ ۳)

د۔ باپ کا اپنی کم سن اولاد کی پرورش کرنا (دیکھئے لفظ حضانہ پیرا نمبر۔ ۲)

ر۔ باپ کی وفات کے بعد دادا کا میراث میں باپ کی طرح ہونا (دیکھئے لفظ ارث۔ پیرا نمبر۔ ۵)

---

[1] سنن بیہقی جلد ۷ ص ۴۸۱، کنز العمال جلد ۱۶، ص ۵۷۷ مطبوعہ حلب

## اَبطح :

(مکہ مکرمہ کے قریب سنگریزوں والا ایک کشادہ نالہ) :

حاجیوں کا مکہ مکرمہ واپس آتے ہوئے مقام اَبطح میں ٹھہرنا (دیکھئے لفظ حج پیرانمبر ۱۲)

## ابل : اونٹ

ا۔ اونٹوں کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ پیرانمبر ۴ جزج کا فقرہ ۲)

ب۔ قربانی کے لئے حرم میں بھیجے جانے والے ایک اونٹ ,ہدی, کا سات افراد کے لئے کافی ہونا (دیکھئے لفظ ,حج, پیرانمبر ۱۲) نیز اضحیہ یعنی عید کی قربانی کے لئے ایک اونٹ کا سات افراد کے لئے کفایت کرنا۔ (دیکھئے لفظ ,اضحیہ, پیرانمبر ۲)

ج۔ دیت یعنی خون بہا میں دئے جانے والے اونٹوں کی تعداد (دیکھئے لفظ ,جنایہ, پیرانمبر ۷ کا جز۔ ب)

د۔ نوسجہ یعنی ایسا زخم جس میں ہڈی ظاہر ہو جائے, کی دیت میں اونٹوں کی تعداد (دیکھئے لفظ ,جنایہ, پیرانمبر ۵ جز۔ الف) نیز جائفہ یعنی نیزے کا زخم جو پیٹ کے اندر تک پہنچ جائے, کی دیت میں اونٹوں کی تعداد (دیکھئے لفظ ,جنایہ, پیرانمبر ۵ جز۔ ب)

## ابن : بیٹا

اس سے متعلقہ مسائل کے لئے لفظ ولد دیکھئے۔

## اتلاف : تلف کر دینا

### ۱۔ تعریف :

کسی چیز کو ایسی حالت پر پہنچا دینا کہ وہ استعمال کے قابل نہ رہے اور اس سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ جا سکے, اتلاف کہلاتا ہے۔

### ۲۔ اتلاف کے احکام :

کسی چیز کے اتلاف پر درج ذیل احکام مرتب ہوتے ہیں۔

۱۔ ضمان : تاوان

تاوان کے وجوب کے لئے تلف شدہ چیز میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ تلف شدہ چیز مال ہو یا اس کی مالیت لگائی جا سکتی ہو۔ اس لئے بالوں کے گچھے اور مردار کو تلف کرنے پر کوئی تاوان نہیں کیونکہ یہ مال نہیں ہیں۔

۲۔ مالک کے قبضے میں رہتے ہوئے اس تلف شدہ چیز کی کوئی قیمت لگائی جا سکتی ہو۔ اس بنا پر اگر کسی مسلمان کے قبضے میں شراب ہو اور تلف کر دی جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں. خواہ یہ شراب کسی مسلمان کے ہاتھوں تلف ہوئی ہو یا کسی عیسائی کے ہاتھوں کیونکہ مسلمان کے قبضے میں پائی جانے والی شراب مال متقوم نہیں ہے کہ اس کی قیمت لگائی جا سکے۔

۳۔ مال کو تلف کرنے والا (سلف) تاوان دینے کا اہل ہو۔ اس لئے اگر جانور کوئی چیز تلف کر دے تو اس کا تاوان نہیں۔ کیونکہ وہ تاوان کا اہل نہیں لیکن اگر کوئی بچہ یا دیوانہ یا خفتہ انسان کسی تلف کا مرتکب ہو تو اس پر ضمان واجب ہو گا۔ کیونکہ ان میں تاوان کی اہلیت ہے اگرچہ ناقص ہی سہی۔

۴۔ ایک شرط یہ بھی ہے کہ تاوان سے فائدہ بھی ہو۔ اس بنا پر مسلمانوں سے برسر پیکار لوگوں یا باغیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا جو نقصان ہو گا یا دوران جنگ مسلمانوں کے ہاتھوں ان کا جو نقصان ہو گا اس کا کوئی تاوان نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان برسرپیکار لوگوں پر ہمارا (یعنی مسلمانوں کا) غلبہ اور اقتدار نہ ہونے کی وجہ سے ان پر تاوان لگانا ممکن نہیں اور نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔

ب۔ عقوبت: سزا

کبھی تو تاوان کے ساتھ سزا بھی دی جاتی ہے اور کبھی صرف سزا دی جاتی ہے جیسا کہ جان لینے یا اعضاء تلف کر دینے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور کبھی صرف تاوان لیا جاتا ہے جیسا کہ غلطی سے کسی کی جان لے لینے یا اعضاء تلف کر دینے یا مال کو نقصان پہنچانے کی شکل میں کیا جاتا ہے۔

۳۔ سامان یا اعضائے انسانی کو تلف کر دینے پر بعض صورتوں میں تعزیری سزا دینا (دیکھئے لفظ. تعزیر. پیرا نمبر ۲، جز۔ ج. فقرہ۔ د)

نیز (دیکھئے لفظ، سرقہ. پیرا نمبر۔ ۵. و پیرا۔ ۲. جز۔ ب. فقرہ نمبر۔ ۲)

۴۔ جہاد میں بلا مقصد فصلوں. حیوانات اور عمارتوں کے اتلاف کی ممانعت (حوالہ لفظ جہاد پیرا۔ ۶

## اثبات. ثبوت مہیا کرنا۔ ثابت کرنا

عدالت کے سامنے کسی حق کو ثابت کرنے کے لئے دلیل کی صورت میں ثبوت مہیا کرنا اثبات کہلاتا ہے۔

اثبات کے طریقے یہ ہیں۔ مدعاعلیہ کا اقرار کر لینا. مدعی کی طرف سے گواہوں کا پیش کیا جانا۔ مدعاعلیہ کا قسم اٹھا لینا. مدعی کا گواہی کے ساتھ ساتھ قسم بھی اٹھانا. قیافہ (کھوج) عدالت کی اپنی معلومات اور مضبوط قرائن کی موجودگی۔

مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ کیجئے (لفظ قضاء پیرا نمبر ۴ جز د و جز ھ) اثبات کے مندرجہ بالا طریقوں میں سے بعض کے بارے میں ہمیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اقوال ملتے ہیں اور بعض کے بارے میں نہیں ملتے۔

## اجارۃ. اجرت پر دینا

۱۔ فقہی اصطلاح میں اجارہ اس سودا کاری کو کہتے ہیں جس میں ایک معین معاوضہ کے بدلے میں ایک چیز سے اس طرح فائدہ اٹھایا جائے کہ اجرت پر لی ہوئی اصل چیز باقی رہے اور یہ فائدہ شرعاً درست ہو. قابل حصول ہو اور متعین ہو نیز اس چیز سے فائدہ اٹھانا مقصود ہو۔

۲۔ اس تعریف سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اجارہ کے درست ہونے کے لئے معاوضہ کا معلوم و متعین ہونا ضروری ہے۔

لیکن حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک ایک شخص کو کھانے اور کپڑے کے عوض مزدوری پر لگا لینا درست تھا حالانکہ کھانا اور کپڑا دونوں معلوم اور متعین نہیں ہیں۔ آپ کھانے اور کپڑے پر مزدور رکھا کرتے تھے [1] شاید آپ نے اس طرح مزدور کو اجرت پر رکھنے کو دودھ پلانے کے لئے دایہ کو اجرت پر رکھنے پر قیاس کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دایہ کو دودھ پلانے کی غرض سے روٹی اور کپڑے کے عوض اجرت پر رکھنے کی اجازت عطا کی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے (وعلی المولود لہ رزقھن و کسوتھن بالمعروف۔ اور دودھ پینے والے بچے کے باپ کے ذمہ ان دودھ پلانے والیوں کا رواج کے مطابق کھانا اور کپڑا ہے)

یا شاید حضرت ابو بکرؓ نے یہ اصول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے اخذ کیا ہو۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کھانے اور کپڑے کے عوض آٹھ برسوں تک حضرت شعیبؑ کے ہاں مزدوری کی تھی۔ اور یہ بات تو واضح ہے کہ پہلی امتوں کی شریعت ہمارے لئے بھی شریعت ہے جب تک اس کی منسوخی کا علم نہ ہو جائے۔

۳۔ ایک بات ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ دینی کاموں مثلاً اذان۔ نماز کی امامت وغیرہ کے لئے کسی کو اجرت پر رکھنا درست نہیں سمجھتے تھے۔ ابن حزم نے کہا ہے۔ "ابن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ اذان دینے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ اور کسی صحابی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس رائے کی مخالفت نہیں کی [2] ابن حزم نے المحلّی میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ کرام بچوں کی تعلیم پر اجرت کو نا پسند کرتے اور اسے بہت بڑی بات سمجھتے [3]

اسی طرح حضرت ابو بکرؓ قاسم یعنی تقسیم کنندہ کے لئے تقسیم کے عمل کے عوض اجرت لینا جائز نہیں سمجھتے تھے (دیکھئے لفظ قسمت۔)

## احتباء

دونوں گھٹنے کھڑے رکھ کر ان کے گرد دونوں ہاتھوں کو لپیٹ کر بیٹھنے کا نام احتباء ہے۔
ابن حزم نے لکھا ہے: "کسی صحابی سے جمعہ کے خطبے کے دوران احتباء والی شکل سے بیٹھنے کے

---

۱۔ المغنی جلد ۵۔ ص ۴۴۸

۲۔ المحلی جلد ۳۔ ص ۱۴۶

۳۔ المحلی جلد ۸۔ ص ۱۹۵

بارے میں کوئی کراہت منقول نہیں ہے۔ [1]

## احتباس : روک رکھنا

کسی کام کے لئے اپنا وقت محبوس کرنے پر خرچ یا اجرت کا مستحق ہونا (اس مسئلے کی وضاحت کے لئے دیکھئے لفظ نفقہ، پیرا نمبر۔ ۲)

## احراق : جلا ڈالنا

۱۔ حضرت ابو بکرؓ مجرم کو قتل کرنے کے بعد اسکی لاش کو جلا ڈالنے کو درست سمجھتے تھے تاکہ دوسروں کو تنبیہ ہو جائے اور کسی کو اس جرم کے ارتکاب کی ہمت نہ ہو سکے یہ بات ایک مشہور واقعہ میں پیش آئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے صدیق اکبرؓ کو لکھا کہ عرب کے ایک علاقے میں انہیں ایک ایسا شخص ملا جس کے ساتھ عورتوں کی طرح ہم بستری کی جاتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور انکی رائے لی۔ اس مسئلے میں اس دن حضرت علیؓ نے سب سے زیادہ سخت رائے دی آپ نے فرمایا: اس جرم کا ارتکاب ماضی میں سوائے ایک قوم کے کسی اور نے نہیں کیا اور آپ سب کو معلوم ہے کہ اللہ نے اس قوم کے ساتھ کیا سلوک کیا (حضرت علیؓ کا اشارہ قوم لوط کی طرف تھا) اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو جلا ڈالا جائے" صحابہ کرام نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو یہی لکھ بھیجا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ پہلے اسے رجم کیا جائے اور پھر جلا دیا جائے [2]۔ اس بنا پر جلا ڈالنے کا کام موت کے بعد ہوگا۔ (نیز دیکھئے لفظ لواطۃ پیرا نمبر۔ ۲)

۲۔ حضرت ابو بکرؓ ایسے لوگوں کو جنہوں نے مرکز اسلام سے بغاوت کے ساتھ ساتھ اسلام سے بھی ارتداد اختیار کیا تھا، آگ میں زندہ جلا کر سزا دینے کے جواز کے قائل تھے۔ آپ نے مرتدین کو اور ان کی سرکوبی کے لئے بھیجی جانے والی افواج کے سالاروں کے نام جو خطوط لکھے تھے ان میں یہ الفاظ موجود ہیں "میں تمہارے مقابلے کے لئے مہاجرین اور انصار اور راست بازی کے ساتھ ان کے پیچھے چلنے والوں کا ایک لشکر بھیج رہا ہوں۔ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے سوا

---

۱۔ المحلی جلد ۵، ص ۶۷

۲۔ سنن بیہقی جلد ۸، ص ۲۳۲

تمہاری کوئی اور بات تسلیم نہ کریں اور تم سے اس وقت تک جنگ نہ کریں جب تک کہ تمہیں اسلام کی طرف واپسی کی دعوت نہ دے دیں. اگر تم نے ان کی دعوت قبول کر لی. اسلام کا اقرار کر لیا اور نیک عمل کا وعدہ کر لیا تو تمہاری بات قبول کر کے تمہاری اعانت کی جائے گی۔ اور اگر تم نہ مانے تو جنگ کی جائے گی یہاں تک کہ تم اللہ کے حکم کے سامنے جھک جاؤ۔ پھر اس کے بعد جو لوگ قابو میں آئیں گے ان پر کوئی رحم نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں آگ میں جلایا جائے گا اور بے دریغ تہ تیغ کیا جائے گا [۱]

حضرت ابو بکرؓ کے پاس فجاءۃ یعنی ایاس بن عبداللہ بن عبدیالیل آیا۔ اور مسلمان ہونے کا دعویدار بن کر حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا کہ مرتدین کی سرکوبی کے لئے میرے ساتھ ایک لشکر بھیج دیجئے حضرت ابو بکرؓ نے ایسا ہی کیا۔ اب یہ شخص لشکر لے کر جہاں سے بھی گزرتا تو جو شخص بھی اس کے سامنے آتا. خواہ وہ مسلمان ہوتا یا مرتد. اسے قتل کر کے اس کے مال پر قبضہ کر لیتا۔ حضرت ابو بکرؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے اس کے پیچھے ایک اور لشکر بھیجا جو اسے پکڑ کر آپ کے پاس لے آیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے حکم سے مقام بقیع میں لے جا کر اور اس کے ہاتھوں کو پیچھے گدی سے باندھ کر آگ میں ڈال دیا گیا۔ اور وہ ذلت کے ساتھ جل مرا [۲]

حضرت خالد بن ولیدؓ نے کچھ مرتدین کو آگ میں جلا دیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ ایسے شخص کو یونہی کھلا چھوڑ دیں گے جو اللہ کے عذاب (آگ) کی سزا دیتا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "میں اس تلوار کو نیام میں نہیں ڈال سکتا جسے اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر کھینچ رکھا ہے۔ [۳] اور ظاہر ہے کہ جلانے کی یہ سزا زندوں کے لئے تھی نہ کہ مُردوں کے لئے (دیکھئے لفظ ردۃ پیرا ۴)

۳۔ مال و متاع کو آگ لگا دینے کے ذریعے کسی کو تعزیری سزا دینا۔ اور جانوروں کو آگ میں جلانے کی ممانعت (دیکھئے: لفظ سرقہ. پیرا نمبر ۳. جز ب. فقرہ نمبر ۳)

---

۱۔ البدایہ والنہایہ جلد ۶، ص ۳۱۵

۲۔ البدایہ والنہایہ جلد ۶، ص ۳۱۹

۳۔ عبدالرزاق جلد ۵، ص ۲۱۲

**اِحرام :** حرم میں داخل ہونا، اِحرام باندھنا

اِحرام (یعنی حج یا عمرے کی نیت سے میقات پر یا میقات سے پہلے اَن سلے کپڑے پہننا) کے لئے غسل کرنا، ان سلے کپڑے پہننے کے بعد بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا اور حالتِ اِحرام کی ممنوعات ان مسائل کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو لفظ ,حج، پیرا نمبر ۴، ۵، ۶

**اِحصان :** قید نکاح میں لانا، محفوظ کرنا

۱۔ زنا کے ارتکاب پر رجم (سنگسار) کرنے کے لئے احصان شرعی اصطلاع میں احصان ان شرائط کے مجموعے کا نام ہے جن کا زنا کے مرتکب میں حد زنا جاری کرنے کے لئے پایا جانا ضروری ہے۔ وہ شرائط یا صفات یہ ہیں عاقل ہونا، بالغ ہونا، آزاد ہونا اور نکاح صحیح کے ذریعے ہم بستری کا عمل ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تم میں سے جو شخص اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ حصار نکاح میں محفوظ رہنے والی عورتوں سے نکاح کر سکے تو اسے چاہئے کہ تمہاری ان لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح کر لے جو تمہارے قبضے میں ہوں اور مومنہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کا حال خوب جانتا ہے تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرو اور معروف طریقے سے ان کے مہر ادا کرو تاکہ وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو کر رہیں آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں۔ اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں۔ پھر جب وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو جائیں اور اس کے بعد کسی بد چلنی کی مرتکب ہوں تو ان کے لئے آدھی سزا ہے بہ نسبت حصار نکاح میں محفوظ رہنے والی عورتوں یعنی محصنات کی سزا کی۔ یہ سہولت تم میں سے ان لوگوں کے لئے ہے جن کو شادی نہ کرنے سے گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔ لیکن اگر تم صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (سورۃ نساء آیت ۲۵)

صفیہ بنت ابن عبید کہتی ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کر لی اور اپنی بیوی سے ہم بستری کرنے سے پہلے ایک دوسری عورت کے ساتھ بدکاری کا مرتکب ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسے سو کوڑے لگائے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا [۱] حضرت ابو بکرؓ نے اسے کوڑے لگائے اور رجم کا حکم نہیں دیا اس لئے کہ وہ محصن نہیں تھا یعنی اس میں احصان کی ایک شرط بیوی سے



۱۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۲۲۰ ب

ہم بستری نہیں پائی گئی تھی۔

محصن پر رجم کی حد جاری کرنے کے لئے احصان کے بارے میں مزید وضاحت ملاحظہ کیجئے لفظ زنا. پیرا نمبر ۳ جز۔ الف

۲۔ قذف یعنی تہمت لگانے پر حد جاری کرنے کے لئے احصان

حد قذف جاری کرنے کے لئے ان شرطوں کے علاوہ جن کا حد زنا جاری کرنے کے لئے پایا جانا ضروری ہے، مزید دو شرطیں اور پائی جانی چاہئیں اول مقذوف (وہ شخص جس پر تہمت لگائی گئی ہے) کا مسلمان ہونا اس لئے کہ کافر پر تہمت لگانے پر حد قذف جاری نہیں ہوتی ہاں اگر کسی مسلمان کی کافر ماں پر تہمت لگائی جائے تو اس مسلمان کی حرمت کا لحاظ کرتے ہوئے تہمت لگانے والے پر حد جاری کی جائے گی مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے بعد آنے والے خلفاء راشدینؓ اس شخص کو کوڑے لگاتے تھے جس نے کسی مسلمان کی ماں پر زنا کی تہمت لگائی ہو چاہے اسکی ماں خود یہودی ہو یا نصرانی۔ اس میں صرف مسلمان کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔[1]

دوسری شرط اس مقذوف کا زنا سے پاک ہونا۔ اگر اس شخص نے حرام نکاح یا جس میں حرام کا شبہ ہو یا غلط نکاح کر لیا ہو تو پھر زنا سے اس کی پاکدامنی مخدوش ہو جائے گی یعنی ایسے شخص پر تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری نہیں ہو گی۔

## إحياء الموات . بنجر زمینوں کو آباد کرنا

۱۔ حضرت ابو بکرؓ نیکی کے کاموں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ جو لوگ آپ سے کار خیر کی اجازت مانگتے تو آپ فوراً اجازت دے دیتے۔ اور انہیں بعض ایسی زمینیں دے دیتے جو خراج یا مال غنیمت کے طور پر حکومت کی ملکیت میں آتی ہوں اور ان کا کوئی مالک نہ ہونے کی وجہ سے وہ بنجر ہوتیں، اور انہیں فصل کی کاشت، یا شجر کاری یا تعمیرات کے ذریعے آباد کرنا مقصود ہوتا، اس سے دو مقاصد پورے ہوتے.

اول : بنجر زمین کی آبادی جس کی وجہ سے ملک کی آمدنی میں اضافہ ہوتا۔

دوم : بھلائی اور نیکی کے کاموں پر لوگوں کی حوصلہ افزائی۔

۲۔ بنجر زمینوں کی آبادی کے طریقے.

---

[1] عبدالرزاق جلد ۷، ص ۴۳۵

بنجر زمینوں کی آبادی دو طریقوں سے ہوتی ہے

۱۔ اقطاع : یعنی جاگیر کے طور پر دے دینا ابن قدامہ نے کتاب المغنی میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے طلحہ بن عبیداللہ کی جاگیر میں ایک زمین دی تھی [۱] اور اس سلسلے میں ایک دستاویز بھی لکھدی جس میں بہت سے لوگوں بشمول حضرت عمرؓ کی گواہیاں درج کی گئی تھیں۔ حضرت طلحہ وہ دستاویز حضرت عمر کے پاس لے کر آئے اور ان سے اس پر مہر لگانے (دستخط کرنے) کے لئے کہا۔ حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا اور پوچھا کہ "کیا یہ ساری جاگیر صرف تمہاری ہے اور اس میں لوگوں کا کوئی حصہ نہیں؟" حضرت طلحہ ناراض ہو کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور کہا "بخدا مجھے پتہ نہیں چلتا کہ خلیفہ تم ہو یا عمرؓ!! حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "بلکہ عمرؓ ہیں لیکن ہیں ذرا طبیعت کے سخت" [۲]

اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے زمین کا ایک ٹکڑا عُیینہ بن حصن کو بطور جاگیر عطا کیا اور اس کے لئے ایک تحریر بھی لکھدی۔ حضرت طلحہ نے اس سے کہا کہ اگر یہ تحریر تم عمرؓ کو دکھا لیتے تو اچھا ہوتا کیونکہ شاید ان کی طرف سے اس معاملے میں رکاوٹ پڑ جائے عُیینہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور تحریر پڑھوائی. حضرت عمر نے پوچھا "کیا یہ ساری جاگیر صرف تمہاری ہے اور اس میں لوگوں کا کوئی حصہ نہیں!!" پھر آپ نے اس تحریر کو تھوک کے ذریعہ مٹا دیا۔ عُیینہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس واپس آیا اور دوبارہ تحریر لکھ دینے کی درخواست کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "میں اس معاملے کی تجدید نہیں کر سکتا جسے عمرؓ نے رد کر دیا ہو" [۳]

اس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ جاگیر دینے کے معاملے میں حضرت ابو بکرؓ کا بھی وہ نظریہ تھا جو حضرت عمرؓ کا تھا۔ اسی لئے آپ حتی الامکان اس سے پرہیز کرتے۔ کنز العمال میں ہے.. حضرت معاذ کہتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت زبیرؓ کو ایک جاگیر دی میں اس کی تحریر لکھ رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عمرؓ آ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے وہ

---

۱۔ المغنی جلد ۵، ص ۵۶۷

۲۔ کتاب الاموال ص ۲۷۶

۳۔ کتاب الاموال ص ۲۷۶۔ سنن بیہقی جلد ۷، ص ۲۰، تفسیر طبری جلد ۱۴، ص ۲۱۵۔

تحریر مجھ سے لے کر بستر کی تہہ میں چھپا دی۔ حضرت عمرؓ نے آکر فرمایا "اوہو. آپ لوگ شاید کسی کام میں مصروف ہیں" حضرت ابو بکرؓ جواب دیا: "ہاں" (یہ سن کر حضرت عمرؓ واپس چلے گئے) پھر حضرت ابو بکرؓ نے وہ تحریر نکالی اور میں نے اسے مکمل کیا [1] یہ جاگیر جو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت زبیرؓ کو دی تھی مقام جرف اور قناۃ کے درمیان واقع تھی ,[2]

ب۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بنجر زمین کو انسان از خود آباد کر لے یعنی حکومت سے اجازت لینے کی ضرورت محسوس نہ کرے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "جس شخص نے کوئی ایسی زمین آباد کر لی جو کسی کی ملکیت نہ ہو تو وہ اس زمین کی ملکیت کا زیادہ حقدار ہے" وہ فرماتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بھی یہی فیصلہ دیا تھا [3] ابن حزم نے فرمایا "صحابہ میں سے کسی سے اس فیصلے کے بارے میں کوئی اختلاف منقول نہیں"[4]

## ادخار : ذخیرہ کرنا

اس سے متعلقہ مسائل کے لئے لفظ , اکتناز , دیکھئے

## اذان :(اعلان ، اذان)

۱۔ شرعی اصطلاح میں اذان مخصوص الفاظ کے ذریعے لوگوں کے لئے نماز کے اعلان کو کہتے ہیں۔

۲۔ اذان کا شعائر دین میں سے ہونا

حضرت ابو بکرؓ اذان کو شعائر دین میں سے خیال کرتے تھے۔ دین میں ترک اذان کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ کسی شہر یا گاؤں میں اس کا متروک ہونا وہاں کے لوگوں کے کفر کی دلیل ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین سے قتال کے لئے لشکر روانہ کئے تو آپ نے سالاروں کو یہ ہدایات دیں: ان مرتدین پر شبخون مارو. لیکن جس گاؤں میں تمہیں اذان کی آواز سنائی دے

---

۱۔ کنز العمال جلد ۳، ص ۹۱۳

۲۔ سنن بیہقی جلد ۶، ص ۱۴۴

۳۔ یہ حدیث امام بخاری نے روایت کی ہے۔

۴۔ المحلی جلد ۸، ص ۲۳۵

اس پر حملہ نہ کرو کیونکہ اذان ایمان کی علامت ہے" [۱]

۳۔ اذان کا وقت:

حضرت ابو بکرؓ نے اذان کے لئے صرف ایک موذن مقرر کیا تھا [۲] جمعہ کے روز جب آپ خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھ جاتے تو یہ آپ کے سامنے اذان دیتا [۳] رہی صبح کی اذان تو وہ طلوع فجر کے بعد دی جاتی تھی [۴] اس سے پہلے نہیں دی جاتی۔

۴۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی اذانیں:

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لئے اذان مشروع نہیں تھی اس لئے حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے بعد خلفاء کے عہد میں ان دونوں نمازوں کے لئے اذان نہیں دی جاتی تھی [۵] (دیکھئے لفظ صلواۃ، پیرا ۱۱، جز ج)

۵۔ اذان پر اجرت کا نہ لینا (دیکھئے لفظ اجارۃ، پیرا نمبر ۳)

## اُذن: کان

کان کاٹ لینے یا اکھاڑنے کا جرم اور اس کی سزا۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ کیجئے لفظ جنایہ پیرا نمبر ۴ جز۔ ز)

## ارث: وراثت

۱۔ وراثت کے اسباب

دو شخصوں کے درمیان وراثت کا سلسلہ اس وقت جاری ہو گا جب ان میں وراثت کے مندرجہ ذیل اسباب میں سے ایک سبب پایا جائے گا

۱۔ الرحم: خونی رشتہ داری

ا) خونی رشتہ داری کی بنا پر ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کا وارث ہو گا چاہے یہ وارث

---

۱۔ البدایہ والنہایہ، لابن کثیر جلد ۶، ص ۳۱۶۔ کنز العمال جلد ۵، ص ۲۵۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۱، ص ۴۸۳

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۳۵

۳۔ المغنی جلد ۲، ص ۲۹۷۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد ۳، ص ۴۴

۴۔ المحلی جلد ۳، ص ۱۱۹

۵۔ المحلی جلد ۵، ص ۸۵

ہونے والا عصبہ میں سے ہو یا ذوی الفروض میں سے یا ذوالارحام میں سے [1] اور چاہے یہ زندہ پیدا ہو چکا ہو یا ابھی ماں کے پیٹ میں ہو جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی

۲) الحمیل : ایسا بچہ جسے کوئی عورت اس دعوے کے ساتھ پیش کرے کہ یہ اس کا بیٹا ہے۔ اور اس مدعیہ کے پاس اس کی کوئی دلیل نہ ہو ایسا بچہ نہ تو اس عورت کا وارث بن سکے گا اور نہ وہ عورت اس بچے کی وارث بن سکے گی الا یہ کہ اس کا بیٹا ہونا دلیل سے ثابت ہو جائے[2]، کیونکہ بچے کو گود میں اٹھائے ہونا اس بات کے ثبوت کے لئے کافی نہیں ہے کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔

## ب۔ النکاح : نکاح کے ذریعے رشتہ داری

نکاح کی وجہ سے شوہر بیوی کا اور بیوی شوہر کی وارث ہو گی۔ زوجیت کا تعلق جب تک قائم رہے گا۔ اس وقت تک شوہر اور بیوی کے درمیان توارث کا سلسلہ باقی رہے گا اگر بیوی کو طلاق رجعی [3] ہو گئی ہو تو جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک وراثت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے : ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو وہ اس عورت کا سب سے بڑھ کر حقدار ہو گا (یعنی رجوع کر کے دوبارہ اپنی بیوی بنالے گا) جب تک وہ عورت تیسرے حیض سے پاک نہ ہو (تیسرے حیض کے خاتمے پر اس کے لئے رجوع کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی) اور جب تک وہ عورت عدت میں ہے وہ شخص اس کا وارث بھی ہو گا۔" [4]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۸۶۔ کنز العمال جلد ۱۱، ص ۷۰۔ سنن دارمی جلد ۲، ص ۳۸۸

[3] جس طلاق کے بعد شوہر عدت کے اندر نکاح کے بغیر رجوع کر سکتا ہو اسے طلاق رجعی کہتے ہیں۔

[4] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۲۵۱۔ المغنی جلد ۶، ص ۳۲۹۔ کشف الغمہ جلد ۱، ص ۱۰۲

ج ۔ الولاء ۔ ملکیت کا تعلق

میراث جو آزاد کردہ غلام یا لونڈی سے حاصل ہو حضرت ابو بکرؓ آزاد کردہ غلام کی میراث جب کہ اس کا کوئی اور رشتہ دار نہ ہوتا اس کے آزاد کرنے والے آقا کو دیتے تھے ۔ خواہ اس نے اسے وجہ اللہ آزاد کر کے اس پر سے اپنا ہر حق ختم کر لیا ہو یا خواہ کسی اور وجہ سے اسے آزادی دی ہو حضرت سالم ایک انصاری خاتون جس کا نام عمرہ بنت یغار تھا کے آزاد کروہ غلام تھے خاتون نے انہیں وجہ اللہ آزاد کر دیا تھا۔ جنگ یمامہ (حضرت ابو بکرؓ کے عہد کی مشہور ۳ جنگ مسلمانوں اور مشہور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے درمیان لڑی گئی تھی) میں وہ شہید ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ سے ان کی متروکہ میراث کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ یہ کسے دی جائے۔ حضرت نے فرمایا: "عمرہ کو دے دو"۔ لیکن حضرت عمرہ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا [۱]

د ۔ وارث ہونے میں ایک سے زائد اسباب کا جمع ہو جانا:

اگر ایک وارث میں وارث کے ایک سے زائد اسباب جمع ہو جائیں تو یہ شخص جملہ اسباب کی بنا پر وارث ہو گا۔ مثلاً ایک وارث متوفیہ کا شوہر بھی ہو اور چچا زاد بھائی بھی۔ اور اس کے سوا اس متوفیہ کا اور کوئی وارث نہ ہو تو ایسی صورت میں یہ شخص شوہر ہونے کی وجہ سے آدھی میراث کا حقدار ہو گا اور عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی کا بھی وارث ہو گا۔ ابراھیم نخعیؒ نے ایک متوفیہ کی میراث کے سرمائے میں جس نے اپنے پیچھے اخیافی بھائی بہن [۲] چھوڑے تھے اور یہ اس کے چچا زاد بھی تھے، یہ فتویٰ دیا تھا کہ یہ اخیافی بھائی بہن میراث کا تیسرا حصہ اپنے درمیان مساوی طور پر تقسیم کر لیں گے۔ اور باقی دو تہائی عصبہ ہونے کی وجہ سے بھائیوں کو مل جائے گا اور بہنیں محروم رہیں گی۔ حضورؐ کے صحابہ کرام کا بھی یہی فتویٰ تھا [۳]

---

۱۔ سنن بیہقی جلد ۱۰، ص ۳۰۰

۲۔ ایسے بھائی بہن جن کی ماں ایک ہو لیکن باپ الگ الگ ہوں۔

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۸۱

## ۲۔ وراثت کی شرطیں

دو شخصوں کے درمیان توارث کا سلسلہ اسی وقت چلے گا جبکہ مندرجہ ذیل شرطیں پائی جائیں گی۔

آ۔ مورث یعنی وراثت چھوڑ جانے والے کی وفات کے وقت وارث کا زندہ ہونا

۱) اگر مورث کی موت کے وقت وارث کا زندہ ہونا پایہ ثبوت تک نہ پہنچ سکے تو پھر ان دونوں کے درمیان توارث کا سلسلہ نہیں چل سکتا اور ان کی ساری جائداد ان کے زندہ وارثوں کو مل جائے گی۔ [۱]

اسی بنا پر حضرت ابو بکرؓ نے جنگ یمامہ میں شہید ہونے والوں کے بارے میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ ان میں کوئی کسی کا وارث نہیں ہوگا کیونکہ یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ کس کی وفات پہلے ہوئی اور کس کی بعد میں۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ ہاں جو لوگ زندہ رہ گئے ہیں وہ جنگ میں کام آنے والوں کے وارث ہوں گے۔ [۲] یہی اصول ڈوب کر یا جل کر مرنے والوں کے لئے ہے بلکہ ان تمام لوگوں کے لئے بھی جن کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ ان میں سے کس کی موت پہلے واقع ہوئی۔

۲) حمل کی میراث : اگر ماں کے پیٹ کا حمل زندہ پیدا ہو تو اسے ماں کے پیٹ میں بھی زندہ سمجھا جائے گا۔ اور اگر مردہ پیدا ہو تو اسے ماں کے پیٹ میں بھی مردہ تصور کیا جائے گا۔ اور اسی حساب سے میراث میں اس کا حق ثابت ہوگا۔ اب اگر ایک شخص مر جائے۔ اور اس کی بیوی حاملہ ہو اور بعد میں زندہ بچے کو جنم دے تو وہ بچہ مرنے والے کی میراث کا حقدار ہوگا اور اگر مردہ پیدا ہوا تو اسے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ حضرت ابو بکرؓ ماں کے پیٹ میں حمل کو زندہ ہونے کی صورت میں وارث قرار دیتے

---

۱۔ المغنی جلد ۶، ص ۲۰۸

۲۔ سنن بیہقی جلد ۶، ص ۲۲۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰، ص ۲۹۸۔ کنزالعمال جلد ۱۱، ص ۲۲۰

تھے۔ عطاء بن ابی رباح تابعی سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے اپنی ساری جائداد اپنی اولاد میں تقسیم کر دی اور ملک شام کے سفر پر چلے گئے۔ پھر ان کی وفات ہو گئی۔ وفات کے وقت ان کی بیوی حاملہ تھیں لیکن حضرت سعد کو اس کی خبر نہیں تھی جب بچہ پیدا ہوا تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت سعد کے بیٹے قیس بن سعد کو کہلا بھیجا کہ سعد کو اپنی وفات کے وقت اس حمل کے بارے میں کچھ پتہ نہ تھا اب ہمارا خیال یہ ہے کہ ان کی جائداد میں اس نوزائیدہ کا بھی حصہ ہونا چاہئے جو اسے دے دیا جائے قیس بن سعد نے جواب میں کہا "میرے والد نے جس طرح جائداد تقسیم کی اور اس پر عملدر آمد کیا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔

البتہ میں اپنا حصہ اس نوزائیدہ کو دیتا ہوں" ۔ ابن جریج نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا "حضرت سعد نے یہ تقسیم کتاب اللہ کے مطابق کی تھی؟" تو انہوں نے جواب دیا کہ صحابہ کرام کتاب اللہ کے مطابق ہی تقسیم کرتے تھے [1]

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے حضرت ابو بکرؓ نے مقام غابہ میں اپنے کھجور کے درختوں میں بیس وسق [2] کھجور انہیں بطور ہبہ دینے کے لئے مخصوص کر لیا تھا۔ جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو انہیں بلا کر فرمایا "بیٹی! بخدا دنیا میں میرے لئے تم سے بڑھ کر کوئی پیارا نہیں اور نہ ہی میرے بعد تمہاری تنگ دستی سے بڑھ کر کوئی چیز میرے لئے تکلیف دہ ہے۔ میں نے بیس وسق کھجور دینے کے لئے مخصوص کر لئے تھے، اگر تم نے یہ کھجور اتروا لئے ہیں اور ان کا ذخیرہ کر لیا ہے تو پھر یہ تمہارے ہیں اب یہ آج کے بعد سے وارث کا مال ہیں. اور اس کے وارث تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں اس لئے اس متروکہ مال کو میرے بعد کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر لینا" ۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا ابا جان! اگر آپ مجھے اس لئے بھی زیادہ مال بطور عطیہ دے دیتے تو پھر بھی میں میراث کی تقسیم کی خاطر اس مال سے دست بردار ہو جاتی. ابا جان! ایک بہن تو اسماء ہوئی دوسری بہن کونسی ہے۔؟" فرمایا "جو میری

---

۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۹، ص ۹۹۔ المحلی جلد ۹، ص ۱۴۲۔ کنز العمال جلد ۱۱، ص ۳۲۔ المغنی جلد ۵، ص ۶۱۶

۲۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے تین سیر کا۔

بیوی کے رحم میں ہے، میرا خیال ہے کہ وہ لڑکی ہو گی" [1]

## ب ۔ اقرب وارث کی عدم موجودگی۔

زیادہ قریبی وارث کی موجودگی میں زیادہ دور کا وارث میراث سے محروم رہتا ہے۔ جیسے دادا کی موجودگی میں بھائی میراث سے محروم رہتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ دادا کو باپ کی جگہ رکھ کر بھائیوں کے مقابلے میں اسے زیادہ قریبی وارث قرار دیتے تھے اس لئے اب دادا وارث ہو گا اور بھائی محروم رہیں گے۔

## ج ۔ وارث کے اندر میراث سے محروم کر دینے والی درج ذیل باتوں میں سے کسی بات کا نہ پایا جانا۔

## ۳ ۔ موانع ارث : میراث سے روک دینے والی باتیں

تین چیزیں ایسی ہیں جو کسی وارث کو میراث سے محروم کر دیتی ہیں

ا ۔ قتل، قاتل اپنے مقتول کی میراث کا وارث نہیں ہو گا چاہے اس نے یہ قتل جان بوجھ کر کیا ہو یا غلطی سے۔ [2]

ب ۔ کفر

۱) مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا : دو مذاہب والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے" [3]

امام زُہری نے فرمایا : "حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں مسلمان کافر اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا تھا۔ جب حضرت معاویہؓ کا دور آیا تو انہوں نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا لیکن کافر کو مسلمان کا وارث نہیں بننے دیا۔ لوگوں نے بھی یہی راستہ اختیار کر لیا یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور خلافت میں اس طریقے کو منسوخ کر کے حضورؐ کے عہد کا طریقہ جاری کر دیا۔ یزید بن عبدالملک نے اسی طریقے کو اختیار کیا لیکن ہشام بن

---

۱ ۔ سنن بیہقی جلد ۶، ص ۱۷۰ ۔ موطا امام مالک جلد ۲، ص ۷۵۲

۲ ۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۱، ص ۱۰۱ ۔

۳ ۔ المغنی جلد ۶، ص ۲۹۱

عبدالملک نے اسے بدل کر دوسرا مسلک اختیار کر لیا [1]

۲) مرتد کی وراثت : مرتد اس کلئے سے مستثنیٰ ہے۔ اس کے مرنے پر اس کی جائداد اس کے مسلمان وارثین میں تقسیم ہو جائے گی۔ زید بن ثابتؓ سے مروی ہے :

"حضرت ابو بکرؓ نے جب مرتدین کی طرف توجہ دی تو مجھے یہ ہدایات دیں کہ میں ان کا مال ان کے بعد ان کے مسلمان ورثاء کے درمیان تقسیم کر دوں" [2]

### ج ۔ الرق ، غلامی

غلام کسی چیز کا وارث نہیں ہو سکتا کیونکہ غلامی کی وجہ سے اسے کسی مال کی ملکیت نہیں حاصل ہو سکتی ۔ ہمیں اس سلسلے میں حضرت ابو بکرؓ کی کوئی واضح ہدایت نہیں مل سکی لیکن چونکہ اس مسئلے پر امت کا اجماع ہے اس لئے حضرت ابو بکرؓ سے اس بارے میں کسی روایت کی عدم موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

## ۴۔ وراثت میں دادی کا حصہ

ا۔ مرنے والے کی دادی اپنے بیٹے یعنی میت کے باپ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگی۔ یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مسلک تھا اور امام شعبی کے قول کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود کے سوا تمام صحابہ کرامؓ میت کی دادی کو اپنے بیٹے کے ساتھ وارث نہیں بناتے تھے۔ [3]

ب۔ ایک دادی یا نانی کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زائد ہوں تو پھر چھٹے حصے میں سب شریک ہوں گی۔ ایک دادی یا نانی کا چھٹے حصے کا استحقاق حضرت ابو بکرؓ کے اس واقعہ سے ثابت ہے۔ ایک مرتبہ ایک دادی (یا نانی) حضرت ابو بکرؓ کے پاس آکر میراث میں اپنے حصے کا مطالبہ کرنے لگی۔ حضرت نے اس سے فرمایا: "تمہارے لئے اللہ کی کتاب میں کوئی حصہ نہیں ہے اور اللہ کے رسول کی سنت میں بھی تمہارے حصے کے بارے مجھ تک کوئی روایت نہیں پہنچی ہے۔ تاہم میں لوگوں سے پوچھ کر تمہیں جواب دوں گا" حضرت

---

۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۸۲

۲۔ المغنی جلد ۶، ص ۳۰۰

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۸۵

مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے میرے سامنے اسے چھٹا حصہ دیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا: "تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟" اس پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاری نے حضرت مغیرہ کی روایت کی تصدیق کی۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے اس کے مطابق دادی (یا نانی) کے لئے چھٹے حصے کا فیصلہ کر دیا۔ پھر مرنے والے کی دوسری دادی (یا نانی) حضرت عمرؓ کی خدمت میں آ کر اپنا حصہ مانگنے لگی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اللہ کی کتاب میں تمہارے لئے کوئی حصہ نہیں۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے چھٹے حصے کا فیصلہ تمہارے لئے نہیں بلکہ تم سے پہلے آنے والی دادی (یا نانی) کے لئے کر دیا ہے اور میں اللہ کی طرف سے رشتہ داروں کے لئے مقرر کردہ حصوں میں اضافہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اب صرف یہی چھٹا حصہ ہے۔ تم دونوں کی موجودگی کی صورت میں یہ تم دونوں کا ہوگا اور ایک کی موجودگی کی صورت میں یہ اس کا ہوگا [۱] رہا تمام دادیوں یا نانیوں کا چھٹے حصے میں شریک ہونا تو اس کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا یہ واقعہ بطور ثبوت موجود ہے۔ آپ کی خدمت میں مرنے والے کی دادی اور نانی دونوں آئیں۔ آپ نے نانی کو حصہ دے دیا اور دادی کو کچھ نہ دیا اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن سہلؓ نے جو جنگ بدر میں شریک ہونے والے ایک انصاری صحابی تھے۔ حضرت ابو بکرؓ سے کہا "آپ نے مرنے والے کی میراث میں سے ایسے وارث یعنی نانی کو حصہ دے دیا ہے کہ اگر یہ خود مر جاتی تو یہ (یعنی نواسہ) اس کی میراث میں کوئی حصہ نہ پاتا" یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے دادی اور نانی کو چھٹے حصے میں شریک کر دیا۔ [۲]

## ۵۔ وراثت میں دادا کا حصہ

حضرت ابو بکرؓ میت کے دادا کو اس کے باپ کی موجودگی میں کوئی حصہ نہیں دیتے تھے اگر میت کا

---

۱۔ الموطا جلد ۲، ص ۵۱۳۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰، ص ۲۷۴۔ المحلی جلد ۹، ص ۲۷۸۔ کنزالعمال جلد ۱۱، ص ۱۴۔ المغنی جلد ۶، ص ۲۰۶

۲۔ سنن سعید بن منصور جلد ۳، ص ۳۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰، ص ۲۷۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۸۵۔ الموطا جلد ۲، ص ۵۱۳۔ سنن بیہقی جلد ۶، ص ۲۳۵۔ کنزالعمال جلد ۱۱، ص ۲۲۔ المحلی جلد ۹، ص ۲۷۴

باپ نہ ہوتا اور دادا ہوتا تو دادا کو باپ کے قائم مقام کر کے اسے باپ والا حصہ دے دیتے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ دادا کو باپ کی جگہ کر دیتے" حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد ہے " دادا باپ کی طرح ہے جب تک اس کے پس پشت باپ نہ ہو جس طرح پوتا بیٹے کی طرح ہے۔ جب تک اس کے پس پشت بیٹا نہ ہو" [1]

اس بناء پر ہر قسم کے بھائی خواہ وہ سگے ہوں یا ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے دادا کے ہوتے ہوئے وراثت سے محروم رہیں گے۔

ہمیں حضرت ابو بکرؓ کا یہ فیصلہ بھی ملتا ہے جو آپ نے ایک مرنے والے کی میراث کے بارے میں فرمایا۔ اس کا ایک علّاتی (باپ کی طرف سے) بھائی تھا. ماں تھی اور دادا تھا آپ نے سارا مال دادا کو اس بنا پر دے دیا کہ وہ باپ کی جگہ ہے اور علاتی بھائی کو کچھ بھی نہیں دیا۔ [2] اسی طرح ایک شخص اپنے پیچھے ماں. دادا اور ایک بہن چھوڑ کر وفات پا گیا تو آپ نے ماں کو میراث میں سے تیسرا حصہ دیا اور باقی ماندہ میراث دادا کو اس بناء پر دے دی کہ وہ باپ کی جگہ ہے۔ [3] اور بہن کو کچھ نہیں دیا۔

اسی طرح ایک عورت اپنے پیچھے خاوند. ماں. دادا اور بہن چھوڑ گئی۔ آپ نے شوہر کو نصف. ماں کو تہائی اور باقی ماندہ دادا کو دے دیا اور بہن کو کچھ نہیں دیا کیونکہ دادا نے جو اب بمنزلہ باپ کے تھا اسے میراث سے محروم کر دیا [4]

## ۶۔ کلالہ[5] کی میراث

حضرت ابو بکرؓ کی رائے میں کلالہ وہ شخص ہے جو لاولد بھی ہو اور جس کے باپ دادا بھی نہ ہوں۔

---

[1] سنن بیہقی جلد ۲. ص ۲۲۵. کنز العمال جلد ۱۱. ص ۵۷

[2] اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۸۳

[3] المغنی جلد ۶. ص ۲۲۶

[4] المغنی جلد ۶. ص ۲۲۴

[5] کلالہ کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض کی رائے میں کلالہ وہ شخص ہے جو لاولد بھی ہو اور جس کے باپ دادا بھی نہ ہوں اور بعض کے نزدیک محض لاولد مرنے والے کو کلالہ کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر کی رائے میں اس کا اطلاق پہلی صورت پر ہوتا ہے اور عام فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے۔

آپ کا ارشاد ہے: "کلالہ کے بارے میں میری ایک رائے ہے۔ اگر یہ رائے درست ہے تو یہ من جانب اللہ ہے اور اگر غلط ہے تو یہ میری ذات اور شیطان کی طرف سے ہے۔ میرے نزدیک کلالہ ماسوائے اولاد اور والد ہے[1] یعنی وہ بھائی بہن ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے خطبے میں ارشاد فرمایا: "اللہ تعالی نے سورہ نساء کی ابتدا میں وارثوں کے حصوں کے بارے میں آیت نازل کی ہے وہ اولاد اور والد کے حصوں کے بارے میں ہے۔ اس کے ساتھ دوسری آیت میاں، بیوی اور اخیافی بھائی بہنوں کے حصوں کے بارے میں ہے اور جس آیت پر اس سورت کو ختم فرمایا وہ سگے اور سوتیلے بھائی بہنوں کے حصوں کے بارے میں ہے۔ اور وہ آیت جس پر سورہ انفال ختم ہوتی ہے وہ اللہ تعالی نے ذوی الارحام (خون کے رشتہ داروں) کے بارے میں نازل فرمائی ہے کہ وہ اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں[2]

میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ جو آیت اخیافی یعنی ماں کی طرف سے رشتے کے بہن بھائیوں کے بارے میں ہے وہ یہ ہے (وان کان رجل الخ اور اگر وہ مرد عورت بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر بھائی بہن ایک سے زائد ہوں تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ شریک ہوں گے جبکہ وصیت جو کی گئی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو میت نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو۔ یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ دانا اور نرم خو ہے)

رہی وہ آیت جو سگے یا سوتیلے بھائی بہنوں کے بارے میں ہے تو وہ یہ ہے (یستفتونک قل اللہ الخ لوگ آپ سے کلالہ کے بارے میں فتوی پوچھتے ہیں کہہ دیجئے اللہ تمہیں فتوی دیتا ہے اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے نصف پائے گی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہو گا۔ اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو عورتوں کو اکہرا اور مردوں کو دوہرا حصے ملے گا۔ اللہ تمہارے لئے احکام کی توضیح کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے)۔

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۸۹۔ سنن بیہقی جلد ۶، ص ۲۲۳۔ کنز العمال جلد ۱۱، ص ۷۹۔ المغنی جلد ۶، ص ۱۶

[2] کنز العمال جلد ۱۱، ص ۲۲

۷ ۔ الرد : لوٹانا

آ ۔ میراث میں سے ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقی ماندہ ترکے کو ان کے درمیان ان کے حصوں کی نسبت سے تقسیم کر دینے کو"الرد" کہا جاتا ہے۔

ب ۔ حضرت ابو بکرؓ ذوی الفروض پر باقی ماندہ ترکے کو حصوں کی نسبت سے تقسیم کرنے کے قائل نہیں تھے جیسا کہ ایک واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم جنگ میں شہید ہو گئے تو آپ نے ان کے ترکہ میں سے نصف ان کی بیٹی کو دے دیا اور باقی ماندہ نصف اللہ کے راستے میں لگا دیا۔ اگر آپ ذوی الفروض پر باقی ماندہ ترکہ کی دوبارہ تقسیم کے قائل ہوتے تو سالم کے باقی ماندہ نصف ترکہ کو اللہ کے راستے میں دینے کی بجائے ان کی بیٹی کو ہی دے دیتے۔

۸ ۔ وارث کا میت کی وصیت میں کسی چیز کا حقدار نہ ہونا

اس مسئلے کی وضاحت کے لئے ملاحظہ کیجئے لفظ وصیہ پیرا نمبر۔ ۴

إرداف : سواری پر پیچھے سوار کر لینا

سواری پر دوسرے شخص کو اپنے پیچھے سوار کر لینا درست ہے۔ بشرطیکہ کوئی رکاوٹ نہ ہو مثلاً جانور میں دو شخصوں کے بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ ہو یا پیچھے سوار ہونے والی کوئی اجنبی غیر محرم خاتون ہو۔ زھرہ بن خمیصہ سے روایت ہے : "میں حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے سوار تھا۔ جب ہمارا گزر لوگوں کے پاس سے ہوتا تو ہم انہیں السلام علیکم کہتے وہ جواب میں وعلیکم السلام اس کثرت سے کہتے کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا آج تو لوگ سلام کے معاملے میں ہم پر غالب آ گئے"[1]

أرش : جرمانہ

قتل کے علاوہ کسی جرم کی پاداش میں جرمانے کے طور پر دیا جانے والا مال أرش کہلاتا ہے۔ دیکھئے لفظ جنایہ پیرا۔ ۴، ۵

ارض : زمین

۱ ۔ زمین (مٹی) پر سجدہ کرنا چٹائی پر سجدہ کرنے سے بہتر ہے۔ دیکھئے لفظ صلاۃ پیرا

---

[1] کنز العمال جلد ۶، ص ۲۱۹

نمبر۔ ۴

۲۔ بنجر زمینوں کو آباد کرنا دیکھئے احیاء الموات

۳۔ بٹائی پر زمین دینا دیکھئے لفظ مزارعہ

## استبراء : برات طلب کرنا۔ پاک کرنا

زنا کار عورت کا اپنے آپ کو حمل سے پاک کرنا دیکھئے لفظ زنا پیرا ۳۔ جز۔ ج

## استتابہ : توبہ طلب کرنا

مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا دیکھئے لفظ ردۃ پیرا۔ ۳

## استحقاق : ضروری ٹھہرانا۔ حقدار ہونا

ایسی چیز جس کا کوئی حقدار ہو اس کا کسی اور کے پاس پایا جانا دیکھئے لفظ سرقہ پیرا۔ ۶

## استسقاء : بارش طلب کرنا

قحط سالی کے وقت بارش کا طلب گار بن کر اللہ کی طرف توجہ کرنا استسقاء کہلاتا ہے۔ یہ توجہ ایک نماز کی صورت میں ہوتی ہے۔ دیکھئے لفظ صلاۃ پیرا۔ ۱۲

## استقاءۃ : زبردستی قے کر دینا

حرام غذا کو بذریعہ قے باہر نکال دینا دیکھئے طعام پیرا۔ ۳

## استہلال : نوزائیدہ بچے کی پہلی آواز۔ چاند دیکھنا

۱۔ پیدائش کے بعد نوزائیدہ بچے سے ایسی آواز کا ظاہر ہونا جو اس کی زندگی پر دلالت کرتی ہو استقلال کہلاتا ہے۔

۲۔ رؤیت ہلال کی گواہی دیکھئے لفظ شہادۃ پیرا۔ ۲۔ جز۔ د

## أسر : گرفتار کرنا۔ قید کرنا

### ۱۔ تعریف :

جنگ کے دوران برسرپیکار دشمن کے آدمیوں کو قیدی بنالینا

### ۲۔ فدیہ لے کر قیدیوں کی رہائی

شاید حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس رائے کے حامی تھے کہ مشرکین کے جنگی قیدیوں کو قتل کر دینا

واجب ہے اور فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔ معمر بن عبدلکریم کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو ایک مشرک جنگی قیدی کے بارے میں لکھا گیا کہ اس کے فدیے میں اتنی مقدار میں مال مل رہا ہے تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب میں لکھا "اس کا فدیہ نہ لو بلکہ اسے قتل کر دو" [1]

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا "اگر تم کسی مشرک کو گرفتار کر لو اور پھر تمہیں بطور فدیہ دو مد [2] دینار (سونے کے سکے) ملیں تو پھر بھی اس کا فدیہ نہ لو [3] (بلکہ اسے قتل کر دو)۔

شاید حضرت ابو بکرؓ اس مسئلے میں قرآن مجید کی اس آیت کو پیش نظر رکھتے تھے (ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض کسی نبی کے لئے یہ زیبا نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے) اور چونکہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں اسلامی حکومت ابھی ابتدائی دور میں تھی اس لئے آپ نے قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینے کی بجائے قتل کر دینا مناسب سمجھا۔

حضرت ابو بکرؓ کو جب یہ اطلاع ملی کہ مرتدین کا ایک سردار طلیحہ اسدی گرفتار ہو گیا ہے تو آپ نے سالار لشکر حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا: "مرتدین کے خلاف جنگ میں پوری طرح کوشاں رہو اور نرم نہ پڑو۔ اور تمہیں جو بھی ایسا مشرک ہاتھ آئے جس نے کسی مسلمان کی جان لی ہو تو اسے ضرور اس کی سزا دو۔ (یعنی قتل کر دو) اور ان لوگوں میں سے جنھوں نے اللہ سے بغاوت کی ہو اور اللہ کے خلاف صف آرا ہوئے ہوں، کوئی بھی اگر گرفتار ہو جائے تو اسے قتل کر دو [4]

## اسلام: مسلمان ہو جانا

۱۔ اسلام وہ دین ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل ہوا اور یہ عقائد شریعت اور اخلاق کا مجموعہ ہے۔

۲۔ جو شخص دین اسلام میں داخل ہوتا حضرت ابو بکرؓ اس سے یہ عہد لیتے کہ "تو اللہ پر ایمان لائے گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا اور جو نمازیں فرض ہیں انہیں وقت

---

[1] کتاب الاموال ص ۱۴۰، کنز العمال جلد ۴ ص ۵۴۵

[2] ایک پیمانہ جس کی مقدار، دو رطل ہوتی ہے ایک رطل چالیس تولے کا ہوتا ہے۔

[3] کتاب الخراج ص ۲۲۳

[4] البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۱۸

پر ادا کرے گا. اس لئے کہ ادائیگی صلوٰۃ میں کوتاہی ہلاکت ہے۔ اور تو خوش دلی کے ساتھ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ رمضان کے روزے رکھے گا اور بیت اللہ کا حج کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جسے تجھ پر حاکم مقرر کرے اس کی بات سنے گا اور اس کی اطاعت کرے گا" ایک دفعہ ایک نو مسلم سے یہ بھی کہا "تو اللہ کے لئے کام کرے گا لوگوں کے لئے نہیں" [1]

۳۔ اگر کفر میں کوئی اچھی بات ہو تو اسلام نہ صرف اسے باقی رکھتا ہے بلکہ اسے اختیار کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ اور جو بات بری ہو اسے باطل قرار دے کر مٹا دیتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ ایک خاتون کے پاس آئے لیکن اس خاتون نے حضرت سے بات نہیں کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت تک اسے نہیں چھوڑا جب تک کہ وہ گویا نہ ہوئی کہنے لگی۔ "اے اللہ کے بندے آپ کون ہیں؟ حضرت نے فرمایا "مہاجرین میں سے ہوں" کہنے لگی "مہاجرین تو بہت ہیں آپ مہاجرین کے کس قبیلے سے ہیں" فرمایا قبیلہ قریش سے" کہنے لگی "قریش تو بہت ہیں. آپ کون ہیں" فرمایا ابو بکرؓ ہوں" اس پر اس خاتون نے کہا. میرے ماں باپ آپ پر قربان. زمانہ جاہلیت میں ہمارے اور کچھ دوسرے لوگوں کے درمیان ایک جھگڑا چل رہا تھا. میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس جھگڑے سے نجات مل گئی تو اس کے شکرانے میں جب تک حج نہ کراوں گی کسی سے بات نہیں کروں گی (اسی لئے میں نے ابتدا میں آپ سے بات نہیں کی)" یہ سنکر حضرت ابو بکرؓ نے اس سے فرمایا۔ "اسلام نے اس قسم کی تمام غلط باتیں مٹا دی ہیں اس لئے اپنی قسم چھوڑ دو اور باتیں کرو" [2]

۴۔ ایک شخص مسلمان کب ہوتا ہے؟

امت کا اس پر اجماع ہے کہ ایک شخص کلمہ طیبہ پڑھنے کے ساتھ مسلمان ہو جاتا ہے حضورؐ کے زمانہ مبارک اور بعد کے زمانوں میں کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو مسلمان تسلیم کر لیا جاتا تھا. اسی طرح اگر کسی شخص کی پیدائش کے وقت اس کے والدین میں سے ایک مسلمان ہوتا۔ یا جنگ کے دوران کم عمری میں گرفتار ہو کر مسلمانوں کے پاس آ جاتا تو اسے مسلمان سمجھا جاتا۔

---

۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۱۱. ص ۳۳۰

۲۔ کنزالعمال جلد ۱۶. ص ۴۲۷

۵۔ دائرہ اسلام سے خارج کر دینے والی باتیں. تفصیل .ملاحظ کیجئے لفظ ردۃ پیرا۔ ۲. و لفظ صلوۃ پیرا۔۳

۶۔ اسلام کا شرط ہونا

جن باتوں کے لئے اسلام شرط ہے ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

ا۔ عبادات مثلاً نماز. روزہ. حج. زکواۃ کے لئے بالا جماع اسلام شرط ہے۔

ب۔ مسلمانوں کے معاملات کی سربراہی مثلاً خلافت. قضا وغیرہ کے لئے بھی اسلام شرط ہے اس پر امت کا اجماع ہے کیونکہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ "کسی مسلمان پر کسی کافر کی سربراہی نہیں ہو سکتی" یہی وجہ ہے کہ اگر بیوی مسلمان ہو تو شوہر کا بھی مسلمان ہونا ضروی ہے نیز اہل شوریٰ کے لئے بھی اسلام شرط ہے (ملاحظ کیجئے لفظ شوریٰ)

ج۔ اسی طرح اگر دو شخصوں کے درمیان توارث کا سلسلہ ہو اور ان میں سے ایک مسلمان ہو تو وراثت کے استحقاق کے لئے دوسرے کا مسلمان ہونا بھی لازم ہے (دیکھئے لفظ ارث. پیرا۔۳. جز۔ ب)

د۔ اسی طرح اگر کسی کافرماں پر کسی نے تہمت لگائی تو اس تہمت لگانے والے پر اسی وقت حد قذف جاری ہوگی اگر اس کا بیٹا مسلمان ہوگا۔ (دیکھئے لفظ قذف پیرا۔ ۲)

۷۔ کافر دشمن کے خلاف جنگ شروع کرنے سے پہلے اسے اسلام کی دعوت دینا واجب ہے (دیکھئے لفظ جہاد. پیرا۔ ۵. جز۔ الف)

۸۔ کسی مسلمان کو شروع ہی سے غلام بنا لینے کی ممانعت ہے (دیکھئے لفظ سبی)

۹۔ اذان اسلام کے شعائر میں سے ہے دیکھئے لفظ اذان پیرا۔ ۲

## أشربہ: جمع شراب (پینے کی چیز)

متعلقہ مسائل کے لئے دیکھئے لفظ خمر

## أُصبع: انگلی

وضو میں انگلیوں کا خلال کرنا (دیکھئے لفظ وضوء پیرا۔ ۶)

## اُضحیہ : قربانی

### ۱۔ تعریف

اضحیہ اس جانور کا نام ہے جسے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ایام نحر (دسویں تا بارہویں ذی الحجہ) میں ذبح کیا جاتا ہے

### ۲۔ قربانی کے احکام

حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی جو شخص قربانی دینے کی استطاعت رکھتا ہے اس پر قربانی سنت ہے واجب نہیں ہے [۱] اسی لئے حضرت ابو بکرؓ قربانی نہیں دیا کرتے تھے تاکہ دیکھنے والے یہ نہ سمجھ لیں کہ قربانی واجب ہے کیونکہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔

ابو سریحہ حذیفہ بن اسید غفاری فرماتے ہیں "میں نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں کو قربانی نہ دیتے ہوئے دیکھا ہے تاکہ لوگ بھی ان کے نقش قدم پر نہ چل پڑیں [۲]۔

۳۔ ایک گائے یا اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے ابراہیم نخعی نے فرمایا" حضورؑ کے صحابہ کرامؓ کا ارشاد ہے کہ اونٹ اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے" [۳]

## اضطباع :

داہنی بغل سے چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔ طواف میں اضطباع کرنا (دیکھئے لفظ حج پیرا۔ ۷)

## اعتکاف . اعتکاف کرنا

۱۔ مسجد میں اللہ سے قربت حاصل کرنے کی نیت سے ٹھہرنا اعتکاف کہلاتا ہے۔

۲۔ حضرت ابو بکرؓ جب مسجد میں اعتکاف کرتے تو وضو بھی مسجد ہی میں کرتے۔ [۴]

## أعراب : بدو

تفصیل کے لئے لفظ ، بدو ، دیکھئے۔

---

[۱] المغنی جلد ۸ ، ۶۱۸

[۲] مصنف عبدالرزاق جلد ۴ ، ص ۳۸۱ ، المحلی جلد ۷ ص ۱۹۔ کشف الغمہ جلد ۱ ، ص ۲۳۱

[۳] المحلی جلد ۷ ص ۳۸۲

[۴] المغنی جلد ۳ ، ص ۲۰۶

## إعسار : تنگ دستی

انسان پر جو مالی ذمہ داریاں ہیں انہیں ادا کرنے سے اگر فی الحال قاصر ہو تو اسے إعسار کہا جاتا ہے۔

(دیکھئے لفظ دین)

إعسار اور افلاس میں یہ فرق ہے کہ اعسار میں فی الحال مالی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی قدرت نہیں ہوتی اور افلاس میں فی الحال بھی قدرت نہیں ہوتی اور آئندہ بھی اس کا امکان نہیں ہوتا۔

## إفراد : تنہا ہونا

حج مفرد کرنا[1]۔ (دیکھئے لفظ حج، پیرا۔ ۳ جز۔ الف)

## افطار : روزہ کھولنا

آ۔ رمضان میں افطار کا افضل وقت کون سا ہے؟ (دیکھئے لفظ صیام پیرا۔ ۳ جز۔ ج)۔

ب۔ وقت افطار (دیکھئے لفظ صیام، پیرا۔ ۲، جز۔ ج)

## افلاس : مفلس ہونا

اگر کسی شخص پر قرض چڑھ گیا ہو اور وہ اس بنا پر اس کی ادائیگی سے قاصر ہے کہ اس کے اخراجات کے مقابلے میں آمدنی کم ہے تو ایسی صورت حال کو افلاس کہا جاتا ہے (دیکھئے لفظ دین)۔

## إقامہ : قیام کرنا

نماز کی جماعت کے لئے اقامت کہنا۔

عید کی نماز کے لئے اقامت کا نہ ہونا (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا۔ ۱۱، جز۔ ج)

## إقرار : اقرار کرنا۔ اعتراف کرنا۔

### ۱۔ تعریف :

کسی مکلّف[2] کا اپنے ذمہ کسی حق کے اعتراف کو اقرار کہا جاتا ہے۔

### ۲۔ اقرار کی تعداد :

مشہور تو یہی ہے کہ جب کوئی انسان اپنے زنا کے ارتکاب کا اقرار کر لے تو اس پر اس وقت تک حد

---

[1] اگر حج پر جانے والا میقات سے صرف حج کی نیت سے احرام باندھے تو اسے حج مفرد کہتے ہیں

[2] عاقل بالغ انسان جس کے لئے اپنے اوپر عائد شدہ تمام ذمہ داریاں پورا کرنا لازمی ہو۔

جاری کی نہیں جائے گی جب تک وہ چار مرتبہ اس کا اقرار نہ کرے۔ اس بارے میں صحابہ کرامؓ کے درمیان ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ کو چار دفعہ اقرار کر لینے کے بعد ہی سنگسار کیا تھا۔

لیکن اگر کوئی شخص زنا کے علاوہ کسی اور جرم یا حق کا اقرار کر لیتا ہے مثلاً چوری یا قرض تو ایسی صورت میں اس کا ایک دفعہ اقرار کر لینا کافی ہو گا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے یہ منقول ہے کہ آپ نے ایک چور اقطع کا ہاتھ صرف اس کے اقرار پر ہی کاٹ دیا تھا اور مال مسروقہ کی بر آمد کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی [1] (دیکھئے لفظ حد پیرا۔ ۴، جز۔ الف)

۳۔ اقرار سے رجوع کرنا:

اگر انسان اپنے اوپر کسی حد یعنی حقوق اللہ کا اقرار کر لے تو اس اقرار سے رجوع کر لینے کی گنجائش ہے اور عدالت کو چاہئے کہ اس رجوع میں وہ اس کی مدد کرے حضرت ابو بکر صدیقؓ چور سے چوری کے بارے میں اس طرح استفسار کرتے "کیا تو نے چوری کی ہے؟" اور پھر خود ہی فرماتے کہ "تو کہہ دے کہ نہیں کی" [2] لیکن اگر اقرار کرنے والے نے کسی مخلوق کے حق کا اقرار کیا تو صرف اقرار ہی سے اس پر اس کا حق ثابت ہو جائے گا اور اس کی ادائیگی ضروری ہو گی۔ یہاں اس کے لئے اقرار سے پھرنے کی کوئی گنجائش نہ ہو گی۔

## اقطاع: جاگیر دینا

اگر سلطان کسی شخص کو فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے مال غنیمت کی اراضی میں سے کوئی ایسی اراضی دے دے جس پر کسی اور کی ملکیت نہ ہو تو اسے اقطاع کہا جاتا ہے۔

دیکھئے لفظ احیاء الموات۔ پیرا۔ ۲، جز۔ الف

## اکتناز: ذخیرہ کرنا

۱۔ تعریف:

مال (نقد درہم و دینار) کو ناجائز مقصد کے تحت گردش سے روک لینا۔ اکتناز کہلاتا ہے

---

[1] المحلی جلد ۱۱، ص ۲۴۰

[2] کشف الغمہ جلد ۲، ص ۱۲۹، المغنی جلد ۸، ص ۲۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۳۰

### ۲۔ اکتناز کا حکم:

حضرت ابو بکر صدیقؓ اکتناز مال کے بارے میں بڑی سختی کرتے اور اسے گردش میں آنے سے روکنے کو کسی طرح درست نہیں سمجھتے تھے۔ ابن صمرہ کہتے ہیں۔ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بیٹے کی وفات کے وقت اس کے پاس موجود تھا بیٹا بار بار تکیے کی طرف دیکھتا تھا، جب اس کی روح پرواز کر گئی تو ہم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے عرض کیا کہ ہم نے آپ کے بیٹے کو بار بار تکیے کی طرف تکتے ہوئے دیکھا ہے، جب تکیہ اٹھایا گیا تو اس کے نیچے سے پانچ یا چھ دینار نکلے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کف افسوس ملتے ہوئے بار بار یہ الفاظ دہرائے اناللہ ولنا الیہ راجعون، میں نہیں سمجھتا کہ تمہاری چمڑی میں ان دیناروں کو رکھنے کی گنجائش ہوگی'' [۱]

اس فقرے سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اشارہ دراصل اس حدیث کی طرف تھا جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں جو شخص بھی اس طرح مال کا ذخیرہ کرے گا کہ ایک دینار دوسرے دینار کو اور ایک درہم دوسرے درہم کو چھو جائے تو ایسے شخص کی کھال پھیلائی جائے گی اور ہر دینار اور ہر درہم کو اس میں الگ الگ رکھا جائے گا۔ [۲]

## اکراہ، مجبور کرنا

### ۱۔ تعریف:

کسی انسان کو ناحق کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے پر مجبور کرنا اکراہ کہلاتا ہے۔

---

۱۔ کنز العمال جلد ۳، ص ۷۱۲

۲۔ ابن کثیر نے قرآن مجید کی آیت (یوم یحمٰی علیھا فی نار جہنم فتکوی بھا جباھھم) کی تفسیر میں فرمایا: یہ حدیث ابن مردویہ نے حضرت ابو ھریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے لیکن اس کو مرفوع روایت کرنا درست نہیں ہے الخ میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں: اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے موقوفاً روایت کی ہے۔ اس حدیث کا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی زبان پر آنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے ثبوت کی دلیل ہے اگرچہ اس کی سند کمزور ہے۔ اس لئے کہ ایک راوی جو ضابط (حدیث کو پوری طرح ازبر کرنے والا) نہیں ہوتا بعض دفعہ ضابط ہو جاتا ہے۔

## ۲۔ اکراہ کے نتائج

آ۔ اکراہ کی وجہ سے انسان سے اس کے کئے ہوئے فعل اور کہے ہوئے قول کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے کہی ہوئی بات سے اس کی ذمہ داری کا ساقط ہونا تو مکرہ کی طلاق (کسی جبر کے تحت اپنی بیوی کو طلاق دینے والا) کا واقع نہ ہونا اس کی بین دلیل ہے۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرھم سے یہ منصوص ہے اور اس بارے میں صحابہؓ سے کوئی اختلاف منقول نہیں [۱]

کئے ہوئے فعل مثلاً زنا وغیرہ سے اس کی ذمہ داری کا ختم ہونا اس بارے میں نافع نے جو روایت کی ہے وہ واضح دلیل ہے۔ نافع کہتے ہیں۔ ایک شخص نے ایک خاندان کی ضیافت کی اور اس خاندان کی ایک خاتون سے زنا بالجبر کر لیا۔ جب یہ معاملہ حضرت ابو بکر صدیقؓ تک پہنچا تو آپ نے اسے حد میں کوڑے لگوائے اور جلاوطن کر دیا لیکن اس خاتون کو کچھ نہیں کہا[۲] کیونکہ اسے مجبور کیا گیا تھا۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ایک شخص حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرے ایک مہمان نے میری ہمشیرہ کی آبروریزی کی ہے اور اسے اس پر مجبور کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس شخص سے پوچھا اس نے جرم کا اعتراف کر لیا۔ اس پر آپ نے حد زنا جاری کر کے اسے ایک سال کے لئے فدک کی طرف جلاوطن کر دیا۔ لیکن اس عورت کو نہ تو کوڑے لگائے اور نہ ہی جلاوطن کیا کیونکہ اسے اس فعل پر مجبور کیا گیا تھا۔ بعد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس خاتون کی شادی اسی مرد سے کر دی اور اس کے ساتھ شب باشی کرائی [۳]
(دیکھئے لفظ زنا، پیرا۔ ۳، جز۔ الف)

ب۔ خلیفہ کا کسی شخص کو حکومت میں کوئی عہدہ قبول کرنے پر مجبور نہ کرنا (دیکھئے لفظ امارۃ۔ پیرا۔ ۴، جز۔ ی، فقرہ۔ ۳)

---

[۱] المغنی جلد ۷، ۱۱۸

[۲] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۲۲

[۳] کنز العمال جلد ۵، ص ۴۰۱

أم :

آ۔ ماں اپنے بچے کی پروش کے لئے باپ سے بڑھ کر حقدار ہے (دیکھئے لفظ حضانہ پیرا۔ ۲)

ب۔ خرید و فروخت کرتے ہوئے ننھے غلام اور اس کی ماں کو علیحدہ نہ کرنا (دیکھئے لفظ رق پیرا۔ ۴)

## امارۃ : سرداری ۔ اختیارات

۱۔ امارت کا مفہوم :

آ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نظر میں امارت کا مفہوم بس اتنا ہی تھا کہ کسی شخص کو ایسے اختیارات تفویض دیئے جائیں جن کے سہارے وہ بندگان خدا کے لئے فلاحی کاموں کو عملی جامہ پہنا سکے اور لوگوں کی ذمہ داری یہ ہو کہ ان فلاحی کاموں کی تکمیل میں وہ اس کی مدد کریں اور اس کی اطاعت کریں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے امارت کے اس مفہوم کی وضاحت ایک سطحی ذہن رکھنے والی خاتون سے، ایک مثال دے کر کی تھی۔ اس عورت نے حضرت سے پوچھا تھا "ائمہ (حکام) کون ہوتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "تمہاری قوم میں سردار اور شرفاء نہیں ہوتے جن کی تم سب اطاعت کرتے ہو اور ان کے احکامات بھی تسلیم کرتے ہو؟" عورت نے جواب دیا "کیوں نہیں" آپ نے فرمایا "بس ائمہ بھی ان ہی لوگوں کی طرح لوگوں پر سردار ہوتے ہیں" [1]

ب۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلیفہ اللہ (اللہ کا نائب) کہلانے سے انکار کر دیا تھا اور اسی پر اکتفا کیا تھا کہ آپ کو خلیفہ رسول اللہ ؐ (اللہ کے رسول کا نائب) کہا جائے اس لئے انسان انسان کا قائم مقام یا نائب ہو سکتا ہے اور اللہ سبحانہ کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اسے کسی اور کی محتاجی نہیں ہے۔ اسی لئے جب آپ کو "یا خلیفۃ اللہ" کہہ کر پکارا گیا تو آپ نے فرمایا "میں خلیفۃ اللہ نہیں ہوں بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں اور میں اس بات پر راضی ہوں" [2]

---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۵۸۹

[2] کنز العمال جلد ۵، ص ۵۸۹

۲۔ خلیفہ کا قریشی ہونا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی رائے یہ تھی کہ خلافت قبیلہ قریش میں رہنی چاہئے تاکہ اس سے حضورؐ کے اس قول پر عمل ہو جائے کہ (الخلافة فی قریش۔ خلافت قریش میں ہے)۔ اور یہ بات تو مشہور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرات مہاجرین و انصار کے سامنے یہی حدیث روایت کر کے ان کے درمیان اس اختلاف کو ختم کر دیا تھا جو اس مسئلے پر پیدا ہو گیا تھا کہ حضورؐ کی وفات کے بعد اب نماز میں اور حکومت کے معالات چلانے میں آپ کی نیابت کون کرے گا؟ یہ حدیث سن کر حضرات انصار خاموش ہو گئے اور انہوں نے نیابت رسول قریشیوں کے حوالے کر دی۔

یہ بات یاد رہے کہ خلافت قریش میں اس وقت تک رہتی جب تک وہ اللہ کی کتاب کے مطابق حکومت چلاتے اور اس کی اطاعت کرتے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا تھا۔ خلافت قریش میں اس وقت تک رہے گی جب تک وہ اللہ کی اطاعت کرتے رہیں گے اور اس کے حکموں پر ثابت قدم رہیں گے [1]۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ قول اس حقیقت کی وضاحت کر دیتا ہے کہ خلافت کا قریش میں رہنا کوئی حتمی امر نہیں ہے بلکہ خلافت قریش میں اس وقت تک رہے گی جب تک ان کے اندر لوگوں میں اللہ کا حکم نافذ کرنے کی دوسروں سے بڑھ کر قوت ہو گی لیکن اگر وہ ایسا کرنے سے قاصر رہے یا کوئی اور ایسا پیدا ہو گیا جو ان سے بڑھ کر اللہ کا حکم نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو پھر خلافت ان سے نکل کر اس کے پاس پہنچ جائے گی۔

۳۔ ایک سے زائد خلیفہ کا ہونا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ خلفاء کی تعداد اور اس سے پیدا ہونے والے خطرات سے لوگوں کو ہمیشہ ڈرایا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ یہ فرماتے کہ اس معاملے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اللہ کے دین میں یہ بات جائز ہے۔ ایک دفعہ آپ نے خطبے میں ارشاد فرمایا "یہ بات جائز نہیں ہے کہ مسلمانوں کے دو امیر (خلیفہ) ہوں۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہو گیا تو مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ ان کی جمعیت بکھر جائے گی اور وہ آپس میں الجھ پڑیں گے۔ پھر سنت کا طریقہ چھوڑ کر بدعت کی راہ اختیار

[1] کنزالعمال جلد ۵، ص ۵۹۶

کر لی جائے گی اور ایک فتنہ عظیم برپا ہو جائے گا جس میں کسی کے لئے بھی بھلائی نہیں ہو گی [1]

۴۔ خلیفہ کے بعض فرائض اور ذمہ داریاں

آ۔ ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ خلافت کے حصول کی تگ و دو کرے نہ ہی اس کی تمنا کرے کیونکہ یہ ایک ایسا منصب ہے جہاں پاؤں پھسل جاتے ہیں خاص کر جبکہ ایک طرف عوام الناس اور دوسری طرف سرکاری اہلکاروں میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں اس کا ہاتھ لوگوں پر ظلم ڈھانے میں سب سے دراز ہو گا۔ حضرت رافع طائیؓ کہتے ہیں۔ ''میں ایک دفعہ مجاہدین کے لشکر میں حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ تھا۔ جب ہماری واپسی ہوئی اور ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے گھروں کی راہ لینے کا وقت آ گیا تو میں نے عرض کیا۔ ایک شخص (یعنی میں) اتنی دیر تک آپ کے ہمراہ رہا پھر آپ سے جدا ہو رہا ہے ابھی تک آپ نے اسے بھلائی اور نیکی کی کوئی ایسی بات نہیں بتائی ہے جس سے اس کے باطن میں جلا پیدا ہو۔ اس لئے اب بتایئے اور بات لمبی نہ کیجئے تاکہ میں بھول نہ جاؤں'' فرمایا۔ ''اللہ تجھ پر رحم کرے! اللہ تجھ پر رحم کرے! اللہ تجھ پر اپنی برکتیں نازل کرے! اللہ تجھ پر اپنی برکتیں نازل کرے! فرض نماز اس کے وقت پر ادا کرو، خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ یہ جان لو کہ اسلام میں ہجرت کرنا بہت اچھی نیکی ہے اور ہجرت میں جہاد کرنا بہت اچھی نیکی ہے اور ایک بات یاد رکھو۔ کبھی امیر یعنی حاکم نہ بننا'' میں نے عرض کیا حضرت! نماز، روزہ، حج، ہجرت اور جہاد کے بارے میں آپ نے بڑی اچھی بات کہی ہے جو میں نے اچھی طرح سمجھ لی ہے لیکن آپ نے مجھے حاکم بننے سے جو روکا ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ میرے خیال میں اس وقت جتنے امراء (حکام) ہیں وہ آپ یعنی صحابہ کرامؓ میں سے بہترین لوگ ہیں'' (اس لئے حاکم بننے میں کوئی قباحت نہیں) اس پر فرمایا۔ ''تم نے مجھے کہا تھا کہ بات مختصر کروں لیکن اب تمہارے سوال کی وجہ سے مفصل گفتگو کرنی پڑ گئی تو لو سنو۔ یہ امارت یعنی کاروبار حکومت ابھی تمہیں آسان نظر آ رہا ہے لیکن بہت ممکن ہے کہ معاملات سنگین ہوتے جائیں اور کاروبار

---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۵۹۶

حکومت میں بگاڑ پیدا ہو جس کی وجہ سے حکومت نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں آ جائے۔ پھر یہ بھی یاد رکھو کہ جس شخص کے پاس حکومت ہوگی قیامت میں اس کا حساب و کتاب تمام دوسرے لوگوں کے حساب و کتاب سے زیادہ طویل ہوگا اور اس کا عذاب الٰہی میں گرفتار ہونا دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ آسان ہوگا۔ کیونکہ ارباب اختیار کے لئے اہل ایمان پر ظلم کرنا زیادہ سہل ہوتا ہے لیکن جو شخص اہل ایمان پر ظلم کرتا ہے تو گویا وہ اللہ سے کئے گئے عہد کو توڑتا ہے۔ اہل ایمان اللہ کے پڑوسی اور اس کے عیال ہیں۔ پڑوسی کی بکری یا اونٹ کو کچھ ہو جاتا ہے تو وہ ساری رات تلملاتے ہوئے بسر کرتا ہے اور زبان سے کہتا رہتا ہے ہائے میرے پڑوسی کی بکری!! ہائے میرے پڑوسی کا اونٹ!!

تو پھر اللہ کو زیادہ حق پہنچتا ہے کہ اسے اپنے پڑوسیوں (اہل ایمان) کے لئے غصہ آ جائے" [1]

ب۔ خلیفہ کو ایسا لباس نہیں پہننا چاہئے جس سے وہ دوسروں سے ممتاز معلوم ہو۔ حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے بعد کے خلفائے راشدین کا کوئی خاص لباس نہیں ہوتا تھا جس سے وہ دوسروں سے نمایاں نظر آتے۔ زینب بنت مہاجر کہتی ہیں: "میں حج کے لئے روانہ ہوئی میرے ساتھ ایک اور عورت بھی تھی، خیمہ لگانے کے بعد میں نے نذر مانی کہ میں کسی سے بات نہیں کروں گی۔ ایک شخص ہمارے خیمے کے دروازے پر آئے اور ہمیں السلام علیکم کہا۔ میری ہم سفر خاتون نے سلام کا جواب دیا۔ اس پر اس شخص نے کہا "تمہاری رفیقہ کو کیا ہو گیا ہے کہ اس نے سلام کا جواب نہیں دیا" میں نے کہا "اس نے کسی سے بات نہ کرنے کی نذر مانی ہے" اس پر اس شخص نے کہا: "یہ نذر توڑ دو اور باتیں کرو اس قسم کی نذر زمانہ جاہلیت کی بات ہے" یہ سن کر میں نے پوچھا: "تم پر اللہ کی رحمت ہو تم کون ہو؟" اس نے کہا "میں مہاجرین میں سے ہوں" میں نے پوچھا: "مہاجرین کے کس قبیلے سے؟" کہا: "قریش سے" میں نے پھر پوچھا: "قریش کے کس خاندان سے؟" اس نے کہا "تم تو بال کی کھال نکالتی ہو۔ میں ابو بکرؓ ہوں" میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے خلیفہ! ہمیں زمانہ جاہلیت سے ابھی ابھی نجات ملی ہے۔ اس لئے ابھی تک ہم ایک

---

[1] کتاب الزہد والرقاق لابن مبارک ص ۲۳۵، مصنف عبد الرزاق جلد ۱۱، ۳۲۱، کنز العمال جلد ۵، ۷۵۲

دوسرے سے خوف زدہ ہیں، اب اللہ نے شریعت اسلام نازل فرمادی ہے جس کی وجہ سے ہر طرف وہ امن و سکون ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ لیکن یہ ذرا بتا دیجئے کہ یہ امن و سکون کی کیفیت کب تک باقی رہے گی؟" فرمایا "جب تک تمہارے ارباب اختیار ٹھیک رہیں گے" میں نے عرض کیا "ائمہ یعنی ارباب اختیار کون سے لوگ ہوتے ہیں؟" فرمایا "کہ تمہاری قوم میں سردار نہیں ہوتے جن کی بات مانی جاتی ہے؟" میں نے کہا "کیوں نہیں!" فرمایا "بس ائمہ بھی اسی طرح کے ہیں" [1]

ہمیں یہاں یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ اس خاتون نے حضرت ابو بکرؓ کو نہیں پہچانا۔ اگر حضرت ابو بکرؓ کسی خاص لباس میں ہوتے تو وہ آپ کو ضرور پہچان لیتی۔

ج۔ خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی شریعت پر قائم رہے۔ حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد ہے "جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کا کوئی عہدہ سپرد کیا جائے اور پھر وہ ان میں اللہ کی کتاب کو جاری نہ کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو" [2] وجہ اس کی یہ ہے کہ جب تک خلیفہ وقت سیدھے راستے (شریعت اسلام) پر چلتا رہے گا اس وقت تک امت بھی سیدھے راستے پر رہے گی۔ اور جب خلیفہ گڑبڑ کرے گا تو لوگ بھی گڑبڑ کرنا شروع کر دیں گے۔

ایک عورت نے آپ سے پوچھا: "زمانہ جاہلیت کے بعد اللہ نے جو شریعت بھیجی ہے اس پر ہم نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے بعد کب تک ٹھیک ٹھاک چلتے رہیں گے؟" آپ نے جواب دیا: "تم اس شریعت پر اس وقت تک ٹھیک ٹھاک چلتے رہو گے جب تک تمہارے ارباب اختیار اس پر قائم ہیں گے" [3]

د۔ خلیفہ کی زندگی کا زہد و تقشف[4] سے قریب ہونا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا

---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۷۵۳، بخاری باب ایام الجاہلیہ

[2] کنز العمال جلد ۵، ص ۷۰۶

[3] کنز العمال جلد ۵، ص ۵۸۹

[4] دنیا سے بے رغبتی اور جفاکشی کی زندگی۔

قول ہے کہ ان کے سامنے ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ دو شعر پڑھے ۔

۱۔ اگر تم شریف ترین انسان کو دیکھنا چاہو تو اس بادشاہ کو دیکھو جو مسکینوں کے لباس میں ہو۔

۲۔ ایسے انسان کی فاقہ کشی میں بھی ایک حسن ہوتا ہے اور ایسا ہی انسان دین اور دنیا دونوں کے لئے بہتر ہوتا ہے [۱]

ھ۔ خلیفہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کمزور کا ساتھ دے یہاں تک کہ وہ قوی ہو جائے اور مظلوم کی دادرسی کرے یہاں تک کہ اس کا حق اسے مل جائے۔ اس بات کا اعلان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اپنے پہلے خطبے میں کیا تھا. آپ نے فرمایا تھا. ”تم میں سے قوی ترین شخص میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک کہ اس کے لئے اس کا حق حاصل نہ کر لوں اور تم میں سے کمزور ترین شخص میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ اس سے حق نہ لے لوں [۲]

و۔ خلیفہ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی نظام زندگی کو سب سے پہلے اپنی ذات پر نافذ کرے۔ اس کا منصب اسے ہرگز اس بات کی اجازت نہ دے کہ وہ اپنا چال چلن خراب کرے اور اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرے۔ حضرت ابو بکرؓ سے یہ مشہور ہے کہ آپ بااختیار ہونے کے باوجود اپنی ذات سے بدلہ لینے کی اجازت دے دیتے تھے۔ ایک دن آپ نے ایک شخص کو طمانچہ مارا پھر اس سے فرمایا: ”مجھ سے اپنا بدلہ لے لو“ لیکن اس شخص نے آپ کو معاف کر دیا [۳]

ایک بار حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ زکوٰۃ میں حاصل ہونے والے اونٹوں کی تقسیم کے لئے گئے۔ حضرت ابو بکر نے حکم دیا کہ بغیر اجازت ہمارے پاس کوئی نہ آئے۔ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا. ”زکوٰۃ کے اونٹ تقسیم ہو رہے ہیں۔ تم یہ لگام لے کر وہاں جاؤ۔ شاید اللہ تعالیٰ تمہیں بھی کوئی اونٹ عطا کر دے۔“ وہ شخص وہاں گیا اور دیکھا

---

[۱] کنزالعمال جلد ۵، ص ۷۶۳

[۲] صفوۃ الصفوۃ جلد ۱، ص ۲۶۰

[۳] کنزالعمال جلد ۱۵، ص ۷۱۔ سنن بیہقی جلد ۸، ص ۵۰

کہ یہ دونوں حضرات اونٹوں کے گلے میں چلے گئے ہیں۔ یہ بھی ان کے ساتھ چلا گیا حضرت ابو بکرؓ نے مڑ کر جو اس شخص کو دیکھا تو پوچھا "ہمارے پاس یہاں کیوں آئے ہو۔" پھر غصے میں اس سے لگام لے کر زور سے اسے ضرب لگائی۔ لیکن جب تقسیم سے فارغ ہو گئے تو اس شخص کو بلا کر اسے لگام دیتے ہوئے فرمایا "مجھ سے اپنا بدلہ لے لو" اس پر حضرت عمرؓ نے کہا "نہیں خدا کی قسم یہ آپ سے بدلہ نہیں لے گا۔ آپ اسے یعنی خلیفہ سے بدلہ لینے کو دستور الاعمل نہ بنا دیجئے"۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا "پھر قیامت کے دن اللہ کے ہاں میرا کون ضامن ہو گا؟" حضرت عمرؓ نے جواب دیا "آپ اسے راضی کر لیجئے" اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس شخص کو کجاوے کے ساتھ ایک سواری، ایک چادر اور پانچ دینار لا کر دے۔ اس طرح آپ نے اسے راضی کر لیا۔[1]

ز۔ خلیفہ اپنے پیشرو خلیفہ کے کئے گئے وعدوں کا پاس کرے۔ اس لئے کہ سابق خلیفہ نے اپنے اوپر جو ذمہ داریاں لی تھیں وہ اپنی ذاتی حیثیت میں نہیں بلکہ خلیفہ کی حیثیت سے لی تھیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات ہو گئی تو بحرین سے کچھ سرکاری مال مدینے پہنچا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اعلان کر دیا کہ جس شخص کی کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذمے ہو یا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ آئے اور لے لے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر بحرین سے سرکاری مال آئے گا تو میں تمہیں اس میں سے تین لپ بھر کر دوں گا" حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا: "جاؤ اور تین لپ بھر لو" حضرت جابر نے تین لپ بھرے تو وہ پانچ سو درہم ہوئے حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا: "انہیں ایک ہزار درہم پورے کر دو"۔ پھر آپ نے دوسرے لوگوں میں دس دس درہم کے حساب سے سارے درہم تقسیم کر دئے اور فرمایا: "یہ وہ وعدے تھے جو رسول

---

[1] کنز العمال جلد ص ۵، ص ۵۹٦

اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں سے کئے تھے" [1]

ح۔ خلیفہ کی یہ اچھی حکمت عملی ہو گی کہ وہ جنگوں میں خود حصہ نہ لے تاکہ لوگ اس کی غیر حاضری کی وجہ سے کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائیں. کیونکہ لوگوں کا جس قدر رجحان اس کی ذات کی طرف ہو گا اس قدر کسی اور شخص مثلاً اس کے نائب وغیرہ کی طرف نہیں ہو گا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب مرتدین کے خلاف جنگ کے لئے مختلف لشکر تیار کئے تو آپ خود ان کے ساتھ مقام ذی القصہ تک گئے جو مدینے سے دو مرحلوں کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ افواج کی خود قیادت کریں، لیکن صحابہ کرامؓ نے آپ کی مدینہ واپسی پر اصرار کیا تاکہ آپ کی غیر حاضری کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے بات مان لی اور وہیں گیارہ سالاران عساکر کو اپنے ہاتھوں سے جھنڈے تیار کر کے دیے [2] (دیکھئے لفظ جہاد۔ پیرا۔ ۴)

ط۔ خلیفہ کا سرکاری کاموں کے لئے اپنے آپ کو مکمل طور پر فارغ کر لینا اور دوسرا کوئی کام چاہے تجارت کا ہو یا صنعت کا یا اس کے علاوہ ہو، بالکل نہ کرنا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو رات گزار کر صبح سویرے بازار کی طرف چل پڑے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا. "کدھر جا رہے ہیں؟" فرمایا. "بازار" اس پر حضرت عمرؓ نے کہا "آپ کے کاندھوں پر اب ایسی ذمہ داری آ پڑی ہے جو آپ کو اب بازار (بغرض تجارت) جانے نہیں دے گی!!" حضرت ابو بکرؓ نے یہ سن کر فرمایا. "سبحان اللہ! کیا یہ ذمہ داری مجھے میرے اہل و عیال کے نان و نفقہ کے اہتمام سے بھی روک دے گی!!" حضرت عمرؓ نے کہا. "ہم آپ کے لئے مناسب وظیفہ مقرر کر دیں گے [3]" جب حضرت ابو بکرؓ نے یہ دیکھا کہ اب انہیں اپنے پیسوں سے تجارت کرنے کا

---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۵۹۲

[2] البدایہ والنہایہ جلد ٦، ص ۳۱۵

[3] کنز العمال جلد ۵، ص ۵۸۹

حق حاصل نہ رہا اور ان کے اخراجات کی کفالت مسلمانوں ۔ بیت المال کے ذمے ڈال دی گئی ہے تو آپ نے اپنے تمام درہم و دنیار بیت المال میں داخل کر دیئے اور فرمایا:
"میں پہلے ان پیسوں سے تجارت کرتا اور نان و نفقہ کا اہتمام کرتا تھا۔ جب میں ان کا خلیفہ بنا تو ان کے امور نے مجھے تجارت کرنے اور اس کے ذریعہ نان و نفقہ کا بندوبست کرنے سے باز رکھا"

ی۔ خلیفہ کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ صوبوں کے والی (گورنر) مقرر کرے اور مختلف کاموں کے لئے افسران کا تقرر عمل میں لائے۔ اس کام کے لئے اسے درج ذیل طریق کار کو اپنانا ضروری ہے۔

۱) وہ خلیفہ سابق کے مقرر کردہ والیوں اور افسروں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھے الا یہ کہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ان سے کوئی کوتاہی ہو یا وہ کسی خیانت وغیرہ کے مرتکب پائے جائیں تو ایسی صورت میں ان کی برطرفی کا جواز پیدا ہو سکتا ہے مطلقاً خلیفہ سابق کی موت ان کی معزولی کا سبب نہیں بن سکتی۔ خالد بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "میرے والد نے مجھے بتایا تھا کہ ان کے تین چچا خالد رضی اللہ عنہ، ابان رضی اللہ عنہ اور سعید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر اپنے اپنے عہدے چھوڑ کر واپس آ گئے تھے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ کہہ کر واپس بھیج دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقرر کردہ عاملوں سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے [۱]

۲) سرکاری عہدے کے لئے وہ ایسے آدمی کا انتخاب کرے جس کے عدل و انصاف کی شہرت ہو اور تفویض کردہ کام کو عملی جامہ پہنانے کی صلاحیت ہو۔ نیز اس کے بارے میں لوگوں کی رائے بھی معلوم کر لینی چاہیئے تاکہ اس کے متعلق لوگوں کا نقطہ نظر معلوم ہو سکے۔ اس لئے کہ بعض دفعہ خلیفہ کو خود اس شخص کے بارے میں صحیح معلومات نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے یہی چیز بعد میں کسی فساد کے کھڑا

---

[۱] کنزالعمال جلد ۵، ص ۵۸۹

ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیماری بڑھ گئی تو آپ نے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کو بلوایا پھر حضرت عثمان بن عفان ؓ، سعید بن زید ؓ، اسید بن حضیر ؓ اور دوسرے انصار و مہاجرین کو طلب کر کے ان سے حضرت عمرؓ کو خلافت سپرد کرنے کے بارے میں مشورہ کیا۔ حالانکہ حضرت ابو بکرؓ کو حضرت عمرؓ کے بارے میں ان سب حضرات سے زیادہ معلومات تھیں۔ پھر جب تمام حضرات نے حضرت عمرؓ کے حق میں رائے دی تو آپ نے خلافت ان کے سپرد کر دی [1] (مزید دیکھئے لفظ شوری. پیرا نمبر۳. جز۔ الف) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کسی عہدے کے لئے افضل شخص کے ہوتے ہوئے اس سے کم تر کسی صاحب فضل انسان کو یہ عہدہ دے دینا جائز سمجھتے تھے. اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی جیسا کہ آگے ذکر کیا جائے گا۔
(دیکھئے لفظ امارۃ، پیرا۔ ۴. جزی. فقرہ۔ ۵)

۳) وہ کسی کام پر ایسے آدمی کو ہرگز مامور نہ کرے جس کے دل میں اس کام سے کوئی لگاؤ نہ ہو۔ کیونکہ لگاؤ ہی وہ بنیاد ہے جس کے سہارے کسی کام کے اچھے اور بار آور نتائج نکلنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ ایک دن حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ کسے بحرین کا والی بنا کر بھیجا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے مشورہ دیا کہ اس شخص کو یعنی حضرت علاء بن حضرمی کو بھیجنا چاہئے۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہاں بھیجا تھا۔ اور جس کی کوششوں سے وہاں کے لوگ مسلمان ہو گئے تھے اور اسلامی حکومت کی اطاعت بھی قبول کر لی تھی۔ مزید بر آں حضرت علاءؓ وہاں کے کے لوگوں کو اور وہاں کے لوگ حضرت علاءؓ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ نیز حضرت علاءؓ اس علاقے سے جغرافیائی اور سماجی حالات سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور کہا "ابان بن سعید بن العاص ؓ کو یہ عہدہ قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ کیونکہ ابان کا وہاں کے

---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۶۷۴، المغنی جلد ۶، ص ۸۶

لوگوں کے ساتھ عہد و پیمان ہے" ۔ لیکن حضرت ابانؓ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے انہیں مجبور کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: "میں ایسے شخص کو مجبور نہیں کر سکتا جس نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کسی اور کے لئے کام نہیں کروں گا" اس بحث و تمحیص کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علاء بن حضرمیؓ کو بحرین بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ [1]

۴) وہ کسی کام پر ارباب فضیلت میں سے کسی کو نہ لگائے تاکہ وہ نشانہ مذمت نہ بنیں۔ اور انتظامی معاملات میں ان سے لغزشیں نہ ہوں۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں ارباب فضیلت و بصیرت سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا اور یہ ایک ایسا نقصان ہو گا جس کی تلافی نہیں ہو سکے گی۔ حضرت ابو بکرؓ سے ایک دفعہ کہا گیا۔ "اے خلیفہ رسول! آپ اہل بدر (جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہؓ) کو عہدے کیوں نہیں دیتے!" آپ نے جواب میں فرمایا: "میں ان حضرات کے مرتبے اور مقام سے واقف ہوں لیکن میں نہیں چاہتا کہ ان کے دامن کو دنیاوی امور سے آلودہ کروں" [2]

۵) وہ جب کسی کو کسی عہدے پر فائز کرے تو اسے نصیحتیں کرے اور ضروری ہدایات بھی دے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو ان کی تقرری کے وقت مندرجہ ذیل ہدایات دی تھیں۔

"یزیدؓ تم نوجوان ہو۔ تمہاری ذاتی خوبیوں کا اچھے الفاظ میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔ تمہاری یہ خوبیاں ابھی تمہاری ذات تک محدود ہیں اب میں چاہتا ہوں کہ تمہیں آزماؤں اور تمہیں تمہارے خاندان سے نکال کر میدان عمل میں لاؤں۔ پھر دیکھوں کہ تم کیا ہو اور کس طرح اپنے اختیارات استعمال کرتے ہو۔ میں تمہیں



---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۶۰

[2] کنز العمال جلد ۳، ص ۱۳۷

بتادوں کہ اگر تمہاری کارکردگی اچھی رہی تو تمہیں اور ترقی دوں گا اور اگر تمہاری کارکردگی بری رہی تو تمہیں برطرف کر دوں گا۔ میں تمہیں خالد بن سعیدؓ کی جگہ مقرر کرتا ہوں............... " پھر آپ نے انہیں وہ ہدایات دیں جن کی روشنی میں انہیں کام کرنا تھا.............پھر آپ نے ان سے مزید کہا: "یزیدؓ! تمہاری رشتہ داریاں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ عہدے دینے کے سلسلے میں تم ان کے ساتھ ترجیحی سلوک کرو۔ تمہارے بارے میں اسی بات کا مجھے سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ("جس شخص کو مسلمانوں کے کسی معاملے کا نگران بنایا گیا اور پھر اس نے دوست داری کی خاطر کسی کو ناحق کوئی معاملہ سپرد کیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو. قیامت کے دن اللہ تعالی اس کی طرف سے نہ کوئی بدلہ قبول کرے گا اور نہ کوئی فدیہ یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دے گا")

آپ نے مزید فرمایا: "میں تمہیں ابو عبیدہ بن جراحؓ کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں، اسلام میں ان کے مرتبے اور مقام سے تم اچھی طرح واقف ہو. ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد ہے (ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہؓ ہیں) اس لئے ان کی فضیلت اور برتری کا خیال رکھنا اور معاذ بن جبلؓ کا بھی خیال رکھنا, حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ان کی صحبتوں کو تم اچھی طرح جانتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ علماء کے امام ہیں۔ اس لئے کسی معاملے کا فیصلہ ان دونوں کے مشورے کے بغیر نہ کرنا اور یہ دونوں بھی تمہاری خیر خواہی میں کوئی کمی نہیں کریں گے"

یزید بن ابی سفیانؓ نے عرض کیا "اے خلیفہ رسول! آپ ان دونوں کو بھی میرے بارے میں نصیحتیں کیجئے جس طرح آپ نے ان دونوں کے بارے میں مجھے کی ہیں" اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "تمہارے بارے میں، میں ان دونوں کو نصیحت کرنے سے باز نہیں رہوں گا"[1]

[1] کنزالعمال جلد ۵، ص ۲۱۸، ۲۶۵

جب حضرت عمرو بن العاصؓ کو فلسطین بھیجا گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کی مشایعت کرتے ہوئے انہیں درج ذیل نصیحتیں کیں۔

"اے عمروؓ! خلوت و جلوت میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس سے حیا کرتے رہنا۔ کیونکہ وہ تمہیں اور تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ میں نے تم کو ان لوگوں پر مقدم کیا ہے جو تم سے بہت پہلے اسلام لا چکے تھے اور اسلام اور اہل اسلام کے لئے جن کی خدمات تم سے بڑھ کر ہیں، اس لئے تم آخرت کے لئے کام کرنے والے بن جاؤ اور اپنے کاموں میں اللہ کی رضا کو سامنے رکھو۔ تم اپنے رفیقوں کے لئے منزلہ باپ کے بن جاؤ۔ لوگوں کی پردہ دری کی ہرگز کوشش نہ کرو بلکہ ان کے ظاہر کو ہی کافی سمجھو۔ اپنے کام میں ہمیشہ کوشاں رہو۔ دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹ جاؤ اور بزدلی نہ دکھاؤ اور مال غنیمت سے کبھی کوئی چیز نہ چھپاؤ اور جو ایسا کرے اسے سزا دو۔ اور جب تم اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرو تو اختصار سے کام لو۔ اپنی اصلاح کرو تمہاری رعیت تمہارے لئے درست رہے گی" [1]

ک۔ خلیفہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مشکل اور پیچیدہ معاملات کو سلجھانے میں اہل علم اور اہل الرائے سے مشورے لے۔ (دیکھئے لفظ شوریٰ)

ل۔ خلیفہ نماز جنازہ پڑھانے کا میت کے ولی سے بڑھ کر حقدار ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ: پیرا نمبر ۱۵، جز۔ ب)

## ۵۔ خلیفہ کے معاملہ میں امت کی ذمہ داریاں:

جب کوئی خلیفہ مقرر ہو جائے تو اس کی خاطر پر امت پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ محبت۔ محبت ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے دل میں کسی کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کی جاتی ہے۔ عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بعض ذمہ داریوں کے سلسلے میں حضرت ابو بکرؓ سے گفتگو کرتے ہوئے

---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۶۲۱

کہا: "جہاں تک راہ راست پر چلنے کا تعلق ہے تو آپ مجھے اپنی جان کے بعد تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہیں" اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "ہاں بعض معاملات میں تمہاری جان سے بھی بڑھ کر (میں تمہیں پیارا ہوں)" [۱]

ب۔ معروف میں خلیفہ کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ رہی معصیت تو اس میں نہ اس کی بات سنی جائے گی اور نہ اس کی اطاعت کی جائے گی۔ ابن عفیفؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: "میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ لوگوں سے بیعت لے رہے تھے، آپ نے لوگوں سے کہا: "لوگو! میں تم سے اللہ، اس کے رسول اور پھر تمہارے امیر (خلیفہ) کی بات سننے اور بات ماننے کی بیعت لے رہا ہوں" ابن عفیفؓ کہتے ہیں: "میں یہ معلوم کر لینے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "میں اللہ، اس کے رسول اور پھر امیر کی بات سننے اور اطاعت کرنے کی آپ سے بیعت کر رہا ہوں" یہ سن کر آپ نے مجھے سر سے پیر تک دیکھا، گویا آپ کو میری زبان سے نکلے ہوئے یہ کلمات بہت بھلے لگے، پھر آپ نے میری بیعت لے لی" [۲]

بیعت خلافت کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے سب سے پہلا جو خطبہ دیا تھا اس میں فرمایا تھا "اے لوگو! میری بات کی فرمانبرداری اس وقت تک کرتے رہنا جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتا رہوں، اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم ہرگز میری اطاعت نہ کرنا" [۳]

ج۔ مناصحت: ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنا، ایک دوسرے کو نصیحت کرنا۔

امت کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب وہ خلیفہ یا امیر کو راہ راست سے ہٹتا ہوا دیکھے تو خیر خواہی کے جذبے کے تحت اسے تنبیہ کرے اس لئے کہ اس امت کے سارے معاملات کی بنیاد ایک دوسرے کے لئے خیر خواہانہ جذبے پر ہے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ وہ

---

[۱] مصنف عبدالرزاق جلد ۱۱ ص ۳۳۳

[۲] مصنف عبدالرزاق جلد ۵، ص ۳۳۳

[۳] کنز العمال جلد ۵، ص ۶۰۱، صفوۃ الصفوہ جلد ۱، ص ۲۶۰، مصنف عبدالرزاق جلد ۱۱، ص ۳۳۶

خلیفہ یا امیر کبھی راہ راست سے بھٹک نہیں سکتا جس کی پشت پر پوری قوم ہو جس کے دل میں اسے راہ راست پر رکھنے اور آگے بڑھانے کا جذبہ موج زن ہو۔ اسی لئے بیعت خلافت کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے اپنے پہلے خطبے میں فرما دیا تھا: "حمد و صلوٰۃ کے بعد، لوگو! مجھے تم پر امیر بنا دیا گیا ہے حالانکہ میں تم میں سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر برائی کروں تو مجھے درست کر دو سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے"

(بحوالہ سابق)

د۔ خلیفہ کے لئے اس کی جائز ضروریات پوری کرنے کی خاطر وظیفہ مقرر کرنا: امت کے ذمے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے مال میں سے خلیفہ کے لئے اتنی رقم مختص کر دے جو اس کی اور اس کے اہل و عیال کی جائز ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام نے حضرت ابو بکرؓ کے لئے مندرجہ ذیل چیزیں مقرر کر دی تھیں دو یمنی چادریں — ایک سردیوں، اور دوسری گرمیوں میں لباس کے طور پر استعمال کے لئے کہ جب پرانی ہو جائیں تو ان کی جگہ نئی لے لیں۔ سفر کے لئے ایک سواری، اہل و عیال کے خرچ کے لئے اتنی رقم جتنی حضرت ابو بکرؓ خلافت سے پہلے خرچ کرتے تھے اور بکری کا نصف حصہ جس میں سر اور اوجھری شامل نہیں تھی۔ [۱]

حضرت ابو بکرؓ کو فکر ہوئی کہ بیت المال سے یہ اخراجات لے کر وہ اس کے لئے بوجھ نہ بن جائیں۔ آپ نے کہا: "عمرؓ پر افسوس ہے ..... حضرت عمرؓ نے ہی بیت المال سے نفقہ مقرر کرنے کا مشورہ دیا تھا ..... مجھے تو خوف ہے کہ شاید میرے لئے بیت المال سے کچھ لینے کی گنجائش نہ ہو" آپ نے اپنی مدت خلافت یعنی دو سال اور چند مہینوں میں بیت المال سے آٹھ ہزار درہم خرچ کئے۔ جب وفات کا وقت آیا تو فرمانے لگے: "میں نے عمرؓ سے کہا تھا کہ میرے لئے بیت المال سے کچھ لینے کی گنجائش نہیں، لیکن عمرؓ مجھ پر غالب آ گئے (جس کی وجہ سے مجھے اپنا نفقہ بیت المال سے لینا پڑا) اب جب میں دنیا سے گزر جاؤں تو میرے مال میں سے آٹھ ہزار درہم لے کر بیت المال میں واپس کر دو"۔ وفات

---

[۱] کنزالعمال جلد ۵، ص ۵۹۵، مصنف عبدالرزاق جلد ۱۱، ص ۱۰۵

کے بعد جب یہ رقم حضرت عمرؓ کو پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے، انہوں نے تو (اپنے زہد و شفقت کے ذریعے) بعد میں آنے والوں کو سخت مشکلات میں ڈال دیا ہے۔" [1]

ھ۔ اگر خلیفہ کو قرض لینے کی ضرورت پڑے تو وہ بیت المال سے قرض لے تاکہ اس پر کسی کا احسان نہ ہو۔ حضرت ابو بکرؓ نے بیت المال سے سات ہزار درہم قرض لئے تھے۔ وفات کے وقت یہ قرض ابھی آپ کے ذمہ تھا۔ آپ نے اس کی ادائیگی کی وصیت کی تھی۔ [2]

## إمامہ : امامت، خلافت

امامت معنی خلافت (دیکھئے لفظ امارۃ)

نماز کی امامت (دیکھئے لفظ صلاۃ پیرا نمبر۔ ۹)

## أمانہ : امانت

دیکھئے لفظ۔ ودیعت

## إنجاب : اولاد پیدا کرنا

کسی کے خلاف ایسا جرم جس کی وجہ سے وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہے اور اس کا تاوان (دیکھئے لفظ جنایہ، پیرا نمبر ۴، جز۔ د)

## أنعام : چوپائے

چوپایوں کی زکاۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ پیرا نمبر ۴، جز۔ ج)

---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۵۹۹، کتاب الاموال ص ۲۶۸

[2] آثار ابی یوسف ص ۹۱۳

# حرف الباء
## ب

**بحر: سمندر**

سمندر کے پانی سے وضو کرنا (دیکھئے لفظ وضو۔ پیرا نمبر۔ ۱)

سمندری جانوروں کو کھانا (دیکھئے لفظ طعام۔ پیرا نمبر۔ ۱)

**بدعہ: نئی بات**

دین میں کسی ایسی نئی بات کو بدعت کہتے ہیں جس پر نہ صحابہ کرامؓ عمل پیرا ہوئے ہوں اور نہ تابعین اور نہ ہی وہ شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں بھی بدعت کا یہی مفہوم تھا۔ ایک دن آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "مسلمانوں کے لئے دو امیروں کا ہونا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو مسلمانوں کے معاملات میں انتشار پیدا ہو گا، ان کے احکامات میں تضاد ہو گا، ان کی جماعت بکھر جائے گی اور وہ آپس میں الجھ پڑیں گے۔ پھر اس کے نتیجے میں سنت سے روگردانی کی جائے گی، بدعت کا بول بالا ہو گا اور فتنہ و فساد عام ہو گا۔ جس سے کسی کی بھلائی نہیں ہو گی" [1]

یہی وجہ ہے کہ درج ذیل واقعہ کو بدعت نہیں خیال کیا گیا کیونکہ اس کے ذریعے مسلمان عورت کے لئے پردہ کے سلسلے میں شریعت کے مقاصد پورے ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسماءؓ سے کہا: "عورت کے انتقال کے بعد غسل میت کے دوران جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے مجھے وہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ عورت جب مرجاتی ہے تو اس پر

---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۵۹۶

ایک چادر ڈال دی جاتی ہے جس سے اس کے جسمانی نشیب و فراز نظر آتے ہیں۔" یہ سن کر اسماء نے کہا کہ میں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا ہے کہ عورت کی میت کو غسل دینے کے لئے ایک ہودہ بنا دیا جاتا ہے جو دلہن کے ہودہ کی طرح ہوتا ہے۔ جس میں اسے غسل دیا جاتا ہے، یہ سن کر حضرت فاطمہؓ نے کہا: "جب میں وفات پا جاؤں تو میرے لئے بھی ایسا ہی کرنا اور کسی کو بھی میرے پاس آنے نہ دینا" جب ان کی وفات ہو گئی تو اسماءؓ نے حسب وصیت ان کو غسل دینے کے انتظامات کئے، اسی دوران حضرت عائشہؓ نے وہاں آنے کی اجازت طلب کی لیکن اسماءؓ نے انہیں اجازت نہیں دی، جب حضرت ابوبکرؓ نے اسماءؓ سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ فاطمہؓ نے مجھے ایسا ہی کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: "جس طرح فاطمہؓ نے تمہیں کہا ہے اسی طرح کرو" [1]

## بدل : بدل

زکوۃ میں بدل قبول کرنا (دیکھئے لفظ زکاۃ، پیرا ۴، جزء۔ ج، فقرہ ۲)

### بدو : بدو

عرب کے خانہ بدوش، دیہاتی، صحرانشیں

اس سے مراد وہ لوگ جن کا کوئی مستقل رہائشی ٹھکانہ نہیں ہوتا بلکہ وہ صحراؤں میں خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور جہاں کہیں نخلستان کی شکل میں پانی گھاس وغیرہ میسر ہو وہیں ڈیرے ڈال دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں پر جہاد فرض نہیں ہوتا کیونکہ یہ شہروں سے دور اور لوگوں سے الگ تھلگ ہوتے ہیں۔ اس لئے اعلان جہاد کی آواز ان کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس کے بالمقابل مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اور نہ ہی خراج، جزیہ اور عشر کی مد سے انہیں کچھ ملتا ہے۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی مسلمانوں کے ساتھ شامل جہاد ہو گا تو اسے اس معرکہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت میں حصہ ملے گا۔

---

[1] سنن بیہقی جلد ۴، ص ۳۵

جہاد کے سوا انہیں احکام اسلام میں سے کسی اور حکم سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "وہ مسلمان جو اعراب یعنی دیہاتوں، صحراؤں میں رہنے والے ہیں ان پر اسی طرح اللہ کے احکامات جاری ہوں گے جس طرح دوسرے مسلمانوں پر ہوتے ہیں۔ انہیں مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا جب تک وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک نہیں ہوں گے" [1]

## بسملۃ: بسم اللہ پڑھنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا نہایت رحیم ہے) پڑھنا **بسملۃ** کہلاتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھتے، بلند آواز سے نہیں پڑھتے۔ انس بن مالکؓ نے فرمایا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں وہ بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے" [2]
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ الحمد للہ کے ساتھ نماز شروع کرتے اور اس سے پہلے بسم اللہ پڑھتے نہ اس کے بعد [3]

وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا (دیکھئے لفظ وضوء، پیرا نمبر۔ ۴)

کھانا کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا (دیکھئے لفظ طعام۔ پیرا نمبر۔ ۲)

## بُصاق: تھوک

سنت طریقہ یہی ہے کہ انسان اپنی بائیں جانب تھوکے اور دائیں جانب یا سامنے نہ تھوکے، اس بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کوئی اختلاف منقول نہیں [4]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی بیماری کے دوران کسی عذر کی بناء پر دائیں

---

[1] سنن بیہقی جلد ۹، ص ۸۵

[2] المحلی جلد ۳، ص ۲۵۲

[3] المحلی جلد ۳، ص ۲۵۲۔ الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار، ص ۸۱

[4] المحلی جلد ۴، ص ۲۳

جانب تھوک پھینکی اور فرمایا: "میں نے اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا" [1]

## بعیر۔ اونٹ

(دیکھئے لفظ ابل)

## بغی: بغاوت

کسی جماعت کا جسے طاقت و قوت حاصل ہو امام (خلیفہ) کے خلاف کسی بہانے کی بنیاد پر صف آرا ہو جانا بغی کہلاتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک جماعت آپ کے خلاف صف آرا ہو گئی آپ نے ان کے مقابلے کے لئے فوجیں تیار کیں اور ان سے باقاعدہ جنگ کی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ مرتد تھے یا باغی؟

مرتد تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو دائرہ اسلام سے نکل جائیں لیکن باغی تو دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے۔

بعض فقہاء مثلاً ابن قدامہ نے اپنی کتاب ,المغنی. میں انہیں باغی قرار دیا ہے۔ [2] لیکن مورخین انہیں مرتدین کے نام سے پکارتے ہیں۔ میری (مصنف کتاب کی) تحقیق یہ ہے کہ یہ لوگ مرتد تھے کیونکہ انہوں نے زکوۃ کی فرضیت کا انکار کر دیا تھا۔ حالانکہ زکوۃ اللہ کی کتاب میں بطور فرض مقرر کی گئی ہے۔ اس لئے یہ دین کے ضروری امور میں سے ایک ہے۔ سو اس کا انکار کفر اور دائرہ اسلام سے باہر ہو جانا ہے۔ اسی لئے میں بعد میں ,ردہ. کی بحث میں بتاؤں گا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے معاملے کو کس طرح نمٹایا۔

## بقر۔ گائے، بیل

ہدی (حرم میں لے جا کر قربان کیا جانے والا جانور) اور عید کی قربانی میں گائے کا سات افراد کی طرف سے کافی ہونا (دیکھئے لفظ حج پیرا ۱۲. لفظ اضحیہ پیرا۔ ۳)

دیت میں دی جانے والی گایوں کی تعداد (دیکھئے لفظ جنایہ پیرا۔ ۷ جز۔ ب)

---

[1] کنز العمال جلد ۱۵، ص ۵۲۵ [2] المغنی جلد ۸، ص ۱۰۴

## بکاء : رونا۔ رونے کی آواز

اللہ کو یاد کر کے رونا بہت اچھی بات ہے کیونکہ یہ پختہ ایمان کی علامت ہے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے خوف سے اور جہنم کی آگ کے ڈر سے رویا کرتے تھے اور آپ کا ارشاد ہے (دو آنکھیں ایسی ہیں کہ انہیں جہنم کی آگ چھو نہیں سکتی، ایک وہ آنکھ جس نے اللہ کے خوف سے آنسو بہایا ہو۔ اور دوسری وہ جس نے اللہ کے راستے میں رات کو جاگ کر پہرہ دیا ہو۔

اللہ کے خوف سے آنسو بہانے کی مشق بھی اچھی بات ہے کیونکہ یہ ایک اچھے کام کی مشق ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد ہے "جو شخص اللہ کے خوف سے رو سکتا ہے وہ روئے اور جو رو نہیں سکتا وہ تکلیف کے ساتھ روئے" [1]

میت پر آنسو بہانا (دیکھئے لفظ موت پیرا نمبر۔ ۱)

## بیت المال : بیت المال

### ۱۔ تعریف :

بیت المال وہ ادارہ ہے جس میں اموال عامہ جمع ہوتے ہیں۔

### ۲۔ بیت المال کی جگہ :

حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں بیت المال آپ کے مکان میں ہوتا تھا۔ کنزالعمال میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا بیت المال مقام سنخ میں ہوتا تھا جہاں آپ کی رہائش تھی اور اس کا کوئی محافظ نہیں ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آپ سے کہا گیا: "اے خلیفۂ رسولؐ! آپ بیت المال پر محافظ کیوں مقرر نہیں کر دیتے؟" فرمایا: "کوئی خطرہ نہیں ہے" سائل نے کہا: "کیوں؟" فرمایا: "اس میں تالا لگا ہوا ہے۔" آپ بیت المال میں جو کچھ ہوتا تھا تقسیم کر دیتے۔ یہاں تک کہ کوئی چیز باقی نہ رہ جاتی۔ جب حضرت ابو بکرؓ مدینہ منتقل ہوگئے تو بیت المال کو بھی مدینہ منورہ لے آئے اور اسے سابقہ جگہ پر قائم کر دیا۔ [2]

---

[1] کنزالعمال جلد ۳، ص ۷۷

[2] کنزالعمال جلد ۵، ص ۶۱۴

۳۔ بیت المال کے لئے آمدنی کے ذرائع :

حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں بیت المال کے لئے آمدنی کے درج ذیل ذرائع تھے۔ زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ) جزیہ۔ خراج۔ عشر (دیکھئے لفظ فیٔ) مال غنیمت کا پانچواں حصہ (دیکھئے لفظ غنیمہ) اور وہ مال جس کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

۴۔ بیت المال کے خرچ کی مدیں :

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیت المال کے خرچ کی مدیں وہی تھیں جو قرآن کریم میں زکوٰۃ غنیمت کا پانچواں حصہ اور جزیہ۔ خراج، عشر کے خرچ کی مدات کے طور پر مخصوص تھیں۔ اس لئے بیت المال میں سے صرف مندرجہ ذیل لوگوں اور مدوں پر خرچ کیا جاتا تھا۔ فقراء، مساکین، زکوٰۃ اور جزیہ و عشر و خراج جمع کرنے والے۔ ایسے لوگ جنہیں اسلام میں داخل کرنے یا اسلام پر قائم رکھنے کے لئے تالیف قلب کی ضرورت ہوتی۔ غلاموں کو آزادی دلانے میں مدد کے طور پر۔ مقروضوں کی امداد۔ اللہ کی طرف دعوت (تبلیغ) اور اس راستے میں پیش آنے والے خطرات کو دور کرنے کی خاطر۔ مسافروں کی مدد اور حضورؐ کے قرابت داروں کے لئے جن پر زکوٰۃ کی رقم حرام کر دی گئی تھی۔

۵۔ اگر خلیفہ کو کوئی مالی ضرورت پیش آئے تو وہ بیت المال سے قرض لے سکتا ہے۔ جیسا کو حضرت ابو بکرؓ نے کیا تھا (دیکھئے لفظ امارۃ پیرا ۵، جز۔ ھ)

## بیع : بیچنا

۱۔ مال کا مال سے اس طرح تبادلہ کہ ملکیت میں آجانا اور ملکیت میں دے دینا پایا جائے بیع کہلاتا ہے۔

۲۔ ایک چیز کو اسی جیسی چیز کے بدلے میں بیچنا :

حضرت ابو بکرؓ کی رائے تھی کہ ہم جنس چیزوں کا ان کی مقداروں میں کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ ربا ہو گا چاہے وہ نقود (سونا، چاندی، درہم و دینار) ہوں یا اشیائے خوردنی۔ سب کے لئے یہی حکم ہے۔

آ۔ نقود کے بارے میں ابو رافعؓ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میں گھر سے نکلا، مجھے ابو بکرؓ مل

گئے ان کے ہاتھوں میں پازیب کا ایک جوڑا تھا۔ میں نے ان سے یہ جوڑا خرید لیا۔ ترازو کے ایک پلڑے میں جوڑا رکھا اور دوسرے میں چاندی۔ چاندی کا وزن زیادہ تھا. میں نے کہا: "زائد چاندی میں آپ کے لئے حلال کرتا ہوں (چھوڑ دیتا ہوں) حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "اگر تم یہ میرے لئے حلال کرو تو اللہ تو میرے لئے حلال نہیں کرے گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے (چاندی کے بدلے چاندی ہم وزن، سونے کے بدلے سونا ہم وزن اور زائد دینے والا اور زائد مانگنے والا دونوں جہنم میں ہیں)" [1]

آپ نے شام کے محاذ پر بھیجی جانے والی افواج کے سالاروں کو لکھا تھا: "تم ایسی سر زمین پر قدم رکھ رہے ہو جہاں ربا (سود) کا چلن ہے۔ اس لئے سونے کے بدلے سونا نہ خریدنا مگر جب کہ ہم وزن ہو، چاندی کے بدلے چاندی نہ لینا مگر جب کہ ہم وزن ہو اسی طرح طعام (اشیائے خوردنی) کے بدلے طعام نہ خریدنا مگر جب کہ ہم پیمانہ ہو" [2]

ب۔ اشیائے خوردنی کے بارے میں مندرجہ بالا گشتی مراسلہ میں سالاروں کو حکم بھیجا گیا کہ وہ اشیاء ہم پیمانہ خریدیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کے دس حصے کئے گئے۔ ایک شخص نے کہا: "مجھے ایک بکری کے بدلے میں اونٹ کا ایک حصہ دے دیا جائے" اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "یہ درست نہیں ہے" [3] حضرت ابو بکرؓ نے اس لئے منع فرمایا کہ گوشت اور زندہ جانور کے درمیان مماثلت نہیں پائی جاتی اسی لئے آپ سے روایت ہے کہ آپ نے زندہ جانور کے بدلے گوشت فروخت کرنا پسند نہیں کیا۔ [4]

---

[1] مصنف عبدالرزاق جلد ۸، ص ۱۲۴، المحلی جلد ۸، ص ۵۱۴

[2] کنزالعمال جلد ۴ ص ۱۸۵

[3] مصنف عبدالرزاق جلد ۸، ص ۲۷، المغنی جلد ۴، ص ۳۲، کنز العمال جلد ۴، ص ۱۶۵

[4] المجموع جلد ۱۱، ص ۱۳۷۔ کنزالعمال جلد ۴، ص ۱۶۵

۳۔ اُم ولد :

(ایسی لونڈی جس کے ہاں اس کے آقا سے اولاد کی پیدائش ہو) کی فروخت :

فروخت ہونے والی چیز کے لئے شرط ہے کہ وہ مال ہو۔ حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک ام ولد کے ہاں بچے کی پیدائش سے اسے آزادی نہیں ملتی بلکہ آقا کی طرف سے اسے آزادی دینا یا آقا کی وفات کے بعد اس کی اولاد کی ملکیت میں جانے کے بعد اسے آزادی ملتی ہے۔ [۱] اس لئے بچے کی پیدائش کے باوجود وہ اپنے آقا کی ملکیت میں ہوتی ہے اور اس لحاظ سے جب تک وہ مال ہے اس کی فروخت درست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں ایسی لونڈیوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ [۲] پھر حضرت عمرؓ نے ان کی خرید و فروخت سے منع کر دیا اور انہیں بچوں کی پیدائش کے ساتھ ہی آزاد تسلیم کر لیا گیا۔ [۳]

۴۔ قرآن مجید کی فروخت :

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآنی نسخوں کی فروخت مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ قرآنی نسخے کا درجہ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کی کوئی قیمت لگائی جائے۔ اس رائے سے کوئی اختلاف منقول نہیں۔ [۴]

بیعہ : بیعت

۱۔ امام یا خلیفہ سے نصرت اور اطاعت کا معاہدہ کرنا بیعت کہلاتا ہے۔

۲۔ بیعت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان وفات پا جائے اور اس نے بیعت نہ کی ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ اس بات کے شدت سے خواہش مند رہتے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہر شخص ضرور بیعت کرے۔ ابن سیرین کہتے ہیں: "حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اسلام میں داخل ہونے والے ہر شخص سے عہد (بیعت) لیتے: تم اللہ پر ایمان لاؤ گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے. اللہ نے تم پر جو نمازیں فرض کی ہیں انہیں ان کے اوقات میں

---

[۱] المحلی جلد ۹، ۲۱۹ [۲] مصنف عبد الرزاق جلد ۷، ۳۸۷، المحلی جلد ۹، ص ۲۱۸

[۳] موسوعہ فقہ عمر مادہ بیع

[۴] المحلی جلد ۸، ص ۱۹۵، المغنی جلد ۴، ص ۲۶۳

ادا کرو گے. کیونکہ نماز کی ادائیگی میں کوتاہی ہلاکت ہے. خوش دلی کے ساتھ اپنے مال کی زکوۃ نکالو گے. رمضان کے روزے رکھو گے. بیت اللہ کا حج کرو گے اور اپنے امیر کی بات سنو گے اور اس کی اطاعت کرو گے۔" ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک شخص سے یہ زائد بات بھی فرمائی: "اللہ کے لئے کام کرو گے لوگوں کے لئے کام نہیں کرو گے۔" [1]

حضرت ابو بکرؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے دن لوگوں سے جو بیعت لی تھی وہ اطاعت کی بیعت تھی۔ ابن عفیفؒ کہتے ہیں: "میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس اس وقت آیا جب آپ لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ آپ نے اس وقت فرمایا: "میں تم لوگوں سے اس بات کی بیعت لے رہا ہوں کہ تم اللہ. اس کی کتاب اور پھر اپنے امیر (خلیفہ) کی بات سنو گے اور مانو گے" ابن عفیفؒ کہتے ہیں: "میں نے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لی اور پھر آپ کی خدمت میں آ کر عرض کیا "میں آپ سے اللہ. اس کی کتاب اور پھر امیر (خلیفہ) کی بات سننے اور ماننے کی بیعت کرتا ہوں۔" ابن عفیفؒ کہتے ہیں: "حضرت ابو بکرؓ نے یہ سن کر مجھے نیچے سے لے کر اوپر تک دیکھا گویا میری یہ بات انہیں بہت بھلی لگی۔ پھر میری بیعت لے لی۔ [2]

---

[1] مصنف عبدالرزاق جلد ۱۱. ص ۳۳۰

[2] مصنف عبدالرزاق جلد ۱۱. ص ۳۳۲

# حرف التاء
## ت

### تبرع : مفت دینا

۱۔ عوض کے بغیر کسی کو کسی چیز کا مالک بنا دینا تبرع کہلاتا ہے۔

۲۔ تبرع کے تحت ہونے والے لین دین کی کئی قسمیں ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں، ہبہ (دیکھئے لفظ ہبہ)، صدقہ، وصیت (دیکھئے لفظ وصیہ)، وقف (دیکھئے لفظ وقف)، قرض (دیکھئے لفظ دین)، کفالت، کوئی چیز عاریۃً دے دینا، کسی کو اس کا قرض معاف کر دینا وغیرہ

۳۔ تبرع کے تحت لین دین متعلقہ اشیاء پر قبضے کے ساتھ مکمل ہوتے ہیں (دیکھئے لفظ۔ ہبہ)

۴۔ ایسا شخص جو شرعی لحاظ سے لین دین کرنے سے عاجز ہو یا اس پر لین دین کی پابندی لگی ہو وہ تبرع کے تحت بھی کسی قسم کا لین دین نہیں کر سکتا (دیکھئے لفظ۔ حجر)

### تجارۃ : تجارت

مال تجارت کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، پیرا۔ ۴، جز۔ ب)

### تجسّس : ٹوہ لگانا

تجسّس ایسی معلومات حاصل کرنے کے در پے ہونے کو کہتے ہیں جن سے آگاہ ہونا ان معلومات والے متعلقہ شخص کو ہرگز پسند نہ ہو۔

اگر تجسّس سے مقصد کسی مسلمان کی پردہ دری ہو تو یہ حرام ہے۔ اللہ کا فرمان ہے (ولا تجسسوا: اور ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو) اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں اور سالاروں کو تجسّس نہ کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

"لوگوں کے رازوں سے ہر گز پردہ نہ اٹھانا اور ان کی ظاہری حالت پر اکتفاء کرنا" [1]

## تحری : اندازہ لگانا

جب کسی شے کی حقیقت معلوم کرنا مشکل ہو تو غالب رائے سے کام لے کر کسی نتیجے پر پہنچنا تحری کہلاتا ہے۔

حیض والی عورت کا ایام حیض کے بارے میں تحری کرنا جب کہ اسے دن یاد نہ رہے ہوں

(دیکھئے لفظ حیض پیرا۔ ۲)

## تحریمہ : تکبیر تحریمہ کہنا۔ حرام کر دینا

نماز میں تکبیر تحریمہ کہنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا۔ ۷، جز الف۔ ب)

## تحلل : کھول دینا

حج میں احرام کھول دینا (دیکھئے لفظ حج پیرا۔ ۱۲، ۱۳)

## تخلی : تنہائی میں رہنا، قضائے حاجت کے لئے جانا

حضرت ابو بکرؓ کو یہ بات پسند تھی کہ جب انسان قضائے حاجت کے لئے جائے تو اپنا سر ڈھانپ رکھے۔ آپ نے ایک دفعہ خطبے میں فرمایا: "اے مسلمانو اللہ سے حیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب میں قضائے حاجت کے لئے جاتا ہوں تو خدا سے حیا کرتے ہوئے ہمیشہ اپنا سر ڈھانپے رکھتا ہوں۔ [2]

## تخلیل : خلال کرنا

وضو میں انگلیوں کا خلال کرنا (دیکھئے لفظ وضو، پیرا۔ ۶)

## تخنث : ہیجڑا ہونا

۱۔ تعریف :

مرد کا گفتگو، چال ڈھال ناز و انداز اور نزاکت میں عورت کی مشابہت اختیار کرنے کو تخنث کہتے ہیں۔

---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۶۲۱

[2] ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۱۸ کنز الاعمال جلد ۹، ص ۵۰۸ المغنی جلد ۱، ص ۱۶۶

۲۔ مخنث کا حکم: مخنث بننا حرام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ایسا کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہیجڑے بننے والے مردوں پر لعنت کی ہے۔ [1] کیونکہ مخنث بننا اسلام کے مقاصد کے خلاف ہے جن کے تحت اسلام مردوں کی تربیت طاقت اور قوت کی بنیاد پر کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ مردان کارزار بن سکیں۔ اسی لئے حضرت ابو بکرؓ ہمیشہ ہیجڑوں کے درپے رہتے تھے۔ آپ کو پتہ چلا کہ مدینہ میں ایک ہیجڑا رہتا ہے آپ نے فوراً نکال باہر کرنے کا حکم دیا۔ [2]

## تداوی : دوا کرنا۔ علاج کرنا

جھاڑ پھونک اور منتر کے ذریعے علاج کرنا (دیکھئے لفظ رقیہ)

## تزین : زیب و زینت اختیار کرنا

خضاب لگا کر تزین کرنا (دیکھئے لفظ خضاب)

## تعزیر : سزا دینا

۱۔ تعریف :

کسی ایسے جرم پر جس کی سزا شریعت میں مقرر نہیں ہے۔ عدالت کی طرف سے سزا سنانا تعزیر کہلاتا ہے۔ سزا کی مقدار عدالت مقرر کرتی ہے۔

۲۔ تعزیر کے طریقے :

اس کا اصول یہ ہے کہ قاضی (عدالت) مجرم کو اتنی سزا دے جو اس کے خیال میں اس جرم سے باز رکھنے کے لئے کافی ہو۔

آ۔ حضرت ابو بکرؓ نے تہدید (دھمکی) کے ذریعے تعزیر کی۔ ایک شخص آپ کے پاس آکر کہنے لگا: "آپ کا کیا خیال ہے حرام کاری بھی تقدیر ہی سے ہوتی ہے" آپ نے فرمایا: "ہاں" وہ کہنے لگا: "اللہ نے زنا کاری کو مقدر کیا اور پھر وہ اس پر مجھے سزا بھی دے رہا ہے" حضرت ابو بکرؓ نے غصے سے فرمایا: "اے بد زبان عورت کے بیٹے! خدا کی

---

[1] البخاری باب نفی اہل العاصی۔

[2] مصنف عبدالرزاق جلد ۱۱، ص ۲۴۳

قسم اگر میرے پاس اس وقت کوئی شخص ہوتا تو میں اسے تیری ناک توڑ دینے کا حکم دیتا۔" [۱]

ب۔ آپ نے سخت الفاظ کہہ کر بھی تعزیر کی۔ صحیحین میں ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو کہا: "اے جانور خدا کرے تیری ناک کٹ جائے" ساتھ ہی ساتھ اسے برا بھلا بھی کہا۔ [۲]

ج۔ مثلہ کرنے کے ذریعہ تعزیر جائز نہیں مثلاً ناک اکھیڑ دینا اور زبان کاٹ دینا وغیرہ۔ حضرت ابوبکرؓ نے مہاجر بن ابی امیہ کو جہاد پر روانہ کرتے وقت فرمایا تھا: "انسان کے ناک، کان، زبان وغیرہ کاٹنے (مثلہ کرنے) سے بچتے رہنا کیونکہ یہ گناہ بھی ہے اور نفرت دلانے والا عمل بھی۔ ہاں قصاص کی صورت میں ایسا کیا جا سکتا ہے۔ [۳]

د۔ آپ نے سر اور ڈاڑھی مونڈ دینے مال اسباب جلا دینے اور فئی (جزیہ، خراج، عشر وغیرہ) کے حصے سے محروم کر دینے کے ذریعے بھی تعزیر کی جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

ھ۔ آپ نے تعزیراً کوڑے بھی لگائے (دیکھئے لفظ غلول۔ پیرا۔ ۲)

## ۳۔ تعزیر کے اسباب:

آ۔ جو شخص مسلمانوں کی مذمت میں ہجویہ اشعار گائے گا اسے تعزیر کی جائے گی۔ حضرت ابوبکرؓ نے مہاجر بن ابی امیہ سے فرمایا تھا: "وہ لونڈی جس کے بارے میں یہ سنا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہجو میں اشعار گاتی ہے۔ وہ مسلمان ہونے کی دعویدار ہے تو اس کی ایسی تادیب کرنا جو مثلہ سے کم سزا ہو۔ اور اگر وہ ذمی (اسلامی ریاست کی غیر مسلم شہری) ہے تو مجھے اپنی جان کی قسم اس سے درگزر کرنا شرک سے بڑا گناہ ہے۔ [۴] (دیکھئے لفظ سب، پیرا ۲، ۴)

---

[۱] کنز العمال جلد ۱، ۳۳۵

[۲] المجموع جلد ۸، ص ۲۵۸

[۳] کنز العمال جلد ۵، ۵۶۸

[۴] کنز العمال جلد ۵، ۵۶۸

ب۔ آپ نے مال غنیمت سے کوئی چیز چرا لینے کی سزا سر اور داڑھی کے بال اتروا کر، مال و اسباب جلا کر فئی (جزیہ، خراج، عشر وغیرہ) سے حاصل ہونے والے حصے سے محروم کر کے اور سو کوڑے لگا کر دی۔ عمرو بن شعیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جب مال غنیمت سے چرایا جانے والا مال کسی کے ہاں پاتے تو اسے پکڑ لیتے، سو کوڑے لگاتے، سر اور ڈاڑھی مونڈ دیتے، اور اس کی جھولداری میں جانوروں کے سوا جو کچھ ہوتا اسے لے کر آگ لگا دیتے اور اسے پھر کبھی مسلمانوں کے ساتھ کوئی حصہ نہ ملتا۔ [1] (دیکھئے لفظ سرقہ، پیرا ۔ ۳، جز ۔ ب، فقرہ ۳) نیز (دیکھئے لفظ غلول، پیرا ۲)

## تعزیہ: تسلی دینا۔ اظہار افسوس کرنا

کسی کی وفات پر اس کے پسماندگان سے تعزیت کرنا مشروع ہے۔ حضرت ابو بکرؓ جب کسی کی تعزیت کرتے تو یہ فرماتے: "صبر کے ساتھ کوئی مصیبت مصیبت نہیں رہتی، رونے دھونے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، موت سے پہلے کی زندگی آسان ہے لیکن موت کے بعد پیش آنے والے مرحلے مشکل ترین ہیں۔ حضورؐ کی وفات کو یاد کرو تمہاری مصیبت اس عظیم سانحہ کے سامنے ہلکی محسوس ہو گی اور اللہ تعالیٰ تمہارا اجر بڑھا دے گا۔" [2]

## تغریب: جلا وطن کر دینا ۔ وطن سے دور بھیج دینا

جلا وطن کرنے اور وطن سے دور بھیج دینے کو تغریب کہتے ہیں۔

مخنث کو تعزیراً جلا وطن کر دینا (دیکھئے لفظ مخنث)

غیر محصن زنا کار کو حد زنا کے طور پر جلا وطن کر دینا (دیکھئے لفظ زنا پیرا ۳، جز ۔ الف)

## تقبیل: بوسہ لینا، چومنا

۱۔ میت کو چومنا:

میت کو الوادع کہنے کے طور پر اسے چوم لینا جائز ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقعہ پر آپ کا بوسہ لیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: "جب

---

[1] مصنف بن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۳۲۔ کتاب الخراج ۱۷۲

[2] کنز العمال جلد ۱۱، ص ۷۴۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت ابو بکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ کے جسد مبارک پر دھاری دار چادر پڑی ہوئی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی اس پر جھکے اور اسے چوم لیا۔ پھر آپ نے روتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی زندگی کتنی اچھی تھی اور آپ کی موت کتنی اچھی ہے۔ [۱] (دیکھئے لفظ موت پیرا۔ ۲)

۲۔ زندہ انسانوں کو چومنا:

مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ ان خواتین کا بوسہ لے لے جو اس کے لئے محرم ہوں مثلاً ماں، دادی بیٹی وغیرہ۔ لیکن یہ تقبیل ایسی جگہ پر ہو جس سے شہوت کے بھڑکنے کا اندیشہ نہ ہو مثلاً سر، پیشانی، رخسار وغیرہ۔ حضرت ابو بکرؓ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر اور رخسار کا بوسہ لیا تھا۔ [۲] حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے:

"حضرت ابو بکرؓ جب مدینہ آئے تو شروع میں ایک دن میں ان کے ساتھ ان کے گھر گیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کی بیٹی عائشہ بخار کی وجہ سے لیٹی ہوئی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پاس جاکر فرمایا: بیٹی! اب طبیعت کیسی ہے؟" یہ کہہ کر آپ نے ان کے رخسار کو چوم لیا۔ [۳]

۳۔ محرم حالت احرام میں بوسہ نہیں لے سکتا (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۲، جز۔ ج)

## تکبیر: اللہ اکبر کہنا

اللہ اکبر کہنا تکبیر کہلاتا ہے۔

نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہنا (دیکھئے لفظ صلوٰۃ پیرا ۷، جز۔ الف، ب)

نماز میں ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کے لئے تکبیر کہنا (دیکھئے لفظ صلوٰۃ پیرا ۷، جز۔ د)

---

[۱] المحلی جلد ۵، ص ۱۴۶، کنزالعمال جلد ۱۵ ص ۷۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۵۵، المغنی جلد ۲ ص ۵۴۲

[۲] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۲۳۲

[۳] سنن بیہقی جلد ۷ ص ۱۰۱

نماز جنازہ کی تکبیریں (دیکھئے لفظ صلوٰۃ پیرا۔ ۱۵. جز۔ و)

نماز عید کی تکبیریں (دیکھئے لفظ صلوٰۃ پیرا۔ ۱۱)

تکبیرات صلاۃ الاستسقاء (دیکھئے لفظ صلاۃ پیرا ۱۲)

## تلاوۃ : تلاوت

سجود تلاوت (دیکھئے لفظ سجود پیرا ۴)

## تلبیہ : تلبیہ کہنا

۱۔ حج یا عمرہ کرنے والے شخص کا "لبیک اللھم لبیک. لبیک لا شریک لک لبیک. ان الحمد والنعمۃ لک والملک. لا شریک لک لبیک"[۱] کہنا تلبیہ کہلاتا ہے۔

۲۔ حج میں تلبیہ کی ابتداء کب کی جائے اور کب اس کا اختتام ہو (دیکھئے لفظ حج پیرا ۵)

## تمتع : فائدہ اٹھانا

حج تمتع یہ ہے کہ حج پر جانے والا حج کے مہینوں کے دوران عمرہ کرے پھر احرام کھول دے پھر دوبارہ احرام باندھ کر حج کرے۔

حج تمتع (دیکھئے لفظ حج پیرا۔ ۳ جز۔ ج. نیز پیرا نمبر۔ ۱۲)

## تمثیل : مثلہ کرنا

جان بوجھ کر کسی انسان کے اعضائے جسمانی کاٹ کر اور اس کے پیٹ کو پھاڑ کر اسے مسخ کر ڈالنا تمثیل کہلاتا ہے۔

قصاص کے طور پر مثلہ کرنے کا جواز (دیکھئے لفظ قود پیرا نمبر ۳)

تعزیراً مثلہ کرنے کی ممانعت (دیکھئے لفظ تعزیر پیرا ۲. جز۔ ج)

## تمیمہ : تعویذ

دیکھئے لفظ رقیہ

## تنفیل : زائد دینا

---

[۱] حاضر ہوا۔ میں اے میرے اللہ حاضر ہوا. حاضر ہوا تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوا. تمام تعریفیں. تمام نعمتیں اور ہر طرح کی حکومت صرف تیرے لئے ہیں. تیرا کوئی شریک نہیں. میں حاضر ہوا

۱۔ تعریف۔

امیر لشکر کا کسی مجاہد کو مال غنیمت میں سے اس کے حصے سے زائد دینا تنفیل کہلاتا ہے۔

۲۔ تنفیل کے احکامات۔

تنفیل شرعی لحاظ سے درست ہے۔ یہ دراصل جہاد میں کسی کی جان نثاری اور بہادری کے مظاہرہ پر اسے ایک قسم کا انعام دینا ہے۔ تاکہ ایک طرف اس کی حوصلہ افزائی ہو اور دوسری طرف اوروں کو جہاد میں بہادرانہ کارنامے دکھانے کی ترغیب ہو۔ حضرت ابو بکرؓ اس قسم کے انعامات دیا کرتے اور اس عمل کو جائز سمجھتے تھے۔ یحییٰ بن یحییٰ غسانی کہتے ہیں: "حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ کو زمانہ جاہلیت میں ایک لونڈی سے عشق ہو گیا تھا جس کا نام لیلیٰ بنت الجودی تھا۔ عبدالرحمٰنؓ اس کی یاد میں رومانوی شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔ وہ علی بن امیہ کے پاس یمن گئے تو وہاں اس لونڈی کو قیدیوں میں دیکھا۔ انہوں نے علی سے کہا یہ لونڈی مجھے دے دو علی نے جواب دیا کہ میں تو نہیں دے سکتا لیکن اس کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کو لکھتا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب میں لکھا کہ لونڈی اسے دے دو۔" معاذ کی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ: "ابن عون نے کہا میرا خیال ہے یہ لونڈی انہوں نے خمس میں دے دی تھی" [۱]

تنمیۃ : بڑھانا

امام کا اموال زکوٰۃ کو بڑھانا (دیکھئے حمی. نیز لفظ زکاۃ پیرا ۴)

توبہ : توبہ

زنا کار عورت کے نکاح کی حلت میں توبہ کا اثر (دیکھئے لفظ زنا پیرا ۳. جز۔ ب)

تیامن : دائیں طرف سے کام کرنا

۱۔ دائیں طرف سے کوئی کام شروع کرنا تیامن کہلاتا ہے۔

۲۔ حضرت ابو بکرؓ ہر اچھے کام کی ابتداء دائیں طرف سے کرنا پسند کرتے تھے اور کسی گھٹیا کی ابتداء دائیں طرف سے کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔ آپ جب تھوکنا چاہتے تو بائیں طرف منہ کر کے تھوکتے۔ دائیں طرف نہیں تھوکتے (دیکھئے لفظ بصاق)

---

۱۔ کتاب الاموال ص ۳۱۹

# حرف الثاء

## ث

### ثدی : پستان

پستان کو نقصان پہنچانا (دیکھئے لفظ جنایہ، پیرا ۴، جز۔ ج)

# حرف الجیم
# ج

## جائفہ: پیٹ کے اندر تک پہنچنے والا زخم

پیٹ کے اندر تک پہنچنے والے زخم کا جرمانہ (دیکھئے لفظ جنایہ پیرا ۵، جز- ب)

## جد: دادا

میراث میں دادا کے حصے (دیکھئے لفظ ارث پیرا ۵)

## جدہ: دادی نانی

میراث میں دادی نانی کے حصے (دیکھئے لفظ ارث پیرا ۴)

نانی باپ سے بڑھ کر بچے کی پرورش کی حق دار ہے۔ (دیکھئے لفظ حضانہ پیرا ۲)

## جزیہ: جزیہ

۱۔ جزیہ وہ ٹیکس ہے جو ذمی (غیر مسلم شہری) اسلامی حکومت کو جان و مال کی حفاظت اور عمومی خدمات کے بدلے میں فی کس کے حساب سے ادا کرتے ہیں۔

۲۔ جب مسلمان کافروں کی کسی جماعت سے برسرپیکار ہونا چاہیں اور کافر جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو جائیں تو ان کے ساتھ جنگ جائز نہیں ہوگی۔ اس لئے ان کی طرف سے جزیہ ادا کرنے پر رضامندی اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنے علاقے پر اسلام کی سیادت کو تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن اگر انہوں نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا تو ان کے خلاف جنگ جائز ہوگی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: ”جو لوگ تمہیں جزیہ دیں ان سے جزیہ قبول کرو۔ اور جو جنگ پر اتر آئیں ان سے جنگ کرو“۔[1]

---

۱۔ سنن سعید بن منصور جلد ۲، ۳، ص ۲۶۴

(دیکھئے لفظ جہاد پیرا ۵)

۳۔ جزیہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے نہیں لیا جائے گا اور اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ رہنا، اسلام کی سیادت اور اس کے سائے میں زندگی گزارنا قبول کر لیں۔ مجوسی یعنی آتش پرست یا آفتاب پرست بھی اہل کتاب کے حکم میں داخل ہیں کیونکہ ان کے پاس بھی آسمانی کتاب جیسی کوئی چیز ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔ [۱]

## جَلد : کوڑے لگانا

زنا کے جرم میں کوڑے لگانا (دیکھئے لفظ زنا پیرا ۳ جز۔ الف)

شراب پینے پر کوڑوں کی سزا (دیکھئے لفظ خمر)

تہمت لگانے پر کوڑوں کی سزا (دیکھئے لفظ قذف پیرا ۳)

تعزیراً کوڑے لگانا (دیکھئے لفظ تعزیر پیرا ۲ جز۔ ھ) نیز (دیکھئے لفظ غلول پیرا۔ ۲)

غلام کے لئے کوڑوں کی آدھی سزا (دیکھئے لفظ حد پیرا ۳) نیز (دیکھئے لفظ قذف پیرا ۳)

## جمعہ : جمعہ

جمعہ کی نماز (دیکھئے لفظ صلوٰۃ پیرا ۱۰)

جمعہ کے دن خطیب کے سامنے کھڑے ہو کر اذان دینا (دیکھئے لفظ اذان پیرا ۳)

## جمل : اونٹ

(دیکھئے لفظ ابل)

## جنایہ : جرم

ہم جنایت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل نقاط پر گفتگو کریں گے۔

۱۔ الجانی : مجرم۔

۲۔ المجنی علیہ : جس پر جرم کیا گیا ہو۔

۳۔ اعضائے انسانی کو نقصان پہنچانے کا جرم۔

---

[۱] المغنی جلد ۸، ص ۴۹۸

۴۔ مختلف زخم۔

۵۔ سزائیں۔

۱۔ تعریف:

جنایت شرعی لحاظ سے اس ممنوع فعل کو کہتے ہیں جس کا ارتکاب انسانی جان یا اس سے کم یعنی اعضاء وغیرہ پر کیا گیا ہو۔

۲۔ جانی یعنی مجرم نے جرم کا ارتکاب جان بوجھ کر کیا ہو یا غلطی سے

۱۔ اگر اس نے جرم کا ارتکاب جان بوجھ کر کیا ہے تو اس سے قصاص لینا واجب ہو گا۔ اگر اس نے فرض منصبی کی ادائیگی کے طور پر ایسا کیا ہے مثلاً وہ حاکم ہو. تو یہ جرم نہیں ہو گا۔ اور اس پر قصاص بھی نہیں ہو گا۔ ہاں وہ دیت دے گا یا صلح کرے گا ہم نے لفظ امارۃ پیرا۔ ۴. جز۔۔و کے تحت بیان کیا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ زکوٰۃ کے اونٹوں کی تقسیم کے لئے ایک جگہ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ کوئی شخص بغیر اجازت یہاں نہ آئے۔ ایک عورت نے خاوند سے کہا اونٹ کی یہ نکیل لے کر وہاں جاؤ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کوئی اونٹ عطا کر دے۔ وہ شخص وہاں گیا اور دیکھا کہ دونوں حضرات اونٹوں کے ریوڑ میں چلے گئے ہیں۔ یہ بھی ان کے پیچھے ریوڑ میں گھس گیا حضرت ابو بکرؓ نے پلٹ کر جب اسے دیکھا تو پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ پھر غصے میں اس سے نکیل چھین کر اسے ایک ضرب لگائی۔ جب تقسیم کے کام سے فارغ ہو گئے تو اس شخص کو بلا کر فرمایا کہ اپنا بدلہ لے لو حضرت عمرؓ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "خدا کی قسم یہ بدلہ نہیں لے گا۔ اسے آپ دستور العمل نہ بنا دیں" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا. "پھر قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے میرا ضامن کون ہو گا؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا. "آپ اسے راضی کر لیجئے" اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کو ایک سواری معہ کجاوہ. ایک چادر اور پانچ دینار لا کر دے دے۔ اس طرح آپ نے اس شخص کو راضی کر لیا۔ [۱]

---

[۱] کنز العمال جلد ۵. ص ۵۹۶

رہی بیہقی کی یہ روایت کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اپنی اپنی ذات سے لوگوں کو بدلہ لینے کی اجازت دی دی تھی لیکن ان سے اس وجہ سے بدلہ نہیں لیا گیا کہ وہ ارباب اقتدار تھے۔ [1] یا یہ روایت کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے غصے میں ایک شخص کو طمانچہ مار کر اس کو بدلہ لینے کے لئے کہا تھا۔ [2] تو یہ انہوں نے اس لئے نہیں کیا تھا کہ یہ چیز ان پر واجب تھی بلکہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کو خوش کرنے کی خاطر کیا تھا۔

ب۔ اگر مجرم نے غلطی سے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اس پر دیت اور کفارہ لازم ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے (وما کانو لمؤمن أن یقتل مومنا الخ) کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے الا یہ کہ اس سے چُوک ہو جائے۔ اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن غلام کو آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے الا یہ کہ وہ خون بہا معاف کر دیں (سورۃ نساء آیت ۹۲)

ج۔ مجرم کا نامعلوم ہونا: اگر مقتول ایسے قبیلے یا محلے میں پایا جائے کہ دوسرے قبائل کے ساتھ اس کی دشمنی ہو اور قاتل کا پتہ نہ چل رہا ہو تو پھر قسامت واجب ہوگی۔ یعنی اس قبیلے یا محلے کے پچاس آدمی اس بات کا حلف اٹھائیں گے کہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا ہے اور نہ ہی وہ قاتل کو جانتے ہیں۔ جب قسامت کا عمل مکمل ہو جائے گا تو دیت (خون بہا) واجب ہوگی قصاص واجب نہیں ہو گا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ قسامت کی صورت میں قصاص نہیں لیتے تھے۔ [3]

## ۳۔ المجنی علیہ: جس پر جرم کا ارتکاب کیا گیا ہو۔

آ۔ غلام کو نقصان پہنچانے کا جرم: حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ غلام کے بدلے میں کسی

---

[1] سنن بیہقی جلد ۸ ص

[2] کنز العمال جلد ۱۵ ص ۸

[3] مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰، ص ۳۷، کنز العمال جلد ۱۵

آزاد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ [1] چاہے وہ غلام اس قاتل کی ملکیت ہو یا ملکیت نہ ہو کیونکہ غلام اپنی حیثیت میں چوپائے کی طرح ہے اور آدمی اور چوپائے کے درمیان کوئی قصاص نہیں۔

اگر غلام قاتل کی ملکیت ہو اور اس نے جان بوجھ کر قتل کیا ہو تو قاتل یعنی مقتول کے آقا کو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ ایک سال قید میں رکھا جائے گا فئی میں سے اس کا ایک سال کے لئے حصہ ساقط کر دیا جائے گا۔ اور ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ غلام کے بدلے میں کسی شخص (آزاد) کو قتل نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسے سو کوڑے لگواتے، ایک سال قید میں رکھتے، اور ایک سال کے لئے فئی میں سے اس کا حصہ ساقط کر دیتے بشرطیکہ اس نے یہ قتل عمداً کیا ہو۔ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں جو روایت ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حکماً اس سے ایک غلام بھی آزاد کرایا جاتا۔[2]

اگر مقتول غلام قاتل کی ملکیت نہیں ہے تو سب کے نزدیک اس کی قیمت ادا کرنا قاتل کے لئے ضروری ہو گا۔ [3]

ب۔ حملہ آور کو نقصان پہنچانے کا جرم

یہ حملہ آور یا تو کوئی انسان ہو گا یا جانور

۱) اگر حملہ آور انسان ہو اور اس شخص نے اس حملے کو روکنے کی خاطر اسے نقصان پہنچایا ہو تو اس پر بطور جرمانہ کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ کو کاٹ لیا اور اپنے دانت پیوست کر دیئے۔ جب اس شخص نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو کاٹ کھانے والے کا ایک دانت بھی باہر آ گیا۔ دونوں حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے حضرت ابو بکرؓ نے دانت اکھاڑنے کا کوئی جرمانہ نہیں

---

[1] سنن بیہقی جلد ۸، ص ۳۸، کنز العمال جلد ۱۵، ص ۲۹، المغنی جلد ۸ ص، ۶۵۸

[2] مصنف عبدالرزاق جلد ۹، ص ۴۹۱، سنن بیہقی جلد ۸، ص ۲۷، کنز العمال جلد ۱۵، ص ۷۰

[3] المحلی جلد ۱، ص ۱۵۵

لیا اور فرمایا: "اس کے ہاتھ نے اپنا بدلہ لے لیا۔" [1]

۲) اگر حملہ آور جانور ہو اور اسے اس شخص نے قتل کر دیا جس پر اس نے حملہ کیا تھا حالانکہ اس کے لئے ممکن تھا کہ قتل کئے بغیر اس سے اپنی جان بچا لے تو اس صورت میں وہ تاوان دے گا۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ ایک سانڈ نے ایک شخص پر حملہ کیا۔ اس نے اسے تلوار مار کر قتل کر دیا۔ یہ بات حضرت ابو بکرؓ کے علم میں لائی گئی تو آپ نے اسے تاوان ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: "وہ سانڈ تو ایک لایعقل جانور تھا۔" [2] ظاہراً تو یہی معلوم ہوتا ہے ــــ واللہ اعلم ــــ کہ وہ شخص اس سانڈ کو قتل کئے بغیر بھگا سکتا تھا۔

۴۔ اعضائے انسانی کو نقصان پہنچانے کا جرم:

آ۔ اگر نقصان پہنچانے کا جرم انسان کے کسی ایسے عضو پر کیا گیا ہو کہ جسم انسانی میں اس کا جوڑا موجود نہ ہو مثلاً زبان، عضو تناسل وغیرہ اور پھر وہ عضو مکمل طور پر ناکارہ ہو جائے اور اس سے کسی قسم کا کوئی فائدہ نہ اٹھایا جا سکے تو پوری دیت واجب ہوگی۔ اور اگر جسم انسانی میں عضو ایک سے زائد ہو تو پوری دیت ان تمام پر تقسیم کر کے ہر عضو کے بالمقابل دیت کا جو حصہ آئے گا وہ بطور ارش (جرمانہ) وصول کیا جائے گا۔ اگر عضو انسانی کو اس طرح نقصان پہنچایا گیا ہے کہ وہ مکمل طور پر ناکارہ نہیں ہوا بلکہ ابھی اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو تو اس کے جرمانے کے لئے ایک انصاف پسند انسان کا فیصلہ واجب الاعمل ہو گا۔ اس بنیاد پر حضرت ابو بکرؓ نے۔

ب۔ زبان کے بارے میں پوری دیت ادا کرنے کا فیصلہ دیا جب کہ اسے جڑ سے کاٹ دیا گیا ہو۔ اگر اسے کنارے سے کاٹا گیا ہو اور گویائی پوری طرح سلب نہ ہوئی ہو تو آدھی دیت دینے کا فیصلہ دیا۔ [3]

---

[1] مصنف عبدالرزاق ص جلد ۹، ص ۲۵۶، سنن بیہقی جلد ۸، ص ۳۳۶ کنز العمال جلد ۱۵، ص ۹۸۔

[2] مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰ ص ۶۷

[3] مصنف عبدالرزاق جلد ۹، ص ۳۵۸ سنن بیہقی جلد ۸، ص ۸۹ المغنی جلد ۸، ص ۱۵ کنز العمال جلد ۱۵، ص ۱۰۳

ج۔ عضو تناسل کو قطع کی دیت سو اونٹ مقرر کئے [1]

د۔ ریڑھ کی ہڈی اگر اس طرح توڑ دی جائے کہ انسان پھر انجاب [2] کے قابل نہ رہے تو اس کے لئے پوری دیت مقرر کی اور اگر انجاب کا انقطاع نہ ہوا ہو تو نصف دیت عکرمہؒ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ریڑھ کی ہڈی اس طرح توڑ دی جائے کہ آگے اولاد نہ ہو تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اولاد ہو جائے تو آدھی دیت واجب ہوگی [3]

ھ۔ دونوں ہونٹ کاٹ لینے پر پوری دیت یعنی ایک سو اونٹ اور ایک ہونٹ کاٹ لینے پر آدھی دیت کا فیصلہ دیا۔ [4]

و۔ عورت کے سرپستان کاٹنے پر دس اونٹ یا سو دینار اور پستان جڑ سے کاٹنے پر پندرہ اونٹ کا جرمانہ مقرر کیا۔ اگر مرد کا سرپستان کاٹ لیا جائے تو اس کے لئے پچاس دینار کا جرمانہ مقرر کیا۔ [5]

ز۔ کان کاٹ لینے پر پندرہ اونٹوں کا جرمانہ مقرر کیا۔ طاؤس کہتے ہیں "سب سے پہلے جس نے کان کاٹنے کا جرمانہ مقرر کیا وہ حضرت ابو بکرؓ تھے جنھوں نے پندرہ اونٹ مقرر کئے" اور فرمایا۔ "کان کا کٹ جانا نہ تو قوت سماعت کو نقصان پہنچاتا ہے اور نہ ہی جسمانی قوت میں کوئی کمی آتی ہے۔ رہا ظاہری نقص تو وہ بالوں اور پگڑی میں چھپ جاتا ہے" [6] یعنی کان کا ہونا نہ ہونا کسی فائدے کے لئے نقصان کا باعث نہیں بنتا اور نہ خوبصورتی میں کمی آتی ہے۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق جلد ۹ ص ۳۷۲، کنز العمال جلد ۱۵، ص ۱۰۳

[2] اولاد پیدا کرنے کا جنسی عمل

[3] مصنف عبدالرزاق جلد ۹، ص ۳۶۵، المحلی جلد ۱۰ ص ۴۵۱، کنز العمال جلد ۱۵، ص ۱۰۳۔

[4] مصنف عبدالرزاق جلد ۹، ص ۳۴۳، سنن بیہقی جلد ۸ ص ۸۸، المحلی جلد ۱۰ ص ۴۴۶، المغنی جلد ۸، ص ۱۴، کنز العمال جلد ۱۵ ص ۱۰۳

[5] مصنف عبدالرزاق جلد ۹ ص ۳۶۳، المحلی جلد ۱۰ ص ۴۵۴، کنز العمال جلد ۱۵، ۷۰۔

[6] مصنف عبدالرزاق جلد ۹، ص ۳۲۳، المحلی جلد ۱۰ ص ۴۴۸، کنز العمال جلد ۱۵، ص ۱۰۳، المغنی جلد ۸ ص ۸

ح۔ حاجب یعنی ابروئے چشم کو نقصان پہنچانے کا جرمانہ اگر تمام بال گر جائیں، دس اونٹ مقرر کیئے۔ [۱]

ط۔ ہاتھ یا پاؤں کے بارے میں یہ فیصلہ دیا کہ اگر وہ اس طرح سوکھ جائے کہ پھیلایا نہ جاسکے یا اگر پھیلایا جائے تو سمیٹا نہ جاسکے یا زمین پر نہ لگے تو ان تمام صورتوں میں آدھی دیت واجب ہوگی۔ اگر ہاتھ یا پاؤں پوری طرح بیکار نہ ہوں بلکہ کچھ نہ کچھ کام دے سکتا ہو تو اس صورت میں دیت میں سے اتنا حصہ واجب ہو گا جتنا حصہ ہاتھ یا پاؤں بے کار ہو گیا ہے۔ [۲]

## ۵۔ الجراح: مختلف زخم جو انسانی جسم پر آئیں

آ۔ المضغۃ ایسا زخم جس میں ہڈی نظر آنے لگے چاہے یہ زخم سر میں لگا ہو یا چہرے پر۔ [۳] اس میں جرمانہ پانچ اونٹ ہے۔ [۴]

ب۔ الجائفہ: یہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہنچ جائے اس میں تہائی دیت واجب ہوگی۔ اگر زخم دوسری طرف نکل جائے تو اس میں دوتہائی دیت واجب ہوگی۔ [۵] سعید بن المسیبؒ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو تیر مارا جو اس کے جسم میں پیوست ہو کر دوسری طرف جا نکلا حضرت ابو بکرؓ نے دو تہائی دیت ادا کرنے کا فیصلہ دیا۔ [۶]

## ۶۔ تھپڑ وغیرہ مارنا

اگر کوئی شخص دوسرے کو طمانچہ مار کر، کوڑا برسا کر یا اسی طرح کی کوئی اور زیادتی کرے تو حضرت

---

۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۹، ص ۳۲۱۔ المحلی جلد ۱۰، ص ۴۲۹۔ کنز العمال جلد ۱۵، ص ۱۰۳

۲۔ المحلی جلد ۱، ص ۴۳۸، کنز العمال جلد ۱۵

۳۔ سنن بیہقی جلد ۸ ص ۸۳، کنز العمال جلد ۱۵، ص ۷۰، المغنی جلد ۸، ص ۴۳

۴۔ مصنف عبد الرزاق جلد ۹ ص ۳۲۱، المحلی جلد ۱۰ ص ۴۲۹، کنز العمال ۱۰۳

۵۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۹ ص ۳۶۸، سنن بیہقی جلد ۸، ص ۸۵، کنز العمال جلد ۱۵، ص ۱۰۴۔

۶۔ المغنی جلد ۸، ص ۴۹

ابو بکرؓ کے نزدیک اس میں قصاص واجب ہو گا۔ [1]

## ۷۔ العقوبہ : سزا

آ۔ قصاص : اگر جان بوجھ کر جرم کیا جائے اور اس میں قصاص لینا ممکن ہو تو پھر قصاص واجب ہو گا الا یہ کہ متعلقہ شخص مجرم کو معاف کر دے۔

اگر مجرم سے قصاص لیا جائے جو جان لینے سے کم تر ہو لیکن قصاص کا اثر اس کی جان تک پہنچ جائے جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ یعنی اس کی موت کا جرمانہ کسی سے نہیں لیا جائے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا : "جس شخص کی جان حد لگنے سے چلی جائے تو اس کی کوئی دیت نہیں" [2]

(دیکھئے لفظ قود)

ب۔ دیت : دیت ایسی جنایت میں واجب ہو گی جو عمداً نہ ہو۔

۱) اگر غلطی سے کسی کی جان لینے کے جرم کا ارتکاب ہو جائے تو دیت واجب ہو گی جس کی مقدار سو اونٹ ہے۔ اگر اونٹ میسر نہ ہوں بلکہ گائیں میسر ہوں تو ہر اونٹ کے بدلے دو گائیں ہوں گی اس طرح دیت میں دو سو گائیں دی جائیں گی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا : "جس شخص کی دیت میں گائیں دی جائیں تو دو سو گائیں دی جائیں گی" [3] مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک اونٹ کی بجائے دو گائیں دینے کا فیصلہ دیا [4]۔ اگر اونٹ میسر نہ ہوں اور بھیڑ بکریاں میسر ہوں تو ہر اونٹ کے بدلے بیس بکریاں دی جائیں گی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا : "جس شخص کی دیت میں بکریاں دینی ہوں تو ہر اونٹ کے بدلے بیس بکریاں دی جائیں" [5] اگر اونٹ میسر نہ ہوں بلکہ نقدی میسر ہو تو اونٹوں کی قیمت واجب

---

۱۔ المحلی جلد ۸، ص ۳۰۸

۲۔ المحلی جلد ۱۱، ص ۲۲۔ المغنی جلد ۷، ص ۲۸۷۔ کنز العمال جلد ۱۵، ص ۷۰

۳۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۹، ص ۲۸۸

۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۹، ۲۹۳ کنز العمال جلد ۱۵، ص ۱۰۳

۵۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۹، ص ۲۹۰، کنز العمال جلد ۱۵ ص ۱۰۲

ہوگی۔ حضرت ابو بکرؓ نے دیہی باشندوں پر یہاں اونٹ مہنگے ہوتے ہیں اور مال میسر ہوتا ہے دیت کا فیصلہ نقدی کی شکل میں اس طرح کیا کہ سو اونٹوں کی قیمت سات سو دیناروں سے لے کر آٹھ سو دیناروں تک لگائی۔ [۱]

۲) اگر جرم کے نتیجے میں جان سے کم کا نقصان ہو تو اس صورت میں جو دیت واجب ہو گی اس کا ذکر ہم نے فقرات ۴ اور ۵ میں کر دیا ہے۔

۳) ذمیوں کی دیت مسلمانوں کی دیت کی طرح ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ [۲]

## جنین : بچہ جو ابھی رحم مادر میں ہو

جنین حمل کو کہتے ہیں۔ جب تک وہ رحم مادر میں ہے۔

جنین کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، پیراء ۲، جز الف، فقرہ ۲)

مادہ جانور کو ذبح کرنے سے اس کے پیٹ میں پایا جانے والا جنین بھی از خود ذبح ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ ذبح)

## جہاد : جہاد

### ۱۔ تعریف

اسلامی حکومت کے دشمنوں سے جنگ کو جہاد کہتے ہیں۔ چاہے وہ کافر ہوں یا مرتد یا امام عادل کے خلاف بغاوت کرنے والے۔

اسی لئے حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کے خلاف اعلان جہاد کرتے ہوئے اپنا مشہور جملہ ارشاد فرمایا تھا: "بخدا اگر یہ لوگ اونٹ کے پاؤں میں باندھنے والی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دینے سے انکار کر دیں جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں اس انکار پر ان سے جنگ کروں گا۔ بیشک زکوٰۃ مال میں اللہ کا حق ہے۔ بخدا میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق روا رکھے گا" [۳]

---

[۱] مصنف عبد الرزاق جلد ۹، ۲۹۵ سنن بیہقی جلد ۸ ص ۷۱

[۲] مصنف عبد الرزاق جلد ۱۰ ص ۹۵ - آثار ابی یوسف رقم ۹۷۲، کشف جلد ۲ ص ۱۱۹، کنز العمال جلد ۱۵ ص ۱۰۴

[۳] البدایہ والنہایہ ص جلد ۱، ص ۳۱۱

بدووں پر جہاد کا واجب نہ ہونا (دیکھئے لفظ بدو)
جہاد کے لئے امام (خلیفہ) سے اجازت حاصل کرنا (دیکھئے لفظ صلوٰۃ پیرا ۱۰ جز۔ ب، فقرہ ۳)

۴۔ مجاہدین کو خدا حافظ کہنے کے لئے کچھ دور تک ان کے ساتھ جانا۔

مجاہدین کو رخصت کرنے کے لئے کچھ دور تک ان کے ساتھ جانا بڑی عزت کی بات ہے بالخصوص جب امام وقت یہ کام کرے۔ حضرت ابو بکرؓ کے دل میں اللہ کے راستے میں جہاد پر جانے والوں کو رخصت کرنے کے لئے کچھ دور تک ان کے ساتھ جانے کی بڑی چاہت تھی۔ آپ نے حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو جب شام کی طرف لشکر دے کر جہاد کے لئے بھیجا تو انہیں رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ چل پڑے۔ حضرت یزیدؓ سواری پر تھے اور آپ ان کے ساتھ پیدل جا رہے تھے حضرت یزیدؓ نے عرض کیا: "اے خلیفہ رسول! میں سوار ہوں اور آپ پیدل ہیں! اب یا تو آپ سوار ہو جائیں یا میں پیدل ہو جاؤں" آپ نے فرمایا: "نہ میں سوار ہوں گا اور نہ تم پیدل ہو گے، اللہ کے راستے میں یہ میرے جو قدم پڑ رہے ہیں ان کے لئے میں اللہ سے ثواب کا امیدوار ہوں" [1]

ایک مرتبہ آپ جہاد پر جانے والے ایک لشکر کو رخصت کرنے کے لئے اس کے ساتھ گئے اور پھر فرمایا: "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس بات کی توفیق دی کہ اس کے راستے میں ہمارے پاؤں غبار آلود ہوں" آپ سے کہا گیا "پاؤں غبار آلود کس طرح ہوئے ہم نے صرف ان مجاہدین کو خدا حافظ کہا ہے" آپ نے جواب میں فرمایا: "ہم نے ان مجاہدین کو سامان جنگ سے آراستہ کیا، انہیں خدا حافظ کہا اور ان کے لئے دعائیں کیں" [2] (اس طرح ہم نے بھی عملی طور پر جہاد میں حصہ لیا اور اللہ کے راستے میں ہمارے پاؤں غبار آلود ہوئے۔ مترجم)

مرتدین کے خلاف جنگ کے لئے بھیجے جانے والے فوجیوں کی آپ نے مقام ذی القصہ تک مشایعت کی اور وہاں سالاران لشکر کو جھنڈے عطا کئے۔ [3]

---

[1] شرح السیر الکبیر جلد ۱ ص ۳۹۔ موطا جلد ۲ ص ۴۴۷، المغنی جلد ۸، ص ۳۵۳ سنن بیہقی جلد ۹، ص ۸۵

[2] سنن بیہقی جلد ۹، ص ۱۷۲

[3] البدایہ والنہایہ جلد ۶، ص ۳۱۵۔

۳۔ خلیفہ کا بنفس نفیس افواج کی قیادت کرنا

شاید حضرت ابو بکرؓ بالآخر اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ خلیفہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مملکت کی عمومی حکمت عملی کو سنوارنے اور انتظامی ڈھانچے کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے اپنے آپ کو پوری طرح فارغ کر لے تاکہ اس کے احکامات اور فیصلوں پر درست طریقے سے عملدر آمد کی ضمانت حاصل ہوسکے۔ اور جہاں تک لشکروں کی قیادت کا تعلق ہے تو یہ معاملہ عسکری امور کے ماہر سپہ سالاروں کے حوالے کر دے کیونکہ اس بات سے کہ تم ایک آدمی کام کرنے والے ہو اور ہزار آدمی تمہاری نگرانی کریں۔ یہ بات ہزار درجہ بہتر ہے کہ تم ایک آدمی کی نگرانی میں ہزار آدمی کام کرنے والے ہوں۔ شاید یہی وہ سوچ تھی جس کی بناء پر بروایت ابن کثیر حضرت ابو بکرؓ جب مرتدین سے جنگ کی خاطر لشکروں کی قیادت کے ارادے سے مدینے سے نکل کر دو مراحل کا فاصلہ طے کر کے مقام ذی القصہ پہنچے اور صحابہ کرامؓ نے آپ کی مدینہ واپسی پر اصرار کیا تاکہ مدینہ سے آپ کی غیر حاضری لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث نہ بنے تو آپ نے ان کی تجویز مان لی اور وہیں گیارہ سالاروں کو اپنے ہاتھ سے جھنڈے عطا کئے۔ [۱]

بیہقی کی روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور عرب کے بہت سے لوگ اسلام سے پھر کر مرتد ہو گئے تو آپ جہاد کی نیت سے مدینہ منورہ سے نکل کر بقیع کی سمت مقام نقع جا پہنچے، وہاں پہنچ کر آپ کو مدینہ منورہ کے بارے میں خیال آیا کہ کہیں اس پر حملہ نہ ہو جائے۔ آپ فوراً واپس ہوئے اور اپنی جگہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ [۲]

(دیکھئے لفظ امارۃ پیرا۔ ۴، جز۔ ح)

۴۔ دشمن کے کفر کا تیقن ہونا

امیر لشکر کے لئے ضروری ہے کہ وہ دشمن کے علاقے میں رات گزارنے کے بعد اگر صبح کی اذان کی آواز سنے تو ان پر حملہ نہ کرے۔ اگر اذان کی آواز نہ آئے تو پھر ان پر حملہ کر دے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب مرتدین سے قتال کے لئے فوجیں روانہ کیں تو آپ نے سالاران لشکر کو یہ ہدایات دیں

---

[۱] البدایہ والنہایہ جلد ٦، ص ۳۱۵

[۲] سنن بیہقی جلد ۸، ص ۱۷۵

"ان (مرتدین) کے علاقے میں رات گزارو، اگر صبح کے وقت اذان کی آواز جس جگہ سے سنو وہاں حملہ نہ کرو کیونکہ اذان ایمان کی نشانی ہے" ؎

اگر اذان کی آواز سنائی نہ دے تو دشمن کو جنگ کا الٹی میٹم بھیجا جائے۔

## جنگ کا الٹی میٹم

آ۔ امیر لشکر کے ذمہ ہے کہ وہ مقابلہ میں آنے والے کافروں کو پہلے الٹی میٹم دے۔ جس میں انہیں تین باتوں میں سے ایک بات قبول کرنے کے لئے کہا جائے۔ پہلی بات قبول اسلام ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو بہت بہتر، بہت مبارک اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو پھر اپنی سرزمین پر اسلام کی سیادت کو تسلیم کرتے ہوئے اسلامی حکومت کی حمایت کے سائے میں جزیہ ادا کر کے زندگی گزارنے پر رضامند ہو جائیں۔ اگر وہ اس بات پر بھی نہ آئیں تو پھر تیسری بات یعنی جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ امام بیہقی نے سنن بیہقی میں روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب شام کی طرف فوجیں روانہ کیں تو آپ جن امرائے لشکر کے ساتھ انہیں رخصت کرنے کے لئے پیدل گئے۔ وہ حضرت یزید بن ابی سفیانؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت شرجیل بن حسنہؓ تھے۔ جب ان کے ساتھ مقام ثنیۃ الوداع پہنچے تو انہیں رخصت کرتے ہوئے یہ ہدایات دیں۔

"جب دشمنوں یعنی مشرکین سے تمہارا مقابلہ ہو ــــ اگر اللہ چاہے ــ تو انہیں تین باتوں کی طرف بلاؤ ــ اگر وہ یہ تین باتیں مان لیں تو تم بھی قبول کرتے ہوئے ان سے اپنا ہاتھ روک لو۔ پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو تم بھی اسے تسلیم کرتے ہوئے ان سے جنگ نہ کرو۔ پھر انہیں اپنا علاقہ چھوڑ کر مہاجرین یعنی مسلمانوں کے علاقے میں آ بسنے کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے مان لیں تو انہیں بتا دو کہ نئی جگہ آباد ہونے کے بعد ان کے حقوق و فرائض وہی ہوں گے جو وہاں بسنے والے مسلمانوں کے ہیں۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے ہی علاقے میں رہنا پسند کریں تو انہیں بتا دو کہ پھر ان کی حیثیت بادیہ نشین مسلمانوں کی سی ہوگی یعنی ان پر اللہ کے وہ احکامات جاری ہوں گے جو

---

؎ مصنف عبدالرزاق ص ۲۸۳، کنز العمال جلد ۵ ص ۲۵۹

اللہ نے مسلمانوں پر فرض کیے ہیں۔ انہیں فیٔ (جزیہ خراج، عشر) اور مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا جب تک وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک نہیں ہوں گے۔ اگر یہ لوگ قبول اسلام سے انکاری ہوں تو انہیں جزیہ دینے کے لئے کہو۔ اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے ان سے جنگ شروع کر دو" [۱] آپ نے یہ بھی فرمایا "جو لوگ جزیہ دیں ان کا جزیہ دینا قبول کر لو اور تم جو سے جنگ کرنے پر تل جائیں انہیں قتل کرو" [۲]

ب۔ جہاں تک مرتدین کا تعلق ہے تو انہیں یہ الٹی میٹم نہیں دیا جائے گا بلکہ مسلمان رات کے وقت ان تک پہنچ کر صبح اذان کا انتظار کریں گے۔ اگر اذان کی آواز آجائے گی تو وہاں سے واپس چلے جائیں گے۔ کیونکہ اذان ان کے ایمان کی دلیل ہے۔ اگر اذان کی آواز نہیں آئے گی تو پھر وہ ان پر اچانک حملہ آور ہوں گے۔ اس کے لئے کسی اعلان کی ضرورت نہیں ہوگی۔ حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین سے جنگ کے لئے جانے والے سالاروں کو یہ ہدایات دی تھیں "رات کے وقت ان تک پہنچ جاؤ۔ پھر ان کے جس گاؤں سے تمہیں اذان کی آواز سنائی دے اس پر حملہ نہ کرو کیونکہ اذان ایمان کی دلیل ہے" [۳]

آپ نے یہ ہدایت بھی دی تھی: "جب تم وہاں پہنچو تو اچانک زور دار حملہ کرو" [۴] اور غارہ یعنی اچانک حملہ بغیر الٹی میٹم کے ہوتا ہے۔ (دیکھئے لفظ اذان پیرا ۲)

۶۔ جہاد میں کون کون سی باتیں روا ہیں اور کون کون سی ناروا

اس سلسلے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے امرائے عساکر کو جو ہدایات دی تھیں۔ انہیں ہم اجمالی طور پر یہاں درج ذیل نقاط میں بیان کر سکتے ہیں۔

۱) احکامات بجالانا

۲) بزدلی سے کنارہ کشی

---

[۱] سنن بیہقی جلد ۹، ص ۸۵

[۲] سنن سعید بن منصور جلد ۲، ۳، ص ۲۶۴۔

[۳] البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۱۶ کنز العمال۔ جلد ۵۔ ص ۶۵۹

[۴] سنن بیہقی ص ۸۵ جلد ۹۔ ص ۸۵۔

۳) کسی ایسے کام کے لئے اقدام نہ کرنا جس میں تباہی مچانے کی نیت ہو یا جس کے نتیجے میں فساد فی الارض کا اندیشہ ہو۔

۴) غداری نہ کرنا

۵) فصلوں اور درختوں کو صرف نقصان پہچانے کی غرض سے نقصان نہ پہنچانا

۶) جانوروں کو صرف ہلاک کرنے کی خاطر ہلاک نہ کرنا

۷) مکانات اور عمارات کو صرف تباہی کی غرض سے تباہ نہ کرنا

۸) جو لوگ جنگ میں شریک نہ ہوں انہیں قتل نہ کرنا

۹) مال غنیمت کی حفاظت کرنا اور غلول نہ کرنا یعنی اس میں سے کوئی چیز نہ چرانا

۱۰) دشمنوں کے سروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ لیجانا۔ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت شرجیل بن حسنہ نے حضرت عتبہ کے ذریعے رومیوں کے جرنیل نیاق کا سر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مدینے بھیجا۔ جب حضرت عتبہ سر لے کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس حرکت کو سخت ناپسند کیا، حضرت عتبہ نے حضرت ابو بکر سے عرض کیا: "اے خلیفہ رسول! شام کے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں"۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "کیا میں بھی فارس و روم کے طریقے پر چلوں؟ آئندہ میرے پاس کوئی سر نہ لایا جائے۔ بس خط اور اطلاع ہی کافی ہیں" پھر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا: "ہمارے پاس شام کے جرنیل، نیاق، کا سر لایا گیا ہے۔ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ تو عجمیوں کا طریقہ ہے" [۱]

ہمیں یہ باتیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ان بہت سی ہدایات میں ملتی ہیں جو آپ نے لشکر اسلام کے سالاروں کو تحریری طور پر یا زبانی دیں۔ ان میں شاید سب سے جامع ہدایات وہ ہیں جو آپ نے شام بھیجی جانے والی فوج کے سالاروں کو دی تھیں۔ آپ نے فرمایا تھا:

---

[۱] سنن سعید بن منصور جلد ۲ ص ۲۶۳، مصنف عبد الرزاق جلد ۵، ص ۳۰۶، سنن بیہقی جلد ص ۹، ۱۳۲: المغنی جلد ۸ ص ۴۹۴، کنز العمال جلد ا، ص ۵۹۰۔

"میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں. اللہ کے راستے میں جہاد کرو. جن لوگوں نے خدا کو ماننے سے انکار کر دیا ہے ان سے جنگ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین کی نصرت فرمائے گا. غلول (مال غنیمت میں چوری کرنا) نہ کرنا. غداری نہ کرنا. بزدلی نہ دکھانا. زمین میں فساد نہ مچانا اور احکامات کی خلاف ورزی نہ کرنا.................. کھجور کے درخت نہ کاٹنا اور نہ انہیں جلانا. چوپایوں کو ہلاک نہ کرنا اور نہ پھلدار درخت کو کاٹنا. کسی عبادت گاہ کو مت گرانا اور نہ ہی بچوں. بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنا. تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے گرجا گھروں میں اپنے آپ کو محبوس کر رکھا ہے اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ ان کے علاوہ تمہیں کچھ دوسرے لوگ ملیں گے جنہوں نے اپنے سروں پر اونچی اونچی ٹوپیاں پہن رکھی ہیں۔ یہ لوگ گرجا گھروں کے خدام کہلاتے ہیں لیکن لوگ جنگ میں ان کے مشوروں پر عمل کرتے ہیں۔ جب تمہیں ایسے لوگ ملیں تو ان کی گردنیں اڑا دو" ایک مرتبہ آپ نے فرمایا "کسی آباد جگہ کو مت اجاڑو اور کسی بکری یا اونٹ کو ہلاک نہ کرو الا یہ کہ اس کے گوشت کی تمہیں ضرورت ہو" ۱۔

حضرت ابوبکرؓ مشرکین سے جنگ کی بہ نسبت مرتدین سے جنگ میں زیادہ شدت کے قائل تھے۔ تاکہ ان مرتدین کو پتہ چل جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے باوجود اسلامی حکومت ان لوگوں کو درست کرنے کی پوری قدرت رکھتی ہے جو اس کی سیادت سے نکلنا چاہتے ہوں۔ اسی لئے آپ نے مرتدین سے جنگ کے لئے بھیجی جانے والی فوج کے سالاروں کو یہ ہدایات دے دی تھیں کہ "جب تم کسی علاقے کو گھیر لو تو زوردار حملہ کرو. ان کا اچھی طرح صفایا کرو. ان کے گھروں کو جلا دو اور انہیں سخت سزا دو. تمہارے اندر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے وجہ سے کوئی سستی یا کمزوری نظر نہ آئے" ۲۔

بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مرتدین کو جلا ڈالنے کا حکم دیتے تھے۔ (دیکھئے لفظ احراق)

---

۱۔ سنن بیہقی جلد ۹. ص ۸۵. المحلی جلد ۷. ص ۲۹۴. ۲۹۶. ۲۹۷. موطا جلد ۲. ص ۴۴۷. المغنی جلد ۸. ص ۴۵۱. ۴۵۲. ۴۷۷. سنن سعید بن منصور جلد دوم و سوم ۵۸۰۰. کنز العمال جلد ۱. ص ۲۹۶. مصنف عبدالرزاق جلد ۵. ص ۱۹۹ شرح السیر الکبیر جلد ص ۳۹۔ ۲۔ سنن بیہقی جلد ۹. ص ۸۵

۷۔ خلیفہ کے لئے جائز ہے کہ وہ ایسی شرطوں پر اہل حرب سے صلح کر لے جن سے مسلمانوں کا مفاد پورا ہوتا ہو۔ (دیکھئے لفظ صلح)

جہاد کے لئے حوصلہ افزائی کی خاطر تفصیل (کسی مجاہد کو اس کی بہادری کی بناء پر بطور انعام اس کے حصے سے زائد دینا) دیکھئے لفظ تنفیل

## جوار ۔ پڑوس

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے۔ اس لئے کہ پڑوسیوں کے آپس کے مشترکہ مفادات سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور یہ مفادات لڑائی جھگڑوں اور بغض و عداوت سے حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ اسی لئے حضرت ابوبکرؓ نے جب ایک دفعہ اپنے بیٹے عبدالرحمٰنؓ کو اپنے پڑوسی سے جھگڑتے ہوئے دیکھا تو اسے سخت ڈانٹ پلائی اور فرمایا: "خبردار پڑوسی سے کبھی نہ جھگڑنا کیونکہ یہی تمہارے کام آئے گا اور باقی تمام لوگ پیچھا چھڑا کر چلے جائیں گے" [1]

---

[1] کنزالعمال جلد ۹، ص ۱۸۳

# حرف الحاء

# ح

## حاجب: ابرو

ابرو کو نقصان پہنچانے کا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ پیرا ۴ جز۔ ح)

## حج: حج

### ۱۔ تعریف:

مخصوص مقامات کی معین زمانے میں زیارت اور معین مناسک کی ادائیگی کو حج کہتے ہیں۔

### ۲۔ حج کی فرضیت:

صاحب استطاعت پر حج فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" (اور اللہ کے لئے لوگوں میں سے ان پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو) چھوٹا بچہ حج کا مکلّف نہیں ہے لیکن اسے اگر حج میں لیجایا گیا ہو تو وہ حج کے تمام مناسک ادا کرے گا۔ یعنی اسے بیت اللہ کا طواف کرایا جائے گا، اسے لے کر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی جائے گی اور وقوف عرفات کیا جائے گا وغیرذلک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن الزبیر کو لے کر طواف کیا تھا جبکہ انہیں کپڑے میں لپیٹ رکھا تھا۔ [۱]

### ۳۔ افضل الحج: بہترین حج کون سا ہے؟

حج کی تین صورتیں ہیں۔

---

[۱] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۹۲۔المغنی ص جلد ۳، ص ۲۵۴

ا۔ افراد. وہ یہ ہے کہ حج کا ارادہ کرنے والا احرام باندھتے وقت صرف حج کی نیت سے تلبیہ پڑھے۔ (تلبیہ یہ ہے لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد و النعمہ لک و الملک، لا شریک لک لبیک)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حج افراد کو سب سے افضل سمجھتے تھے۔ اسی لئے آپ نے جب حج کیا تو حج افراد ہی کیا۔ امام نخعی فرماتے ہیں: "ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حج افراد کیا۔ [1]

ب۔ قران: حج قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا ایک ہی نیت سے احرام باندھ لے۔ حضرت ابو بکرؓ سے منقول نہیں ہے کہ آپ نے کبھی حج قران کیا ہو۔

ج۔ تمتع: وہ حج ہے جس میں حج پر جانے والا شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھے۔ عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے اور حج تک احرام کے بغیر حرم کی حدود میں مقیم رہے۔ جب ایام حج آ جائیں تو اپنی جگہ سے حج کا احرام باندھے اور شعائر حج ادا کرے۔ ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حج تمتع کیا تھا۔ [2]

### ۴۔ احرام کے لئے غسل کرنا:

جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ کر لے چاہے وہ مرد ہو یا عورت تو اس کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔ اگر عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو تو وہ بھی غسل کرے گی۔ موطا میں ہے کہ اسماء بنت عمیس نے محمد بن ابی بکرؓ کو مقام ذی الحلیفہ میں جنم دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں حکم دیا کہ پہلے غسل کر لیں پھر تلبیہ کہیں۔ [3]

---

۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۸۲، المغنی جلد ۳، ص ۲۷۷، کنز العمال جلد ۵، ص ۱۵۸

۲۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۱۷۴، سنن ترمذی باب الحج، النسائی کتاب الحج باب التمتع۔

۳۔ موطا ص جلد ۳۲۲ ۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۱۷۸، المحلی جلد ۷ ص ۱۳۶۔

۵۔ تلبیہ :

حج پر جانے والا شخص حج کی نیت سے احرام کے کپڑے پہنتے ہی تلبیہ شروع کر دے گا اور جمرہ عقبہ [1] پر کنکر مارنے تک تلبیہ کہتا رہے گا۔ [2]

۶۔ حالت احرام میں کن باتوں سے روکا گیا ہے؟

آ۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے محرم کے لئے ممنوعہ لباس کا ذکر اس حدیث میں فرمایا ہے (نہ قمیصیں پہنو، نہ پگڑیاں، نہ شلواریں، نہ لمبی ٹوپیاں اور نہ موزے الایہ کہ کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ کر پہن لے۔ ایسے کپڑے نہ پہنو جسے زعفران یا ورس [3] لگا ہو [4]) اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حالت احرام میں محرم کو سلے اور رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح اسے موزے پہننے اور سر ڈھانپنے سے بھی روک دیا گیا ہے۔ نیز اسے خوشبو لگانے سے خواہ بدن پر ہو یا کپڑے پر منع کر دیا گیا ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن پر سب کا اجماع ہے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہؓ کے درمیان ان کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ [5]

ب۔ محرم کے لئے اپنے بدن کے کسی جز کو بدن سے جدا کرنا حرام ہے مثلاً بال ترشوانا، ناخن کٹوانا وغیرہ اس لئے کہ فرمان خداوندی ہے (ولاتحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الهدی محله۔) اور تم اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک کہ قربانی کا جانور اپنی جگہ نہ پہنچ جائے) بال پر دوسری چیزوں مثلاً ناخن وغیرہ کو قیاس کیا گیا ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں

---

۱۔ منیٰ میں کافی کافی فاصلے سے تین جگہوں پر تین ستون بنے ہوئے ہیں۔ انہی ستونوں کو جمرات کہا جاتا ہے۔ ان جمرات پر کنکریاں پھینکنا بھی حج کے مناسک میں سے ہے۔ جمرہ عقبہ انہی میں سے پہلا ستون ہے۔

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۷۸۔ المحلی جلد ۷، ص ۱۳۶۔

۳۔ ورس ایک قسم کی گھاس ہے جس سے رنگائی کا کام لیتے ہیں

۴۔ بخاری ومسلم باب الحج ۵۔ المغنی جلد ۳، ص ۳۱۷۔

ج۔ محرم کے لئے جماع اور جماع پر ابھارنے والی باتیں مثلاً بوسہ لینا، جنسی جذبات کے تحت ہاتھ لگانا وغیرہ حرام ہیں۔ قرآن میں اللہ کا حکم ہے (فلا رفث ولا فسوق و لا جدال فی الحج۔ حج کے دوران کوئی شہوانی فعل، کوئی بدکاری، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو)

د۔ محرم پر بدکاری اور لڑائی جھگڑا حرام ہے جیسا کہ سابقہ آیت کریمہ میں ذکر ہے۔

ھ۔ محرم پر خشکی کا شکار حرام ہے۔ شکار کا مطلب ہے ایسے جانور کو قتل کرنا جو پالتو نہ ہو اور جس کا گوشت حلال ہو۔ اگر محرم نے شکار کر لیا تو اس پر اس کا بدلہ واجب ہو جائے گا۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا: (یا ایھا الذین آمنوا لاتقتلوا الصید وانتم حرم الخ اے ایمان والو، احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہو گا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا، یا نہیں تو اس گناہ کے کفارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہو گا، یا اس کے بقدر روزے رکھنے ہوں گے تاکہ وہ اپنے کئے کا مزہ چکھ لے۔ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۹۵)

ایک شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگا "میں نے حالت احرام میں ایک شکار کو قتل کر دیا ہے اب آپ کے خیال میں میرے اوپر کیا بدلہ لازم آئے گا؟" حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پوچھا: "تمہارا کیا خیال ہے؟" دیہاتی نے کہا: "آپ خلیفہ رسول ہیں میں آپ سے مسئلہ پوچھنے آیا ہوں، آپ دوسرے شخص سے پوچھ رہے ہیں!!" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "کیوں؟ کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے) میں نے اپنے ساتھ سے مشورہ کیا ہے جب ہم دونوں کسی امر پر متفق ہو جائیں گے تو تمہیں اس کا حکم دے دیں گے" [۱]



۷۔ طواف قدوم:

جب حج پر جانے والا شخص مکہ پہنچے گا تو سب سے پہلا کام جو کرے گا وہ بیت اللہ کا سات پھیروں کا

---

[۱] کنز العمال جلد ۵، ص ۴۴

طواف ہے۔ پہلے تین پھیروں میں وہ رمل [۱] کرے گا اور اپنی چادر داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر رکھے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ [۲]

۸۔ منیٰ، یوم الترویہ :

یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) سے پہلے دن کو یوم الترویہ کہتے ہیں۔ اس دن حاجی صبح کی نماز مکہ مکرمہ میں ادا کرے گا اور سورج نکلنے کے بعد منیٰ کی طرف چل پڑے گا اور وہاں اگلے دن یعنی یوم عرفہ کا سورج نکلنے کے بعد تک ٹھہرا رہے گا۔ اور نمازیں قصر پڑھے گا۔ یعنی چار رکعت فرض کی بجائے دو رکعتیں پڑھے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب حج کیا تو آپ قصر پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ [۳]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے "میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم. حضرت ابو بکرؓ. حضرت عمرؓ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ نے قصر نہیں کیا بلکہ پوری پڑھیں" [۴]

۹۔ عرفات میں :

عرفہ کے دن سورج طلوع ہونے کے بعد حاجی منیٰ سے عرفات کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ وہاں وہ ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھے گا. اور اپنا سارا وقت دعاؤں کے لئے فارغ کر لے گا۔ اسی لئے وہ اس دن روزہ نہیں رکھے گا تاکہ مناجات اور دعاؤں کے لئے اس کی طاقت پوری طرح بحال رہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج میں عرفہ کے دن روزہ نہیں رکھا تھا۔ [۵] حاجی غروب شمس تک میدان عرفات میں رہے گا اور غروب شمس کے بعد وہاں سے مزدلفہ پلٹے گا۔

---

[۱] رمل ایک خاص انداز کی چال کو کہتے ہیں جس میں طاقت و قوت کا اظہار ہوتا ہے۔

[۲] المغنی جلد ۳. ص۔ ۲۷۳،۲۷

[۳] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱. ص ۱۷۷

[۴] موطا جلد ۱. ص ۲۔ ۴. المغنی جلد ۲. ص ۴۵۶

[۵] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱. ص ۱۲۹۔

۱۰۔ مزدلفہ میں :

حاجی عرفات سے غروب شمس کے بعد مزدلفہ پلٹے گا اور وہاں رات گزارے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مذدلفہ میں صبح تک ٹھہرے رہے پھر وہاں سے منیٰ کی طرف پلٹے۔ زبیر بن حارث ؒ سے روایت ہے : "میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قزح (مذدلفہ کے ایک پہاڑ کا نام) پر کھڑے دیکھا آپ لوگوں سے کہہ رہے تھے, لوگو ہشیار ہو جاؤ" پھر آپ چل پڑے۔ میں آپ کی ران کو دیکھ رہا تھا جس سے اونٹ کو ٹیڑھے سر والا ڈنڈا مارنے سے کپڑا ہٹ گیا تھا" [1]

۱۱۔ ستونوں کو کنکریاں مارنا :

حاجی منیٰ پہنچتے ہی جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے لئے جلد جائے گا۔ کیونکہ یہی منی کا سلام ہے۔ جمرہ عقبہ تک وہ پیدل جائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رمی جمار کے لئے پیدل جایا کرتے تھے۔ [2]

۱۲۔ احرام کھولنے کا پہلا مرحلہ :

جب حاجی جمرۂ عقبہ کی رمی کر لے گا تو وہ احرام کھولنے کا پہلا مرحلہ طے کر لے گا۔ اب اس کے لئے احرام کی وجہ سے جو چیزیں ممنوع ہو گئی تھیں وہ حلال ہو جائیں گی۔ البتہ خوشبو لگانا اور جماع کرنا ابھی بھی ممنوع رہے گا۔ پھر وہ اپنا سر منڈائے گا یا بال چھوٹے کرائے گا اور حج قران یا حج تمتع کی شکل میں قربانی کا جانور ذبح کرے گا۔ گائے اور اونٹ کی قربانی سات افراد کی طرف سے دی جا سکتی ہے۔

۱۳۔ پھر حاجی مکہ مکرمہ طواف افاضہ [3] کے لئے جائے گا۔ مکہ جاتے ہوئے جب مقام ابطح پہنچے گا تو وہاں اتر کر دوگانہ ادا کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ "حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ مقام ابطح میں اترا کرتے تھے۔ [4] اس کے بعد طواف افاضہ

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا ص ۱۹۸, کنز العمال جلد ۵, ص ۲۱۱

[2] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا, ص ۱۷۴ ب

[3] طواف افاضہ حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

[4] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا, ص ۱۶۸ ب, المغنی جلد ۳, ۱۵۷

کرے گا۔ جب اس سے فراغت ہو جائے گی تو اب اس کے لئے خوشبو لگانا اور بیوی سے ہم بستری حلال ہو جائے گی۔ حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد ہے: "حاجی کا احرام یوم النحر (دسویں تاریخ) سے پہلے نہیں کھلتا" [1]

حاجی پھر منیٰ واپس آئے گا وہاں رات گزارے گا اور اگلے دو دونوں میں رمی جمار کرے گا۔

## حجاب: پردہ

حجاب سے یہاں مراد احتجاب یعنی پردہ کرنا ہے۔ مشہور تو یہی ہے کہ امہات المومنین مردوں سے پردہ کرتی تھیں لیکن وہ کافر عورتوں سے پردہ نہیں کرتی تھی، اسی لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کافر عورتوں کی ازواج مطہرات کے پاس آمد و رفت کو کوئی حرج کی بات نہیں سمجھتے تھے۔ امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تو وہاں ان کے پاس ایک یہودی عورت بھی بیٹھی تھی جسے آپ دم کر رہی تھیں. حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "اللہ عز و جل کی کتاب کے الفاظ کے ساتھ دم کرنا" [2]

## حجامہ: پچھنے لگانا۔ سینگی لگانا

زخم سے خون یا پیپ کو چوس لینا حجامت کہلاتا ہے۔ پرانے زمانے میں چوسنے کا کام منہ کے ذریعے کیا جاتا تھا۔

اس کام کو بطور پیشہ اختیار کرنے کی کراہت (دیکھئے لفظ قضاء پیرا ۲)

## حجب: روک دینا، رکاوٹ بننا

وراثت سے روک دینا یا محروم کرنا کو حجب کہتے ہیں۔ (دیکھئے لفظ ارث پیرا ۲)

## حجر: منع کر دینا

### ۱۔ تعریف:

کسی شرعی وجہ کی بناء پر کسی انسان کی زبان سے نکلی ہوئی لین دین کی باتوں پر عملدر آمد کو روک دینا حجر کہلاتا ہے۔

---

[1] کنز العمال۔ جلد ۵، ص ۲۷۹۔

[2] سنن بیہقی جلد ۹، ۳۴۹، المجموع جلد ۹، ص ۶۵، جلد ۲، ۹۴۳

۲۔ اس کے اسباب :

حجر کا ایک سبب بیماری ہے۔ بیمار کے لئے اپنے مال کے تہائی سے زیادہ میں تصرف کرنا منع ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کو مقام غابہ میں اپنے کھجور کے درختوں میں سے بیس وسق [1] کھجور بطور ہبہ دے دیا تھا۔ جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے انہیں بلا کر فرمایا: "بیٹی بخدا دنیا میں میرے لئے تم سے بڑھ کر کوئی پیارا نہیں اور نہ ہی میرے بعد تمہاری تنگ دستی سے بڑھ کر کوئی چیز میرے لئے تکلیف دہ ہے۔ میں نے بیس وسق کھجور تمہیں دینے کے لئے مخصوص کر لئے تھے، اگر تم نے یہ کھجور اتروا لئے ہیں اور ان کا ذخیرہ کر لیا ہے تو پھر یہ تمہارے ہیں ورنہ آج یہ وارث کا مال ہیں، اور یہ وارث تمہارے بھائی اور دو بہنیں ہیں، اسے آپس میں کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر لینا" [2]

حضرت ابو بکرؓ نے یہ بات اس لئے کی کہ آپ کے نزدیک قبضہ کے بغیر ہبہ کا عمل مکمل نہیں ہوتا تھا۔ اگر عائشہؓ ہبہ شدہ کھجوروں کو اپنے قبضے میں کر لیتیں تو یہ ان کے ہوتے۔ اگر انہوں نے اس وقت تک انہیں قبضے میں نہیں کیا تھا تو اب ان کے لئے اپنے والد حضرت ابو بکرؓ کی بیماری کے بعد ان کھجوروں کو ملکیت میں لینے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہا۔ اس لئے کہ مریض پر پابندی لگی ہوئی ہے وہ اپنے مال کے تہائی حصے کے اندر کسی کو ہبہ کر سکتا ہے اور وہ بھی وارث کے علاوہ کسی اور کو، کیونکہ اس کا ہبہ کی شکل میں کسی پر احسان کرنا وصیت ہے اور وصیت تہائی مال کے اندر ہو سکتی ہے۔ اسی لئے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: "اگر تم نے یہ کھجور اتروا کر اس کا ذخیرہ کر لیا ہے تو پھر یہ تمہارے ہیں۔ اور اگر ذخیرہ نہیں کیا ہے تو آج یہ وارثوں کا مال ہے اور میں تمہیں یہ دینے پر قدرت نہیں رکھتا، اس لئے انہیں کتاب اللہ کے مطابق آپس میں تقسیم کر لو" (دیکھئے لفظ ہبہ پیرا نمبر ۵)

## حد : باز رکھنا، حد جاری کرنا

۱۔ تعریف :

شریعت کی طرف سے مخصوص جرائم کے لئے مقرر کی ہوئی مخصوص سزاؤں کو حد کہتے ہیں۔

---

[1] ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے

[2] مصنف عبدالرزاق جلد ۹ ص ۱۰۱۔ الموطا جلد ۲، ص ۷۵۲، سنن بیہقی جلد ۶، ص ۱۷۰، ۲۵۸، المحلی جلد ۸، ص ۳۰۱، المغنی جلد ۵، ۵۹۲

۲۔ شرعی سزاؤں والے جرائم کی پردہ پوشی:

شرعی سزائیں فی الجملہ حقوق اللہ میں سے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسے مجرم کی خیر خواہی اور اصلاح کی نیت سے اس کے جرم کی پردہ پوشی کرنا اطلاع پہنچانے سے بہتر ہے۔ اسی لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "اگر مجھے چور. زانی اور شرابی کی پردہ پوشی کے لئے میرے اس کپڑے کے سوا اور کچھ نہ ملے تو پھر بھی اس پر پردہ ڈال دینا پسند کروں گا"۔ [1] آپ کا یہ بھی قول ہے: "اگر میں کسی شرابی کو پکڑ بھی لوں تو میں یہ چاہوں گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دے" [2] آپ کا یہ بھی قول ہے "اگر میں کسی چور کو پکڑ لوں تو میں یہ پسند کروں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے" [3]

موطا میں ہے کہ بنی اسلم کا ایک شخص ماعز اسلمی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگا. "مجھ سے زنا کا فعل سرزد ہو گیا ہے" حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا "تم نے میرے علاوہ کسی اور سے بھی اس کا ذکر کیا ہے؟" اس نے کہا "نہیں" حضرت نے فرمایا "جاؤ جاکر اللہ سے توبہ کرو اور اللہ کے پردے کو اپنے اوپر ڈال لو بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے" لیکن اس شخص کے دل کو اطمینان نہیں ہوا وہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا اور وہی کچھ کہا جو حضرت ابو بکرؓ سے کہہ چکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرح جواب دیا۔ لیکن اسے اس جواب سے تسلی نہیں ہوئی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس جا پہنچا...... " [4]

۳۔ غلام کے حق میں حدود کا نصف ہونا:

اگر کوئی آزاد حد والے کسی جرم کا ارتکاب کرے گا تو اسے پوری سزا ملے گی جو اس جرم کے لئے مقرر ہو گی۔ اور اگر کوئی غلام یہ جرم کرے گا تو اسے مقررہ حد کی آدھی سزا ملے گی بشرطیکہ اس سزا میں تنصیف ممکن ہو۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے (فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب.) ان

---

۱۔ کنز العمال جلد ۵، ۵۶۸

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۲۳.

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۲۳، کنز العمال جلد ۵، ۳۹۹، مصنف عبد الرزاق جلد ۱۰، ۲۲۷

۴۔ الموطا جلد ۲ ص ۸۳۰، المغنی جلد ۸، ص ۳۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۲۴ ب

لونڈیوں پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں کے لئے مقرر ہے سورہ نساء آیت (۴۵

سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غلام کو قذف یعنی تہمت لگانے کی حد میں چالیس کوڑے لگاتے تھے۔ [۱] کنزالعمال میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ غلام کو چالیس کوڑوں کی حد لگاتے تھے۔ [۲]

۴۔ اثبات حد:

مندرجہ ذیل باتوں سے کسی پر حد ثابت ہو جاتی ہے۔

مجرم کا اعتراف کر لینا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک چور کا ہاتھ اس کے اعتراف جرم پر کاٹ دیا تھا۔ [۳] اور اسی اعتراف جرم پر زنا کی حد بھی جاری کر دی تھی۔ [۴]
قاضی یا عدالت کے لئے یہ جائز نہیں کہ مجرم سے زبردستی اعتراف جرم کرائے اور نہ ہی اعتراف جرم پر اس کی حوصلہ افزائی کرے۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے اسے لوٹاتا رہے۔
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چور سے پوچھتے: "کیا تو نے چوری کیا ہے؟ کہہ دے "نہیں" [۵]

اسی طرح جس مسلمان کو بھی معلوم ہو کہ مجرم جلد ہی اعتراف کر لے گا تو اس کے ذمہ ہے کہ وہ اسے اعتراف کرنے کے ارادے سے باز رکھے، کیونکہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ کس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ماعز سے کہا کہ اللہ سے توبہ کرو اور اللہ کے پردے میں چھپ جاؤ، اللہ تعالی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (دیکھئے لفظ اقرار پیرا ۳)

---

۱۔ سنن بیہقی جلد ۸، ص ۲۵۱

۲۔ کنزالعمال جلد ۵، ص ۵۶۱

۳۔ المحلی جلد ۱۱، ص ۳۴۰

۴۔ سنن بیہقی جلد ۷، ص ۱۵۵ جلد ۸، ص ۲۲۲، عبدالرزاق جلد ۷، ص ۲۰۴، ۲۱۱، ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۳۲ ب۔ موطا جلد ۲، ۸۲۶، کنزالعمال جلد ۵، ص ۴۱۱

۵۔ ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۱۳ ب موطا جلد ۲، ۸۲۶، کنزالعمال

ب۔ گواہی: گواہی کے ذریعہ حدود کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ لیکن زنا کا ثبوت چار مرد گواہوں کی گواہی سے ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے (تمہاری عورتوں میں وہ عورتیں جو فاحشہ یعنی زنا کا ارتکاب کریں تو تم ان پر اپنے میں سے چار گواہوں کی گواہی قائم کرو)

حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی چاہے گواہ صرف عورتیں ہی ہوں یا ان کے ساتھ مرد بھی ہوں۔ امام زھری نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے بعد دو خلفاء حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سنت یہی رہی ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے" [1]

ج۔ قاضی یا عدالت کا علم: قاضی یا عدالت کی اپنی ذاتی معلومات کی بنیاد پر کسی حد کا ثبوت نہیں ہو گا۔ جب تک کہ عدالت کے پاس کوئی گواہی یا مجرم کا اعتراف موجود نہ ہو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر مجھے کسی شخص پر اللہ کی حدود میں سے کوئی حد معلوم ہو جائے تو اس پر حد نہیں جاری کروں گا اور نہ ہی حد جاری کرنے کے لئے کسی کو بلاؤں گا جب تک کہ میرے ساتھ دوسرا شخص نہ ہو گا" [2]

### ۵۔ حد کا سرایت کر جانا:

جب کسی شخص پر حد جاری کی جائے اور اس کا اثر اس کی جان پر ہو جائے جس کی وجہ سے اس موت واقع ہو جائے تو اس کا خون ہدر ہو گا یعنی اس کے خون کا کوئی تاوان نہیں ہو گا۔ حضر ابو بکرؓ نے فرمایا: "جس شخص کو حد قتل کر دے اس کی کوئی دیت نہیں" [3]

### ۶۔ حد کے سزا یافتہ پر لعنت کرنا:

حد کے سزا یافتہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو گیا اس لئے اس پر لعنت بھیجنا درست نہیں ہے حضرت ابوبکرؓ نے ایک شخص کو سنگسار کر دیا۔ ایک شخص نے اس پر لعنت بھیجی آپ فوراً فرمایا: "اس کے لئے بخشش کی دعا مانگو" [4] شاید حضرت ابوبکرؓ نے یہ اصول ماء

---

[1] کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۴۱، المغنی جلد ۸، ص ۲۱، جلد ص ۵۵، سنن بیہقی جلد ۱۰، ص ۱۴۴، کنز العمال جلد ۵، ص، ص ۵۶۸۔

[2] ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۲۲ ب [3] المحلی جلد ۱ ص ۲۲، المغنی جلد ۷، ص، کنز العمال جلد ۵۔ ۷

[4] کنز العمال جلد ۵ ص۔ ۵۶۹

سے اخذ کیا تھا. امام ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ جب ماعز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگسار کر دیا تو کچھ لوگوں نے اس پر لعنت بھیجنا شروع کر دیا آپ نے انہیں منع کیا. اس پر وہ لوگ اس کے لئے مغفرت کی دعا مانگنے لگے. آپ نے انہیں اس سے بھی روک دیا اور فرمایا: "یہ شخص ایک گناہ کا مرتکب ہوا اب اللہ اس کا حساب لے گا" [۱]

۷۔ حد میں مثلہ کرنا یعنی اعضاء کاٹ دینا:

انسان کا مثلہ کرنا یعنی اعضا کاٹ لینا شرعی طور پر ممنوع ہے لیکن اس کے ذریعہ کسی مجرم پر حد کی تکمیل ہو رہی ہو تو یہ جائز ہے۔ (دیکھئے لفظ مثلہ پیرا ۲)

۸ - حد ارتداد (دیکھئے لفظ ردۃ)

- حد زنا (دیکھئے لفظ زنا)

- حد قذف (دیکھئے لفظ قذف)

- حد شرب خمر (دیکھئے لفظ خمر)

- حد سرقہ (دیکھئے لفظ سرقہ)

## حدیث: گفتگو، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہؓ نے فرمایا میرے والد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کی تھیں. وہ تعداد میں پانچ سو تھیں. انہوں نے ایک رات بڑی بے قراری سے گذاری مجھے بڑی تشویش ہوئی. میں نے کہا "آپ بے قرار ہیں. کیا کوئی تکلیف ہے آیا کسی بات کا صدمہ پہنچا ہے؟" آپ نے جواب نہیں دیا. جب صبح ہوئی تو فرمایا "بیٹی! جو احادیث تمہارے پاس ہیں انہیں ذرا لے آؤ" میں لے آئی آپ نے آگ منگوائی اور ساری حدیثیں جلا دیں پھر فرمایا "مجھے ڈر تھا کہ کہیں میری موت واقع نہ ہو جائے اور وہ حدیثیں تمہارے پاس ہوں اور ان میں ایسی حدیثیں بھی ہوں جنہیں میں نے کسی ایسے شخص سے سنا ہو جس کو میں نے امین سمجھا ہو اور اس پر اعتماد کیا ہو لیکن وہ حدیثیں اس طرح نہ ہوں جس طرح اس شخص نے روایت کی ہوں اور وہ میرے گلے کا پھندا بن جائیں" [۲]

---

[۱] ابو داؤد کتاب الحدود. باب رجم ماعز بن مالک۔

[۲] کنز العمال جلد ۵ ص ۲۸۵۔

## حرز : محفوظ مقام

وہ چیز جس میں اشیا کی حفاظت ہو سکے مثلاً صندوق وغیرہ

چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنے کے لئے چرائی ہوئی چیز کا محفوظ مقام میں ہونے کی شرط (دیکھئے لفظ سرقہ۔ پیرا ۳. جز۔ ب. فقرہ ۲)

## حرق : جلنا

(دیکھئے لفظ احراق)

## حزن : غم

ایام حزن (غم کے دنوں) میں نفلی روزوں کا چھوڑ دینا (دیکھئے لفظ صیام پیرا ۳. جز۔ ب)

میت پر حزن کرنا (دیکھئے لفظ موت۔ پیرا ۱)

## حضانہ : بچے کی پرورش

۱۔ بچے کی پرورش کو حضانت کہتے ہیں

۲۔ بچے کی پرورش کا سب سے بڑھ کر حقدار کون ہے ؟

اگر ماں باپ کے درمیان نکاح قائم ہو تو بچے کی پرورش دونوں کریں گے۔ اگر ماں کو طلاق ہوئی ہو تو پرورش کا حق ماں کو ہو گا۔ باپ کا کوئی حق نہیں ہو گا۔ جب تک مطلقہ ماں دوسرا نکاح نہ کر لے. وجہ اس کی یہ ہے کہ پرورش کے زمانے میں بچے کو ماں کی دیکھ بھال. توجہ اور پیار کی اس سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے جتنی کہ باپ کی دیکھ بھال کی۔ بلکہ ماں باپ سے بڑھ کر بچے کی دیکھ بھال کی قدرت رکھتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں مامتا کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد ہے "ماں زیادہ شفقت کرنے والی. زیادہ نرمی کرنے والی. زیادہ رحم کرنے والی. زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ پیار کرنے والی ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے بچے کی زیادہ حقدار ہے جب تک وہ نکاح نہیں کر لیتی"[1] ۔

---

[1] کنز العمال جلد ۵. ص ۸۷۶. ابن ابی شیبہ جلد ۱. ص ۲۵۵ ب عبد الرزاق جلد ۲. ص ۱۵۴ جلد ۷ ۱۵۳. المغنی جلد ۷. جلد ۹. ص ۱۳۲۔

اگر ماں نکاح کر لے تو پرورش کا حق اس سے منتقل ہو کر اس کی ماں یعنی بچے کی نانی کو حاصل ہو جائے گا۔ باپ کو منتقل نہیں ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہی فیصلہ دیا تھا۔ امام مالکؒ نے موطا میں اور امام بیہقی نے سنن بیہقی میں روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کی زوجیت میں ایک انصاری خاتون تھیں جن سے عاصم بن عمرؓ پیدا ہوئے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔ ایک دن حضرت عمرؓ قباء کی طرف سواری پر گئے دیکھا تو ان کا بیٹا مسجد کے صحن میں کھیل رہا ہے۔ آپ نے اسے اپنے بازوؤں پر لیا اور سواری پر اپنے آگے بٹھالیا۔ اتنے میں بچے کی نانی پہنچ گئی اور بچے کے لئے آپ سے جھگڑ پڑی۔ دونوں حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ نانی نے کہا یہ میرا بیٹا ہے حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا "اسے نانی کے ساتھ جانے دو" حضرت عمرؓ نے چپ چاپ حکم کی تعمیل کی اور جواب میں ایک لفظ بھی نہ کہا"[۱] سنن بیہقی میں ہے: حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کے خلاف عاصم کی نانی کے حق میں عاصم کی پرورش کا فیصلہ دیا جب تک وہ بالغ نہ ہو جائیں۔ عاصم کی ماں نے ان دنوں نکاح کر لیا تھا[۲]

ماں یا نانی کی طرف سے بچے کی پرورش کا سلسلہ بچے کی بلوغت تک جاری رہے گا جب وہ بالغ ہو جائے گا تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ چاہے ماں کے پاس رہے یا چاہے باپ کے پاس۔ اگر ماں کو پسند کرے گا تو ماں کے حوالے ہو جائے گا اور اگر باپ کو پسند کرے گا تو باپ کے حوالے ہو جائے گا حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے ان کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: "عاصم کی ماں عاصم کی زیادہ حقدار ہے جب تک کہ نکاح نہ کرے۔ جب عاصم بڑا ہو جائے گا تو وہ اپنے لئے ماں باپ میں سے جسے چاہے گا پسند کر لے گا"[۳]

### ۳۔ پرورش کے اخراجات:

پرورش کے دوران بچے پر اٹھنے والے تمام اخراجات باپ کو ادا کرنے ہونگے چاہے بچہ باپ کے پاس ہو یا ماں یا نانی کے پاس۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ سے عاصم کے تنازعے میں فرمایا تھا" اس

---

[۱] موطا جلد ۲، ص ۷۶، سنن بیہقی جلد ۸، ص ۵

[۲] بیہقی جلد ۸، ص ۵

[۳] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۲۵۵ ب، المحلی جلد ۱۰، ۳۲۷، عبدالرزاق جلد ۳ ص ۱۵۴، کنزالعمال جلد ۵، ۵۷۶

کی پرورش کے اخراجات کے تم ذمہ دار ہو یہاں تک کہ یہ بالغ ہو جائے" [1]

## حلف : قسم

(دیکھئے لفظ یمین)

تنگ دست مقروض کو یہ قسم دلوانا کہ اگر اسے قرض کی ادائیگی کے لئے رقم ہاتھ آجائے گی تو وہ قرض ادا کر دے گا (دیکھئے لفظ دین)

## حمی : سرکاری چراگاہ

حمی وہ جگہ ہے جسے امام مسلمانوں کے عمومی مصالح کی خاطر محفوظ کر لے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جہاد میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کے لئے نقیع کی زمین کو محفوظ فرمایا تھا۔ یہ بات ثابت نہیں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کے علاوہ کوئی اور زمین بھی محفوظ کی ہو۔ کنز العمال میں ہے "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نقیع کے علاوہ کسی اور زمین کو محفوظ علاقہ قرار نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا تھا "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ نے یہ زمین محفوظ کر لی تھی" حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ زمین جہاد میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کے لئے محفوظ کی تھی اگر صدقات کے اونٹ دبلے ہونے شروع ہو جاتے تو آپ انہیں چرنے کے لئے ربذہ اور اس سے ملحقہ علاقے میں بھیج دیتے۔ آپ نے ان اونٹوں کے لئے کوئی زمین محفوظ نہیں کی تھی [2]

## حمل : حمل

لفظ حمل کا اطلاق حبل پر بھی ہوتا ہے دونوں کے معنی حمل کے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (وحملہ وفصالہ ثلاثون شهراً. اس کا حمل اور اس کا دودھ چھوڑنا. ان دونوں کے لئے اڑھائی سال کا عرصہ ہے) جنین پر بھی حمل کا اطلاق ہوتا ہے (دیکھئے لفظ جنین)

## حمیل :

(وہ بچہ جسے کوئی اپنی گود میں اٹھائے ہوئے ہو)

حمیل وہ بچہ ہے جسے کوئی عورت اس دعوے کے ساتھ اٹھائے ہوئی ہو کہ یہ اس کا بچہ ہے اور اس

---

[1] کنز العمال جلد ۵. ص ۵۷۷

[2] کنز العمال جلد ۵. ص ۶۱۷

کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہ ہو

حمیل کی وارث (دیکھئے لفظ ارث، پیرا ۱، جز الف فقرہ ۲)

## حیازۃ: سمیٹنا، جمع کرنا

(دیکھئے لفظ قبض)

ہبہ وغیرہ کے لزوم کے لئے سنبھال لینے کی شرط (دیکھئے لفظ حجر) اور (دیکھئے لفظ ہبہ پیرا ۴)

## حیض: حیض

۱۔ حیض وہ خون ہے جسے ایک ایسی بالغ عورت کا رحم چھوڑتا ہے جس کو نہ بیماری ہو، نہ حمل اور نہ ہی سن یاس ۱؎ کو پہنچی ہو۔

۲۔ ہر عورت کے لئے اس کے ایام حیض مقرر ہوتے ہیں جن میں عادۃ اسے ہر ماہ حیض آتا ہے اگر وہ بیمار ہونے کی وجہ سے استحاضہ ۲؎ ہو گئی ہو، اس کا خون بند نہ ہوا ہو اور وہ حیض کے دنوں کو بھول چکی ہو تو ایسی صورت میں حیض کے ایام قمری مہینے کے حساب سے شمار کئے جائیں گے۔ وہ ہر ماہ ایک حیض کی مقدار اپنے آپ کو حائضہ شمار کرے گی۔ ایک حیض کی مقدار کا اندازہ لگانے کے لئے وہ اندازاً اتنے دن شمار کرے گی جتنے دن اسے ہر ماہ حیض آیا کرتا تھا۔ جب اتنے دن گذر جائیں گے تو غسل کر کے نمازیں پڑھنا شروع کرے گی۔ ۳؎

۲۔ جن کاموں سے حیض والی عورت کا رکنا ضروری ہے:

حیض والی عورت نماز، روزہ، تلاوت قرآن، قرآن کو چھونے اور مسجد میں ٹھہرنے سے باز رہے گی۔ عورت ہم بستری سے بھی باز رہے گی، اس پر اور اسکے شوہر پر ایام حیض میں جماع کرنا حرام ہو گا۔ ایک شخص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خون پیشاب کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا "معلوم ہوتا ہے کہ تم ایام حیض میں اپنی بیوی سے ہم

---

۱؎ عورت کی عمر کا وہ مرحلہ جس پر پہنچ کر اس کا حیض بند ہو جاتا ہے اور اس کے لئے حاملہ ہونا ممکن نہیں رہا۔

۲؎ جس عورت کو کسی بیماری یا نقص کی وجہ سے حیض کی مقررہ مدت گذرنے کے بعد بھی خون آتا رہے اسے مستحاضہ کہتے ہیں

۳؎ المغنی جلد ۱ ص ۳۲۴

بستری کرتے ہو" اس نے کہا "ہاں" آپ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور آئندہ ایسا نہ کر۔ [1]

## حیوان : جانور

۱۔ جانور کو چلنے پر مجبور کرنے کے لئے اسے مارنا درست ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی سواری کے اونٹ کی پیٹھ کو تیز رفتاری کے لئے اپنے ٹیڑھے سر والے ڈنڈے سے رگڑا کرتے تھے [2]

۲۔ جنگ میں جانور کا پیٹ پھاڑ ڈالنے کی ممانعت (دیکھئے لفظ جہاد پیرا ۶)

جانور کو نقصان پہنچانے کا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ۔ پیرا ۳۔ جز۔ ب۔ فقرہ ۲)

جانور کو جلا دینے کی ممانعت (دیکھئے لفظ سرقہ۔ پیرا ۳۔ جز۔ ب۔ فقرہ ۳)

---

[1] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ۱۵۸ اب، کنز العمال جلد ۵۔

[2] المغنی جلد ۵، ص ۴۹

# حرف الخاء
# خ

## خاتم : انگوٹھی

۱۔ مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ چاندی کی انگوٹھی پہن لے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاندی کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ [1]

۲۔ انگوٹھی کا کسی بھی ہاتھ میں پہننا جائز ہے۔ چاہے تو دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہن لے اور چاہے تو بائیں ہاتھ کی انگلی میں ڈال لے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ [2]

۳۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک انگوٹھی پر یہ الفاظ کھدے ہوئے تھے "نعم القادر اللہ : " ۔ اللہ کی ذات قدرت رکھنے والی بہترین ذات ہے" [3] دوسری ایک انگوٹھی کا نقش یہ تھا "عبد ذلیل لرب جلیل : رب جلیل کا ایک ذلیل بندہ" [4]

## خضاب : مہندی لگانا

۱۔ بالوں یا ہاتھوں کو مہندی وغیرہ سے رنگنا خضاب کہلاتا ہے

---

[1] المغنی جلد ۸، ص ۳۲۲

[2] کنز العمال جلد ۶، ص ۶۸۴

[3] کنز العمال جلد ۵ ص ۶۱۲

[4] کنز العمال جلد ۵، ص ۶۳۷

۲۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بالوں کو مہندی اور وسمہ کا خضاب لگاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہندی اور وسمہ کا خضاب لگایا کرتے تھے [۱]۔ یہاں تک کہ ابو جعفر انصاری کا قول ہے کہ میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بال جھاؤ کی لکڑی کی چنگاری کی طرح سرخ تھے۔ [۲]

## خطبہ : خطبہ

جمعہ کا خطبہ (دیکھئے لفظ صلاۃ پیرا ۱۰ جز۔ ب)

عید کا خطبہ (دیکھئے لفظ صلاۃ پیرا ۱۱ جز۔ ب)

## خف : موزہ

موزوں پر مسح کرنا (دیکھئے لفظ وضوء پیرا ۷ جز۔ ب) احرام والے شخص کو موزے پہننے کی ممانعت (دیکھئے لفظ حج پیرا ۶ جز۔ الف)

## خلوۃ : تنہائی

۱۔ مرد کا عورت کے ساتھ خلوت کا مطلب یہ ہے مرد کا اس کے ساتھ ایسی جگہ پر تنہا ہونا جہاں اگر وہ چاہے تو اس عورت کے ساتھ جماع کر سکتا ہو۔

۲۔ بیوی کے ساتھ خلوت پر مرد کے ذمہ مہر کا اور عورت کے لئے عدت کا واجب ہونا (دیکھئے لفظ عدۃ پیرا ۲ جز۔ الف) اور (دیکھئے لفظ نکاح پیرا ۶)

## خمار : اوڑھنی

خمار اوڑھنی کو کہتے ہیں جو سر اور چہرے کے ایک حصے کو ڈھانپ لے وضو میں اوڑھنی پر مسح کی مشروعیت (دیکھئے لفظ وضوء پیرا ۷ جز۔ الف)

## خمر : شراب

۱۔ ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔

---

۱۔ المغنی جلد ۱، ص ۹۱، ۹۲، کنز العمال جلد ۶، ۶۸۸، موطا جلد ۲، ص۔ ۹۵ مصنف عبد الرزاق جلد ۱۱، ص ۱۵۴

۲۔ کنز العمال جلد ۶، ص ۶۸۸۔

۲۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب نہیں پی اور نہ زمانہ اسلام میں جب تک کہ شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو زمانہ جاہلیت میں بھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اب کیا زمانہ اسلام میں اسے پیتے !!“ ۱۔

۳۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرابی کو شراب پینے کی سزا میں چالیس کوڑے مارا کرتے تھے وہ اس طرح کہ کچھ کوڑوں کی جگہ جوتے مارتے، کچھ کی جگہ کپڑے کے کنارے کو گانٹھ دیکر مارتے اور کچھ کوڑے برساتے۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراب پینے پر چالیس جوتے مارے تھے ۲۔

۴۔ شراب پینا ایسا جرم ہے جس پر حد جاری ہوتی ہے۔ اور حد جاری ہونے والے جرم کی پردہ پوشی افضل ہے (دیکھئے حد پیرا ۲)

## خیانہ : خیانت، بے ایمانی

۱۔ یہاں خیانت سے مراد امانت میں گڑبڑ کرنا مثلاً امانت رکھی ہوئی چیز کا سرے سے انکار کر دینا وغیرہ

۲۔ خیانت چوری نہیں ہے اس لئے خیانت میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا. حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”خیانت میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا“ ۳۔

## خیل : گھوڑے

گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں (دیکھئے لفظ زکاۃ پیرا ۴. جز۔ ج. فقرہ ۴)

---

۱۔ عبدالرزاق جلد ۱۱، ص ۲٦۷

۲۔ عبدالرزاق جلد ۷، ص ۳۷۷ جلد ۱۱ المحلی ص ۳٦۴ ۳، المغنی جلد ۸،۵ ۳۰، کنز العمال جلد، ۵ ۱۷۴ ۴۸۲ ۴

۳۔ مصنف عبدالرزاق ۱۰ ص ۲۱۰۔

# حرف الدال

## د

### دابہ : سواری کا جانور ، جانور

(دیکھئے لفظ حیوان)

### دبر : دبر ، مقعد

دبر میں وطی کرنا (دیکھئے لفظ لواطہ)

### دعاء : دعا ، پکار

(دیکھئے لفظ ذکر)

### دفن : دفن کرنا

میت کی تدفین (دیکھئے لفظ موت پیرا ۴)

### دم : خون

خون نکلنے کی وجہ سے وضو کا ٹوٹ جانا (دیکھئے لفظ وضوء پیرا ۸، جز۔ الف)

### دین : قرض

امیر یا خلیفہ کا بیت المال سے قرض لینا (دیکھئے لفظ امارۃ پیرا ۵ جز۔ ھ) اگر مقروض قرض کی ادائیگی سے تنگ دستی کی بنا پر لاچار ہو جائے تو اسے قرض کی وجہ سے قید میں نہیں رکھا جائے گا۔ لیکن اس سے یہ حلف لیا جائے گا کہ اگر اس کے قرض کی ادائیگی کا کوئی سبب بن گیا تو وہ ضرور ادا کرے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنگ دست مقروض سے اس طرح حلف لیتے کہ قسم کھا کر کہو کہ تمہارے پاس قرض کی ادائیگی کے لئے نہ تو کوئی نقدی

ہے اور نہ کوئی جنس. اور اگر تمہیں کہیں سے کچھ مل جائے تو تم ضرور قرض ادا کر دو گے۔ حلف لینے کے بعد آپ اسے جانے دیتے۔ [۱]

## دیہ : دیت ، خون بہا

دیت اس مال کو کہتے ہیں جس کا کسی جان کے بدلے میں ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔ (دیکھئے لفظ جنایہ پیرا ۷ جز۔ ب)

---

[۱] سنن بیہقی جلد ۶، ص ۵۲، کشف الغمۃ جلد ۲، ص ۱۷، کنز العمال جلد ۵، ص ۸۲۵۔

# حرف الذال
# ذ

## ذبح : ذبح کرنا

گردن کی رگوں اور حلقوم کو کاٹنا ذبح کہلاتا ہے

کعب بن مالکؓ نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کا قول تھا "مادہ جانور کی ذبح سے اس کے پیٹ میں بچے کی بھی ذبح ہو جاتی ہے" ا ۔

## ذکر اللہ تعالیٰ : اللہ تعالیٰ کی یاد

۱ ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اللہ کا ذکر کیا کرتے ۔ اکثر اللہ کی ذات کی طرف متوجہ رہتے اور ہر گھڑی دعائیں مانگا کرتے تھے ہمیں آپ کی بہت زیادہ دعائیں اور مناجات نہیں پہنچی ہیں تاہم آپ کی ایک دعا یہ تھی "اے اللہ میری زندگی کے آخری حصے کو زندگی کا بہترین حصہ بنا دے ۔ اور میرے آخری اعمال کو بہترین اعمال بنا دے اور میرا بہترین دن وہ ہو جس میں میں تیرے حضور پیش ہوں" ۲ ۔

۲ ۔ نماز کی دوسری رکعت میں آیات قرآنی کے ذریعے دعا مانگنا (دیکھئے لفظ صلاۃ پیرا ۷ جز ۔ ھ)
نماز کے بعد تسبیحات پڑھنا (دیکھئے لفظ سفر پیرا ۳ جز ۔ ج)

## ذمہ : امان ، عہد

اگر ذمی (جزیہ دیکر دارالاسلام میں رہنے والا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات طیبہ کے بارے

---

ا ۔ المحلی جلد ۷ ص ۴۱۹

۲ ۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ، ص ۱۴۹

میں بدزبانی کرے تو اسے حاصل شدہ امان ختم ہو جائے گا اور وہ حربی (مسلمانوں سے برسرپیکار) بن جائے گا جس کا خون بہانا درست ہو گا۔ لیکن اگر اس نے کسی مسلمان کو گالی دی تو اسے حاصل شدہ امان ختم نہیں ہو گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن مہاجر کو لکھا تھا "جو معاہد یعنی ذمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں بدزبانی کرے گا تو وہ محارب (مسلمانوں سے برسرپیکار) اور غدار ہے اور اگر ان میں سے کوئی کسی مسلمان کو گالی دے گا تو میری زندگی کی قسم اسے معاف کرنا شرک سے بڑا گناہ ہے" [1]

**ذھب : سونا**

سونے کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ پیرا ۴ جزء الف)

---

[1] المحلی جلد ۱۱، ص ۴۰۹ کنز العمال جلد ۵، ص ۵۶۸

# حرف الراء

## ر

### راس : سر

قضائے حاجت کے وقت سر ڈھانپنا (دیکھئے لفظ تخلی)

### رؤیا : خواب

۱۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ "مجھے سب سے افضل وہ شخص معلوم ہوتا ہے. جس کا وضو صحیح ہو خواب میرے لئے فلاں فلاں چیزوں کی رائے سے زیادہ پسندیدہ ہے" ۱؎

۲۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے تھی کہ خواب سچے ہوتے ہیں، آپ خوابوں کی اچھی تعبیریں بتلایا کرتے تھے۔ ان میں سے چند ذیل میں درج ہیں۔

آ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دفعہ اپنے والد بزرگوار حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا "میں نے خواب دیکھا کہ گویا چاند میری گود میں آگرا ہے. مجھے یاد ہے کہ ایسا تین دفعہ ہوا" حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "تمہارا خواب سچا ہے. اہل زمین کے تین بہترین افراد تمہارے حجرے میں دفن ہوں گے" ۲؎ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ)۔

ب۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا "میں نے خواب دیکھا کہ میرے ارد گرد گائیں ذبح ہو رہی

---

۱؎ کنز العمال جلد ۱۵، ص ۵۱۴ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۶۹ ب

ہیں" حضرت نے فرمایا "اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہارے ارد گرد ایک گروہ کو قتل کیا جائے گا" [۱] (اس سے اشارہ جنگ جمل کی طرف ہے جس میں ایک طرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسری طرف حضرت علیؓ مخالف فوجوں کی قیادت کر رہے تھے۔ مترجم)

ج۔ حضرت شعیبؒ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے بڑی بے رخی سے گذرے، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا "کیا بات ہے یہ بے رخی کیوں ہے ؟ کیا میری طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات تمہیں پہنچی ہے" شعیبؒ نے کہا "نہیں بخدا نہیں، ہاں البتہ آپ کے بارے میں میں نے ایک خواب دیکھا ہے جو مجھے ناپسند ہے" حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا "تم نے کیا دیکھا" کہا "میں نے دیکھا ہے کہ آپ کا ہاتھ آپ کی گردن سے بندھا ہوا ہے اور آپ ایک انصاری کے دروازے پر جس کا نام ابوالحسن ہے، کھڑے ہیں" حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے، حشر تک کے لئے میرے تمام گناہ جمع کر دئے گئے ہیں"۔ [۲]

د۔ عبداللہ بن بدیلؒ نے ایک خواب دیکھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے بیان کیا تو آپ نے فرمایا "اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تم کسی غیر واضح اور گڈمڈ والے معاملے میں قتل کئے جاؤ گے" حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعبیر سچی ہوئی۔ عبداللہ جنگ صفین میں قتل ہوئے (جنگ صفین حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان لڑی گئی تھی۔ مترجم)

ھ۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں نے شریک (ایک شخص) کو قتل کر کے اس کی لاش اپنے پہلو میں رکھ دی ہے اور میرے پیچھے کچھ لوگ ہیں جو اسے کھا رہے ہیں" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "اگر تمہارا

---

[۱] ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۶۹ ب، کنز العمال جلد ۱۱ ص ۳۶۶

[۲] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۹، ص ۱۶۹ ب

خواب سچا ہے تو تم اولاد والی عورت سے نکاح کرو گے جو تمہاری کمائی کھائیں گے۔

ایک دفعہ حضرت سمرہؓ نے کہا "میں نے دیکھا کہ ایک سوراخ سے روشنی نکلی۔ وہ روشنی واپس سوراخ میں جانے لگی لیکن جا نہ سکی" حضرت ابوبکرؓ نے اس کی تعبیر یہ کی کہ یہ کوئی عظیم کلمہ ہوتا ہے جو انسان کے منہ سے نکل جاتا ہے پھر وہ واپس نہیں جاتا (بلکہ دنیا میں پھیل جاتا ہے۔ مترجم)

حضرت سمرہؓ سے ایک دفعہ پوچھا "میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا یہ اعلان ہوا کہ دجال[۱] کا خروج ہو گیا ہے۔ یہ سن کر میں نے ایک دیوار کھولنی شروع کر دی پھر میں نے مڑ کر جو دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ یعنی دجال میرے قریب کھڑا ہے۔ اس کے بعد میرے سامنے زمین پھٹ گئی اور میں اس میں داخل ہو گیا۔" حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تم دین میں بہت کمزور ہو گئے ہو"۔ [۲]۔

و۔ ایک شخص آپ کے پاس آکر کہنے لگا "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں ایک لومڑی کے پیچھے بھاگ رہا ہوں" آپ نے فرمایا "تو بڑا ہی جھوٹا انسان ہے۔ اللہ سے ڈر اور پھر جھوٹ نہ بول"۔ [۳]۔

ز۔ ایک شخص آکر کہنے لگا "میں نے خواب دیکھا کہ خون پیشاب کر رہا ہوں" آپ نے فرمایا "میرا خیال ہے کہ تم حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے ہو" اس نے کہا "ہاں" آپ نے فرمایا "اللہ سے ڈر اور ایسا نہ کرو" [۴]۔

## ربا۔ زیادتی، اضافہ

### ۱۔ تعریف:

ربا اس زائد رقم کو کہتے ہیں جو ایک طے شدہ شرح کے مطابق وصول کی جائے لیکن یہ زائد رقم کسی

---

[۱] بڑا جھوٹا۔ ایک شخص کا نام جو آخر زمانہ میں ظاہر ہو گا

[۲] کنز العمال جلد ۱۵، ۵۱۶

[۳] ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۶۹، کنز العمال جلد ۱۵، ص ۵۱۵

[۴] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۵۸ ب جلد ۲، ص ۱۶۹ ب، عبدالرزاق جلد ۱، ص ۳۳۰، کنز العمال جلد ۱۵، ص ۵۱۵

مشروع عوض کے بالمقابل نہ ہو۔

۲۔ ربا کی دو قسمیں ہیں:

آ۔ ربا النسیئۃ[1] یہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے (وان تبتم لکم رؤس أموالکم لاتظلمون و لاتظلمون اور اگر تم اب بھی توبہ کرلو اور سود چھوڑ دو تو اصل لینے کے حقدار ہو۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ سورۃ بقرہ آیت ۲۷۹)۔

ب۔ ربا الفضل[2]۔ اس پر گفتگو لفظ بیع پیرا نمبر ۲ کے تحت ہو چکی ہے۔

## رجعۃ۔ واپسی

۱۔ رجعت کا مطلب ہے شوہر کا اپنی بیوی کو طلاق رجعی دینے کے بعد واپس اپنی زوجیت میں لے لینا

۲۔ مرد کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کو جسے اس نے طلاق رجعی دی ہو دوبارہ اپنی زوجیت میں تیسرے حیض سے پاک ہونے سے پہلے پہلے لے آئے اگر تیسرے حیض سے پاک ہو جائے تو پھر جدائی ہو جائے گی حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "مرد اپنی مطلقہ بیوی کو (طلاق رجعی کی صورت میں) واپس زوجیت میں لینے کا سب سے بڑھ کر حقدار ہے جب تک وہ تیسرے حیض سے پاک نہ ہو"[3]

---

[1] ادھار پر سود۔ نزول قرآن کے وقت سودی معاملات کی جو شکلیں رائج تھیں اور جنہیں اہل عرب "ربوا" سے تعبیر کرتے تھے وہ یہ تھیں مثلاً ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ کوئی چیز فروخت کرتا تو ادائے قیمت کے ایک مدت مقرر کر دیتا اگر وہ مدت گزر جاتی اور قیمت ادا نہ ہوتی تو پھر وہ مزید مہلت دیتا اور قیمت میں اضافہ کر دیتا۔ یا مثلاً ایک شخص دوسرے شخص کو قرض دیتا اور اس سے یہ طے کر لیتا کہ اتنی مدت میں اتنی رقم اصل سے زائد ادا کرنی ہو گی یا مثلاً قرض خواہ اور قرض دار کے درمیان ایک خاص مدت کے لئے ایک خاص شرح طے ہو جاتی تھی اور اگر اس مدت میں اصل رقم مع اضافہ کے ادا نہ ہوتی تو مزید مہلت پہلے سے زائد شرح پر دی جاتی تھی۔ (تفہیم القرآن جلد ۱ص ۲۱۱) مندرجہ بالا تمام صورتیں ربا النسیئہ کے تحت آتی ہیں۔

[2] کسی جنس کو اسی جنس کے بدلے زائد مقدار میں خریدنا ربو الفضل کہلاتا ہے۔ مثلاً ایک من گندم کے بدلے ڈیڑھ من گندم خریدنا وغیرہ (مترجم)

[3] سعید بن منصور جلد ۳، ص ۲۹۰، ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۳۵۱ ب، المحلی جلد ۱۰، ص ۲۵۹ المغنی جلد ۷، ص ۲۸۰، کنز العمال جلد ۹، ص ۲۶۴۔

## رجل : ٹانگ

ٹانگ کو نقصان پہنچانے کا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ پیرا ۴ جز۔ ط)

## رحم : رشتہ داری

۱۔ تعریف :

رحم اس رشتہ داری کو کہتے ہیں جو ولادت کی وجہ سے ظہور میں آتی ہے۔

۲۔ رشتہ داری کی قسمیں :

رشتہ داری کی دو قسمیں ہیں پہلی محرم رشتہ داری ۔ اس میں انسان کے اصول اوپر تک یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی اور فروع نیچے تک یعنی اولاد، اولاد کی اولاد (مذکر و مؤنث) آتے ہیں۔ اس طرح اس انسان کے ماں باپ میں سے کسی ایک کے فروع نیچے تک یعنی بھائی بہنیں، بھائی بہنوں کی اولاد نیز دادا، نانا کے فروع کا صرف پہلا طبقہ یعنی چچے، پھوپھیاں، ماموں اور خالائیں آتی ہیں۔ مندرجہ بالا رشتہ داروں میں سے مؤنث رشتہ داروں کے ساتھ اس کا نکاح حرام ہے (اس طرح ایک خاتون کا مندرجہ بالا رشتہ داروں میں سے مذکر رشتہ داروں کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ مترجم)

رشتہ داری کی دوسری قسم غیر محرم رشتہ داری ہے مثلاً چچا کی اولاد وغیرہ غیر محرم رشتہ داری میں ایک دوسرے کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

۳۔ رشتہ داروں کا ایک دوسرے کی وراثت میں حق (دیکھئے لفظ ارث پیرا ۔ ۱، جز الف) رشتہ داروں پر خرچ کرنا (دیکھئے لفظ نفقہ پیرا ۱)

(غلاموں یا لونڈیوں کی) خریداری میں رشتہ داروں کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا (دیکھئے لفظ رق)

رشتہ داروں کی پرورش (دیکھئے لفظ حضانہ)

## رد : لوٹانا

ترکہ میں ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصوں کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ کو ان پر ان کے حصوں کی نسبت سے تقسیم کر دینا رد کہلاتا ہے (دیکھئے لفظ ارث، پیرا ۷)

ردۃ : ارتداد

۱۔ تعریف :

کسی مسلمان کا زبان سے ایسی بات کہنا یا ایسا عقیدہ رکھنا جو اسے اسلام سے خارج کر دے، ردت کہلاتا ہے۔

۲۔ وہ باتیں جن کی وجہ سے ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے :

آ۔ اگر ایک مسلمان اللہ تعالیٰ یا اللہ کے کسی نبی کو سب و شتم کرے تو وہ مرتد عن الاسلام ہو جائے گا حضرت مہاجر بن ابی امیہؓ امیر یمامہ تھے۔ ان کے پاس دو عورتیں لائی گئیں۔ ان میں سے ایک حضور صلی اللہ علی وسلم کے ذات سے متعلق سب و شتم والے اشعار گایا کرتی تھی حضرت مہاجر نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا ور سامنے کے دانت اکھیڑ دیئے، دوسری عورت مسلمانوں کے خلاف ہجویہ اشعار گایا کرتی تھی حضرت مہاجر نے اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا اور سامنے کے دانت اکھیڑ دیئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مہاجر کو لکھا " مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب و شتم کے اشعار گانے والی عورت کو اس طرح سزا دی ہے ............ اگر تم مجھ سے اس معاملے میں سبقت نہ کر جاتے تو میں تمہیں اس کے قتل کا حکم دیتا، اس لئے کہ شاتم انبیاؑ کی حد (سزا) دوسری حدود کے مشابہ نہیں ہو سکتی. (یعنی ایسے شخص کو کڑی سے کڑی سزا ملنی چاہئے۔ مترجم) اگر مسلمان اس کا مرتکب ہو گا تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اگر معاہد (ذمی) اس جرم کا ارتکاب کرنے والا ہو گا۔ وہ غدار اور حربی بن جائے گا (یعنی اس کی جان و مال کی حفاظت کی جو ذمہ داری مسلمانوں پر تھی وہ ختم ہو جائے گی کیونکہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے اس نے غداری کی اور اس کی حیثیت بر سرپیکار دشمن کی سی ہو جائے گی جس کی وجہ سے اسے قتل کر دینا درست ہو گا مترجم) رہی وہ عورت جو مسلمانوں کے خلاف ہجویہ اشعار گاتی تھی اگر وہ مسلمان ہے تو اسے مثلہ (ہاتھ پاؤں کاٹ دینا) سے کم سزا دے کر درست کر دو اور اگر وہ ذمی ہے تو مجھے اپنی جان کی قسم تمہارا اسے در گزر کرنا شرک سے بھی بڑھ کر گناہ ہے۔ اور اگر میں اس معاملے میں تمہارا مواخذہ کرتا تو تم مصیبت میں

پڑ جاتے"۔ ۱؎

(دیکھئے لفظ سب پیرا ۲)

ب۔ ایک مسلمان ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کر کے مرتد ہو جائے گا مثلاً فرضیت صلوۃ و فرضیت زکواۃ وغیرہ کا انکار۔ حضرت ابو بکرؓ نے زکواۃ کی فرضیت کے منکرین سے جنگ کی تھی، آپ نے فرمایا تھا "خدا کی قسم میں ان لوگوں سے قتال کروں گا جو نماز اور زکواۃ کے درمیان فرق روا رکھیں گے" عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ جب ابو بکرؓ نے مرتدین سے قتال کا عزم کر لیا تو حضرت عمرؓ نے آپ سے کہا " اے ابو بکرؓ، آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کریں گے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ یعنی کلمہ طیبہ پڑھ لیں، جب وہ کلمہ طیبہ پڑھ لیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جان اور اپنا مال محفوظ کر لیں گے الا یہ کہ انکی جان یا مال کسی حق کے بدلے میں جائے۔ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔)

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "خدا کی قسم، جو شخص نماز اور زکواۃ کے درمیان فرق کرے گا میں اس سے ضرور جنگ کروں گا۔ بیشک زکواۃ مال میں اللہ کا حق ہے، خدا کی قسم اگر انہوں نے زکواۃ کی مد میں بکری کا ایک بچہ بھی ادا کرنے سے انکار کر دیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے تو میں اس کی خاطر بھی ان سے جنگ کروں گا۔ ۲؎

ترک صلوۃ کی وجہ سے مرتد ہونا (دیکھئے لفظ صلوۃ پیرا ۲۱)

۳۔ مرتد کو توبہ کے لئے کہنا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہ دلی خواہش ہوتی کہ مرتد پر حد جاری کرنے سے پہلے جبکہ وہ ایک فرد یا قتال کرنے سے پہلے جبکہ وہ گروہ کی شکل میں ہوں اور ان کے پاس سے ساز و سامان بھی ہو، توبہ

---

۱؎ المحلی جلد ۱۔ ص ۴، کنز العمال جلد ۵، ص ۵۱۸

۲؎ عبد الرزاق جلد ۶، ص ۶۸۔ جلد ۱۰، ص ۱۷۳، المغنی جلد ۸، ص ۱۰۴

کا ضرور مطالبہ کیا جائے۔ اگر وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے تو اس کی جان محفوظ ہو جائے گی جیسا کہ عیینہ بن حصن کے ساتھ پیش آیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے عیینہ بن حصن فزاری کو اس کے دونوں ہاتھ گردن سے باندھ کر مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ اسی حالت میں جب وہ مدینے میں داخل ہوا تو لڑکوں اور بچوں نے اپنی انگلیاں اسے چبھونی شروع کر دیں، ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے "اے خدا کے دشمن! تو اسلام سے پھر گیا؟" وہ جواب میں کہتا "خدا کی قسم، میں کبھی بھی ایمان نہیں لایا تھا" جب حضرت ابو بکرؓ کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے اس سے ارتداد سے توبہ کرنے کے لئے کہا اس نے توبہ کر لی. آپ نے اس کی جان بخشی کر دی اور وہ اپنے اسلام پر بہت اچھی حالت میں رہا۔ [1] اگر مرتد اسلام کی طرف نہیں لوٹے گا تو ایک فرد ہونے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا اور طاقت ور گروہ ہونے کی صورت میں ان سے قتال کیا جائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے سالاروں اور مرتدین کی طرف جو گشتی مراسلہ روانہ کیا تھا اس میں مندرجہ ذیل باتیں تھیں "اے گروہ مرتدین میں نے تمہارے خلاف مہاجرین اور انصار اور راست بازی کے ساتھ ان کے پیچھے چلنے والوں پر مشتمل ایک فوج بھیجی ہے جسے میں نے حکم دیا ہے کہ تم میں سے کسی سے بھی سوائے ایمان باللہ کے اور کوئی بات قبول نہ کریں۔ اور اس وقت تک کسی کو قتل نہ کریں جب تک اسے دعوت الی اللہ نہ دے دیں، اگر وہ اسے قبول کرتے ہوئے زبان سے اقرار کرے اور اعمال صالحہ بھی کرے تو اس کی یہ بات قبول کر لی جائے گی اور اس کی پوری مدد کی جائے گی۔ اور اگر کوئی انکار کرے تو اس کے خلاف اس وقت تک جنگ جاری رکھیں۔ جب تک وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ کر نہیں آتا۔ پھر جو قابو میں آئے اس پر ہرگز رحم نہ کھائیں، ایسے لوگوں کو آگ میں جلا دیں. انہیں ہر طرح قتل کریں. ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیں اور ان سے اسلام کے سوا اور کوئی بات قبول نہ کریں" [2]

۴۔ ارتداد کی سزا:

ارتداد کی سزا یہ ہے کہ مرتد چاہے مرد ہو یا عورت پہلے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے انکار پر اسے قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اسلام سے مرتد ہونے

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۶، ص ۳۱۸۔

[2] البدایہ والنہایہ جلد ۶، ص ۳۱۵، سنن بیہقی جلد ص ۸، ۲۰۱

والی عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا [1] اسی طرح آپ نے ام قرفہ نامی ایک عورت کو ارتداد کی بہ پر قتل کر دیا تھا [2]

اگر مرتدین طاقت و قوت والے گروہ کی شکل میں ہوں تو انہیں بھی توبہ کے لئے کہا جائے گا، اگر وہ توبہ نہیں کریں گے تو جنگ کی جائے گی، مردوں کو قتل کر دیا جائے گا اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف اسی طرح کی کارروائی کی تھی [3] بنی حنفیہ کی عورتیں اور بچے دیگر مرتدین کی عورتوں اور بچوں کے ساتھ قیدی بنالئے گئے تھے، آپ نے ان میں سے ایک قیدی عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی تھی جس کے بطن سے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے تھے [4] (دیکھئے لفظ جہاد، پیرا ۱، لفظ سبی)

مرتدین کو تلوار سے قتل کرنا کوئی ضروری نہیں ہے کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کرنا درست ہے جسے دیکھ کر دوسرے لوگ ارتداد سے باز رہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور امرائے جیوش اسلامی کو جو گشتی مراسلہ بھیجا تھا اس میں یہ حکم درج تھا کہ مرتدین کو آگ میں جلا دیں اور ہر طریقے سے انہیں قتل کریں [5] حضرت خالد بن ولیدؓ نے مرتدین کے خلاف اسی طرح کی کارروائی کی تھی اور حضرت ابو بکرؓ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکرؓ سے اس بارے میں یہ کہا کہ کیا آپ اس شخص (خالد بن ولیدؓ) کو یونہی چھوڑ دیں گے جو اللہ کی سزا (آگ) کے ذریعے لوگوں کو سزائیں دیتا ہے؟ تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو دوٹوک جواب دیتے ہوئے فرمایا: "میں اس تلوار کو نیام میں نہیں کروں گا جسے اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر کھینچ رکھا ہے"۔ [6]

---

[1] سنن بیہقی جلد ۸، ص ۲۰۴ المغنی جلد ۸، ص ۱۲۳ جلد ۶

[2] سنن بیہقی جلد ۸، ص ۲۰۴، کنزا ل جلد ۱، ص ۲۱۵

[3] البدایہ والنھایہ جلد ۶ ص ۳۱۵، عبدالرزاق جلد ۱۰، ص ۱۷۶، المغنی جلد ص ۳۳ سنن بیہقی جلد ۸، ص ۲۰۱ کنزالعمال ص ۶ جلد ۲۶۶

[4] المغنی جلد ۸، ص ۱۲۳

[5] البدایہ والنہایہ جلد ۶، ص ۳۱۵

[6] المغنی جلد ۸، ۱۲۶، عبدالرزاق جلد ۵، ۲۱۲۔

حضرت ابو بکرؓ سے ہماری یہ روایت کہ آپ نے مرتد مردوں کے قتل کا حکم دیا تھا چاہے وہ افراد کی صورت میں ہوں یا طاقت ور گروہوں کی شکل میں، اس روایت سے متعارض نہیں ہے جس میں صلح کی درخواست کے ساتھ قبیلہ بزاخہ، قبیلہ اسد اور قبیلہ غطفان کے وفد کی آمد کا ذکر ہے، حضرت ابو بکرؓ نے درخواست کے جواب میں انہیں جلاوطن کر دینے والی جنگ اور ذلیل کر دینے والی صلح میں سے ایک کو قبول کر لینے کا اختیار دیا تھا، انہوں نے کہا تھا کہ ہم جلاوطن کر دینے والی جنگ کا مطلب تو جانتے ہیں لیکن ذلیل کر دینے والی صلح کا کیا مفہوم ہے؟ آپ نے فرمایا تھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے تمام اسلحہ جات اور جانور ہمارے حوالے کر کے نہتے ہو جاؤ گے اور اپنے میں سے کچھ ایسے آدمی مہیا کرو گے جو اونٹوں کے پیچھے رہیں گے۔ (یعنی اونٹ چراتے رہیں گے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے خلیفہ اور مسلمانوں کو ایسی بات دکھا دے گا جس کی بنیاد پر ہم تمہارا عذر قبول کر لیں گے علاوہ ازیں تم ہمارے مقتولین کی دیت ادا کرو گے اور ہم تمہارے مقتولین کی دیت ادا نہیں کریں گے اور تم اس بات کا اقرار بھی کرو گے کہ ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں، نیز ہمارا لوٹا ہوا مال تم ہمیں واپس کرو گے اور تم سے لوٹا ہوا مال ہمارے لئے غنیمت کا مال ہو گا۔ اس گفتگو میں حضرت عمرؓ بھی شریک تھے، آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا "آپ نے اپنی رائے ظاہر کر دی اب میرا مشورہ بھی سن لیجئے آپ کی تمام باتوں سے مجھے اتفاق ہے لیکن جہاں تک ہمارے مقتولین کی دیت کا تعلق ہے تو اس سے میں متفق نہیں ہوں کیونکہ ہمارے مقتولین تو اللہ کے حکم سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے ان کی دیت کیسی؟ یہ سنکر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق کیا[۱]۔ اس پوری گفتگو سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ ان سے ہتھیار رکھوا لئے جائیں اور مسلمانوں کے سامنے انہیں جھکنے پر مجبور کر دیا جائے، حضرت ابو بکرؓ کے ان الفاظ پر ذرا غور کریں "یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے خلیفہ اور مسلمانوں کو ایسی بات دکھا دے جس کی بنیاد پر وہ تمہارا عذر قبول کر لیں"۔

رہی یہ بات کہ حضرت ابو بکرؓ نے پورے گروہ کے ارتداد پر مردوں کو قتل کرنے اور عورتوں کو قیدی بنا لینے کا حکم دیا تھا حالانکہ عورتیں بھی، انفرادی ارتداد کی شکل میں، قتل کر دی جاتی ہیں تو

---

۱۔ کنزالعمال جلد ۵، ص ۵۹۸، المغنی جلد ۸، ص ۱۱۳۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اجتماعی ارتداد کی صورت میں توبہ کا مطالبہ بھی اجتماعی ہوتا ہے۔ اور اس مطالبے کا جواب بھی اجتماعی طور پر دیا جاتا ہے اجتماعی جواب کی صورت میں مردوں کی رائے کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ اسلحہ اٹھانے والے مرد ہوتے ہیں نہ کہ عورتیں. اس بنا پر مرتد مردوں کو قتل کر دیا جاتا ہے اور عورتوں کو موقعہ دیا جاتا ہے کہ گرفتار ہونے کے بعد وہ اسلامی معاشرہ میں گھل مل کر زندگی گزارنے کی وجہ سے اسلام سے پوری طرح متعارف ہو جائیں۔

۵۔ مرتد کی میراث:

مرتد کی موت یا قتل کے بعد اس کا مال اس کے مسلمان ورثاء کو مل جائے گا

(دیکھئے لفظ ارث. پیرا ۳. جز۔ ب. فقرہ ۲)

## رق: غلامی

۱۔ رق وہ جبری درماندگی ہے جو دراصل کفر کے ساتھ ساتھ اہل اسلام کے خلاف بر سرپیکار ہونے کی سزا کے طور پر مشروع کی گئی ہے۔

۲۔ ام ولد:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ام ولد (ایسی لونڈی جس کے بطن سے آقا کے گھر بچہ پیدا ہو) کو اگر اس کا آقا آزاد کرے گا آزاد ہوگی. [1] اسی لئے آپ نے اس کی بیع کی اجازت دے دی تھی (دیکھئے لفظ بیع. پیرا ۳)

۳۔ غلاموں کے ساتھ سلوک:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ غلاموں کے ساتھ شریعت کی ہدایات کے مطابق حسن سلوک ہو۔ اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ آپ خود غلاموں کو آزاد کرانے میں بہت پیش پیش تھے۔ عبادۃ بن ولید بن عبادہ بن الصامت نے روایت کی ہے کہ انہوں نے ابو الیسر کو. جن کے جسم پر یمنی چادر اور سر پر بالوں والی ٹوپی تھی اور انکے غلام کے جسم پر بھی یمنی چادر اور سر پر ٹوپی تھی. یہ فرماتے ہوئے سنا. "میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا. دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد رکھا. "اپنے غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو.

---

۱۔ المحلی جلد ۹. ص ۲۱۹

وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو" ابوالیسر کہتے ہیں: "میرے لئے اسے (اپنے غلام کو) دنیا کی چیزوں میں سے دے دینا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ قیامت کے دن میری نیکیوں میں سے لے جائے" ابن حزمؒ کہتے ہیں: "ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح کی روایت کی ہے۔ [1]

۴۔ بچے کو اسکی ماں سے علیحدہ کر دینا:

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک میں یہ بات بھی داخل ہے کہ غلام سے اس کے بچے کو علیحدہ نہ کیا جائے جسے ابھی بھی والدین کی دیکھ بھال کی ضرورت ہو۔ اگر بچہ بڑا ہو گیا ہو اور اسے اب والدین کی ضرورت نہ ہو پھر جدائی درست ہو گی۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی یہی طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ سلمہ بن الاکوعؓ سے روایت ہے۔

وہ کہتے ہیں: "ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک معرکہ پر بھیجا۔ ہم نے قبیلہ فزارہ کے خلاف کارروائی کی جب ہم فزارہ کے کنویں پر پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے ہمیں رات کے آخری حصے میں آرام کرنے کا حکم دیا جب صبح کی نماز پڑھ لی گئی تو ہم نے زور دار حملہ کیا اور بہت سے لوگ مارے گئے۔ میں نے کچھ لوگوں کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ پہاڑ کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا۔ میں ان کے تعاقب میں ان کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ مجھے خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ لوگ مجھ سے پہلے پہاڑ پر نہ پہنچ جائیں اس لئے میں نے ایک تیر چلا دیا جو پہاڑ اور بھاگنے والوں کے درمیان گرا۔ وہ سب ڈر کر رک گئے اور میں انہیں ہانکتا ہوا حضرت ابو بکرؓ کے پاس لے آیا۔ ان میں فزارہ کی عورت تھی جس کے جسم پر چمڑے کی ایک پرانی پوستین تھی اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو انتہائی حسین و جمیل تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے یہ لڑکی بطور انعام کے دے دی۔ میں نے اس لڑکی سے صحبت نہیں کی اور واپس مدینے پہنچ گئے۔ یہاں میں نے رات گذاری لیکن لڑکی سے قربت نہیں کی۔ صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بازار میں ملاقات ہو گئی۔ آپ نے فرمایا "سلمہؓ! وہ لڑکی مجھے بطور ہبہ دے دو" میں نے عرض کیا "وہ مجھے بہت اچھی لگی ہے اور میں نے تو ابھی تک اس سے قربت بھی نہیں کی ہے" یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو



---

۱۔ المحلی جلد ۹، ص ۲۵۰۔

گئے اور تشریف لے گئے۔ اگلی صبح پھر بازار میں ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا "اے سلمہؓ، تمہارے والد کتنے اچھے تھے، مجھے وہ لڑکی ہبہ کے طور پر دے دو" میں نے عرض کیا: "اے رسول خدا یہ آپ کی ہوئی" سلمہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مکہ والوں کے پاس بھیج دیا اور جو مسلمان قیدی ان کے پاس تھے انہیں اس لڑکی کے بدلے میں رہا کرا لیا [1] میں (مصنف کتاب) نے حضرت سلمہؓ کے اس قول سے کہ "میں نے ابھی اس سے قربت نہیں کی" یہ بات سمجھی ہے کہ وہ لڑکی بالغ ہو چکی تھی۔ وہ کم سن نہیں تھی اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے اسے اس کی ماں سے علیحدہ کرنے کی اجازت دے دی۔

۵۔ غلام کے لئے نصف حد (دیکھئے لفظ حد، پیرا ۳ و لفظ قذف پیرا ۴)
چوری کرنے پر غلام کا ہاتھ کاٹا جانا۔ (دیکھئے لفظ سرقہ پیرا ۳)
غلام کا فیٔ (جزیہ، خراج، عشر وغیرہ) میں استحقاق (دیکھئے لفظ فیٔ پیرا ۲)
غلام کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، پیرا ۳، جز۔ الف)
غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، پیرا ۴، جز۔ ج، فقرا ۴)
غلام کا وراثت میں عدم استحقاق (دیکھئے لفظ ارث، پیرا ۳، جز۔ ج)

## رقیہ: تعویذ، جھاڑ پھونک

### ۱۔ تعریف:

رقیہ کسی زندہ پر از کار میں سے اس امید پر کچھ پڑھ کر دم کرنا کہ اسے فائدہ ہو جائے۔

### ۲۔ جھاڑ پھونک اور تعویذ میں کون سی باتیں جائز ہیں:

رقیہ میں جو الفاظ استعمال کئے جا رہے ہوں ان کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کے منافی نہ ہوں۔ اسی لئے بہترین رقیہ وہ ہے جس میں کلام الٰہی اور سنت رسول کے الفاظ استعمال کئے گئے ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس گئے، اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کی طبیعت خراب تھی۔ اور حضرت عائشہؓ اسے دم کر رہی تھیں۔ آپ نے

---

۱۔ امام مسلم اور امام ابو داؤد نے کتاب الجہاد میں اور امام احمد نے مسند احمد جلد ۱، ص ۴۶ میں یہ حدیث درج کی ہے۔ المغنی جلد ۴، ص ۲۶۷ نیل الاوطار ص جلد ۵، ص ۲۶۲۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے۔

بیٹی سے کہا: (اس پر اللہ کی کتاب سے دم کرو) [1]

## رکوع: رکوع کرنا، جھکنا

نماز میں نمازیوں کی صف سے پیچھے ہی رکوع کر لینا اور پھر چلتے ہوئے صف میں شامل ہو جانا (دیکھئے لفظ صلوٰۃ پیرا ۹. جز- ب)

## رمضان: رمضان

رمضان کے روزوں کی فرضیت (دیکھئے لفظ صیام پیرا- ب جز- الف)

## رمل: رمل کرنا، کندھے اچکا کر چلنا

طواف میں رمل کرنا (دیکھئے لفظ حج پیرا ۷)

جنازے میں میت کو تیز رفتاری سے لے کر جانا (دیکھئے لفظ موت پیرا ۵، جز- ب)

## رمی: تیر چلانا، پھینکنا

جمرہ عُقبہ کو کنکریاں مارنا (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۱۱)

جمرہ عُقبہ کی رمی کے بعد تلبیہ کہنا بند کر دینا (دیکھئے لفظ حج پیرا ۵)

## رہبہ: رہبانیت اختیار کرنا

لوگوں سے کنارہ کشی کر کے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ کی عبادت میں لگ جانے کو رہبانیت کہتے ہیں۔

جنگ میں راہبوں کو قتل کرنے کی ممانعت (دیکھئے لفظ جہاد پیرا ۶)

---

[1] موطا جلد ۲ ص ۹۴۳، المحوع ص ۶۵۔ سنن بیہقی جلد ۹، ۳۴۹۔

# حرف الزاء
# ز

## زکاۃ : زکوٰۃ

### ا۔ تعریف :

زکوٰۃ کسی مالدار آدمی کا بالارادہ اپنے مال میں سے ایک متعین حصہ چند مخصوص مصارف میں خرچ کئے جانے کے لئے الگ کر دینا۔

### ۲۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے والے کے خلاف اعلان جنگ :

زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ایک ہے۔ اور کسی امیر المومنین کے لئے اس معاملے میں سستی دکھانا درست نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اس کی ادائیگی سے انکار کر دے تو امیر المومنین اس سے زبردستی وصول کرے گا اور اگر کوئی گروہ اس کی ادائیگی سے انکار کر دے چاہے سرے سے اس کی فرضیت کا منکر ہو یا نہ ہو تو ایسے لوگ کافر اور مرتد ہوں گے۔ اگر فرضیت سے انکار نہ ہو تو امیر المومنین ایسے گروہ کے خلاف جنگی کارروائی کرے گا اگر اس کی فرضیت سے انکار ہو تو ایسے لوگ فاسق[1] باغی اور امیر کی اطاعت سے نکل بھاگنے والے ہوں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی تھی اور اس موقعہ پر اپنا مشہور فقرہ ارشاد فرمایا تھا کہ : "بخدا جو شخص بھی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔ اس لئے کہ زکوٰۃ مال میں اللہ کا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ مجھے بکری کا ایک بچہ بھی زکوٰۃ میں دینے سے انکار کر دیں جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ا۔ نیکی اور صلاح کے راستے سے ہٹ کر کھلم کھلا اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے والا

کو دیتے آئے تھے تو میں اس کے لئے بھی ان سے جنگ کروں گا۔" [۱] (دیکھئے لفظ ردۃ، پیرا ۲ جز ب)

### ۳۔ وجوب زکوٰۃ کی شرطین :

آ۔ نصاب کا پورا ہونا۔ مال میں زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوگی جب تک وہ مال نصاب کو نہ پہنچ جائے۔ نصاب اور اس کی مقدار کے بارے میں ہم اس جگہ گفتگو کریں گے جہاں ہم ان اموال کا جائزہ لیں گے جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

ب۔ حولان حول یعنی سال کا گزر جانا۔ یہ شرط نقود، مال تجارت، اور مویشیوں کے لحاظ سے ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد ہے: "کسی مال پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب تک کہ اس پر سال نہ گزر جائے" [۲]

دوران سال حاصل ہونے والے مال کا یہ اصول ہے کہ اگر متعلقہ شخص کے پاس اسی جنس کا مال نصاب کو پہنچ چکا ہو تو یہ نیا مال اس پرانے مال کے ساتھ ملا کر یوں سمجھ لیا جائے گا کہ یہ سارا مال اس کے پاس شروع سال سے ہے اور اس طرح پورے مال کی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ اور اگر اس کے پاس اسی جنس کا مال نہ ہو تو دوران سال حاصل ہونے والے اس مال کا حساب وقت حصول سے کیا جائے گا اور سال پورا ہونے پر زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ [۳] اس لئے حضرت ابو بکرؓ جب لوگوں میں سالانہ وظائف تقسیم کرتے تو لینے والے سے پوچھ لیتے کہ آیا اس کے پاس اسی جنس کا مال ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہو چکی ہے۔ اگر وہ اثبات میں جواب دیتا تو آپ جتنا وظیفہ اسے دینا چاہتے اس میں سے کمی کر دیتے اور اگر وہ

---

۱۔ یہ حدیث امام بخاری کتاب الزکوٰۃ باب وجوب الزکاۃ میں، امام مسلم نے کتاب الایمان باب الامر بقتال میں، امام مالک، امام ترمذی امام نسائی، اور امام ابو داؤد نے کتاب الزکوٰۃ میں روایت کی ہے۔ ابن ابی شیبہ ۱۳۱، عبدالرزاق جلد ۴ ۴۳، المحلی جلد ۵، ص ۳۔ ۲، ۲۷۳، المغنی جلد ص ۴۷۵

۲۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱، ۱۳۵، الموطا جلد ۱، ص ۲۴۵، سنن بیہقی جلد ۴، ص ۲۔ ۱، المحلی جلد ۵، ص ۷۶ ۲، عبدالرزاق جلد ۴، ۴، ۷۴، المجموع ص ۳۲۴ المغنی ص جلد ۱۔

۳۔ المغنی جلد ۲، ص ۶۲۶

نفی میں جواب دیتا تو اسے پورا وظیفہ دے دیتے [۱]

## ۴۔ وہ اموال جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور ان میں زکوٰۃ کی مقدار :

۱۔ نقود کی زکوٰۃ: نقود یا تو سونا ہوں گی یا چاندی۔ سونے کا نصاب بیس مثقال اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے۔ اور دونوں میں زکوٰۃ کی مقدار چالیسواں حصہ ہے۔ [۲] حضرت ابو بکرؓ نے حضرت انس بن مالکؓ کو جب بحرین کی طرف بھیجا تو آپ نے انہیں جو تحریری ہدایات دی تھیں ان میں تھا کہ: "اور رقہ یعنی ڈھلے ہوئے دراہم میں چالیسواں حصہ یعنی پانچ درہم. اگر کسی کے پاس ایک سو نوے درہم ہوں (یعنی نصاب سے دس کم) تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ الا یہ کہ پروردگار کو منظور ہو۔ [۳] (اور مالک نصاب نامکمل ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا کر دے۔ مترجم)

---

۱۔ عبدالرزاق جلد ۴، ص ۶۷۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۳۷ ب۔ سنن بیہقی جلد ۴، ص ۱۰۹۔ الاموال ص ۴۱۱

۲۔ ایک مثقال تقریباً ڈیڑھ درہم کا وزن ہوتا ہے. کبھی اس سے کم بھی ہو جاتا ہے اور کبھی زیادہ رد المختار میں ہے کہ دس درہم کا وزن سات مثقال کے برابر ہوتا ہے۔ جلد ۲، ص ۳۸۔ ہدایہ میں ہے کہ دو سو درہم پر زکواۃ پانچ درہم ہے۔ جلد ۱، ص ۱۷۴۔ ہمارے ملک میں سونے چاندی کے جو اوزان ہیں ان کے مطابق اگر کسی کے پاس ساڑھے ساتھ تولے سونا ہو یا ساڑے باون تولے چاندی ہو تو نصاب مکمل ہو جائے گا اور سال کے بعد زکوۃ دینا واجب ہو گا۔ عوام الناس کی سہولت کے لئے یہ طریقہ آسان ہے کہ جب سونے یا چاندی کا نصاب مکمل ہو جائے تو اس کی مالیت بازاری نرخ کے مطابق لگا کر اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ ادا کر دیں یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ سونے اور چاندی کی قیمت میں بڑا فرق ہے تقریباً دنیا کے سب ملکوں میں سکہ کاغذی نوٹوں کی شکل میں ہے اور حکومتیں اپنے سکوں کی قیمت میں مختلف عوامل کے تحت کمی بیشی کرتی رہتی ہیں تو ان حالات کے تحت وجوب زکوۃ کا کم سے کم نصاب کسی اصول پر متعین کیا جائے۔ مترجم

۳۔ بخاری باب الزکوۃ, ابو داؤد کتاب الزکوۃ باب السائمہ. نسائی کتاب الزکوۃ باب زکوۃ الابل, المحلی جلد ۶، ص ۶۵

ب۔ تجارتی مال کی زکوٰۃ حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک تجارتی اموال کی زکوٰۃ کا معاملہ نقود کی زکوٰۃ کی طرح ہے یعنی تجارتی اموال کی قیمت نقود میں لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

تجارتی مال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق سلطان کو ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اموال تجارت کی زکوٰۃ وصول کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب تجارتی اموال کی کثرت ہوگئی اور حضرت عثمان نے یہ محسوس کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کی خاطر مالکوں کا پیچھا کرنے میں زیادہ ضرر ہے تو آپ نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی ذمہ داری مالکوں کے سپرد کر دی جائے۔ اس طرح ان اموال کے مالک مستحقین پر زکوٰۃ تقسیم کرنے کے عمل میں امیر المومنین کے وکیل یا نمائندے بن جائیں گے۔ [1]

ج۔ مویشیوں کی زکوٰۃ:

۱) اس کے وجوب کی شرطیں: حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک مویشیوں کی زکوٰۃ کے وجوب کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں تھیں:

حولان حول ــ سال گزر جانا۔ حضرت ابو بکرؓ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ "کسی مال میں کوئی زکوٰۃ نہیں جب تک سال نہ گزر جائے"

نصاب کا مکمل ہونا۔ اونٹوں کی زکوٰۃ پر گفتگو کے موقع پر ہم بیان کریں گے کہ اونٹوں کا نصاب پانچ اونٹ ہیں جن پر ایک بکری زکوٰۃ میں دی جائے گی اور بھیڑ بکریوں کا نصاب چالیس بھیڑ بکریاں ہے۔

سوم یعنی مفت چرنا۔ اگر مویشیوں کو چارہ وغیرہ مہیا کرنے میں کلفت ہوتی ہو تو ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد ہے: "از خود چرنے والی بکریاں جب چالیس ہو جائیں تو ایک سو بیس تک ایک بکری زکوٰۃ میں واجب ہوگی"

۲) اونٹوں کی زکوٰۃ: حضرت ابو بکرؓ کا وہ مراسلہ [2] جو آپ نے حضرت انس بن مالکؓ

---

۱۔ بدائع الصنائع جلد ۲، ص ۷

۲۔ امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے کتاب الزکوٰۃ میں حضرت انس بن مالک سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

کو بحرین کی طرف بھیجنے کے وقت انہیں دیا تھا. زکوۃ کی مقداروں کے لئے بنیاد ہے۔ اس مراسلے میں یہ تھا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. یہ فریضہ زکوۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کر کے اس کی ادائیگی کا حکم دیا تھا۔ جس مسلمان سے زکوۃ کی درست مقدار کا مطالبہ کیا جائے وہ یہ مقدار ادا کر دے. اور جس سے زائد کا مطالبہ کیا جائے وہ ادا نہ کرے چوبیس یا اس سے کم اونٹوں میں ہر پانچ اونٹ کے بدلے ایک بکری زکوۃ میں دی جائے گی. جب اونٹوں کی تعداد پچیس سے پینتیس تک پہنچ جائے تو اس پر ایک بنت مخاض [۱] زکوۃ میں دی جائے گی اور اگر بنت مخاض نہ ہو تو ایک ابن لبون [۲] دیا جائے گا۔ جب اونٹوں کی تعداد چھتیس سے لے کر پینتالیس تک ہو جائے تو اس پر ایک بنت لبون زکوۃ میں دی جائے گی۔ جب تعداد چھیالیس ہو جائے تو ساٹھ تک ایک حقہ [۳] زکوۃ میں ادا کیا جائے گا۔ پھر جب تعداد اکسٹھ ہو جائے تو پچھتر تک ایک جذعہ [۴] زکوۃ میں دیا جائے گا۔ پھر جب تعداد چھہتر ہو جائے تو نوے تک دو بنت لبون زکوۃ میں دی جائیں گی اور جب تعداد اکانوے ہو جائے تو ایک سو بیس تک دو حقے زکوۃ میں دیئے جائیں گے جب تعداد ایک سو بیس سے بڑھ جائے تو مزید ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور اور ہر پچاس پر ایک حقہ زکوۃ میں دیا جائے گا۔ اگر کسی کے پاس چار اونٹ ہوں تو اس پر کوئی زکوۃ نہیں الا یہ کہ اس کا رب چاہے. پھر جب اس کے پاس تعداد پانچ ہو جائے گی تو ایک بکری زکوۃ میں دی جائے گی۔

جس شخص پر زکوۃ میں جذعہ واجب ہو. لیکن اس کے پاس جذعہ نہ ہو بلکہ حقہ ہو تو اس سے حقہ قبول کر لیا جائے گا اور اس کے ساتھ دو بکریاں بھی اگر میسر

---

[۱] اونٹنی کا مادہ بچہ جو ایک سال پورا کر کے دوسرے سال میں ہو۔

[۲] اونٹنی کا بچہ جو دو سال پورے کر کے تیسرے سال میں ہو۔

[۳] اونٹنی کا بچہ جس کے تین سال پورے ہو چکے ہوں اور چوتھے سال میں ہو۔ یہ سواری کے قابل ہوتا ہے اس لئے اسے حقہ کہتے ہیں۔

[۴] جسکے چار سال مکمل ہو چکے ہوں اور پانچویں سال میں ہو۔

ہوں۔ اگر میسر نہ ہوں تو بیس درہم۔ اگر کسی پر زکوٰۃ میں حقہ واجب ہو لیکن اس کے پاس جذعہ ہو تو زکوٰۃ وصول کرنے والا اس سے جذعہ لے کر دو بکریاں یا بیس درہم واپس کر دے گا۔ جس شخص پر زکوٰۃ میں حقہ واجب ہو لیکن اس کے پاس بنت لبون ہو تو اس سے یہ لے کر دو بکریاں یا بیس درہم واپس دے دیئے جائیں گے۔ اسی طرح جس پر زکوٰۃ میں بنت لبون واجب ہو لیکن اس کے پاس حقہ ہو تو محصل زکوٰۃ اس سے حقہ لے کر اسے دو بکریاں یا بیس درہم دے دے گا۔ اسی طرح جس پر زکوٰۃ میں بنت لبون واجب ہو لیکن اس کے پاس بنت مخاض ہو تو اس سے بنت مخاض لی جائے گی ساتھ ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم بھی لئے جائیں گے۔ اگر کسی پر زکوٰۃ میں بنت مخاض واجب ہو لیکن اس کے پاس بنت لبون ہو تو اس سے بنت لبون لے کر محصل زکوٰۃ اسے دو بکریاں یا بیس درہم دے دے گا۔ اگر اس کے پاس بنت مخاض نہ ہو بلکہ ابن لبون ہو تو اس سے ابن لبون لے لیا جائے گا اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں لیا جائے گا۔ [۱]

۳) بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ: بھیڑ بکریوں کا نصاب چالیس بکریاں ہیں۔ اس سے کم میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔ اگر تعداد چالیس ہو جائے تو ایک بکری زکوٰۃ میں دی جائے گی۔ حضرت انس بن مالکؓ کے نام حضرت ابو بکرؓ کے مراسلہ میں جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، تحریر ہے:

''اور چرنے والی بکریوں کی تعداد چالیس ہو جائے تو ایک سو بیس تک ایک بکری زکوٰۃ میں دی جائے گی، پھر ایک سو اکیس سے لے کر دو سو تک دو بکریاں پھر دو سو ایک سے تین سو تک تین بکریاں پھر ہر سو پر ایک بکری زکوٰۃ میں دی جائے گی۔ اگر اس شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہو تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہوگی الا یہ کہ اس کے رب کی مرضی ہو'' [۲]

---

[۱] یہ پورا مراسلہ امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے کتاب الزکوۃ میں نقل کیا ہے ا بیہقی جلد ۴، ص ۸۶، المحلی جلد ۴، ص ۱۹، ۲۴، ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۱۳۲ المغنی جلد ۲، ص ۵۷۵۔ [۲] حوالہ سابق نیز ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۳۳، المحلی جلد ۵، ۲۶۹ المغنی جلد ۲، ص ۵۷۶۔

۴) گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ نہیں لی تھی. البتہ حضرت عمرؓ نے ان کی زکوٰۃ نفلی صدقہ کے طور پر لی تھی نہ کہ مقررہ فرض کے طور پر۔ اس کے ذیل میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ شام کے کچھ متقی لوگ امیر شام حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے پاس آکر کہنے لگے. "ہمارے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ لیجئے" انہوں نے انکار کیا اور حضرت عمرؓ کو لکھا. انہوں نے بھی انکار کیا۔ اس پر وہ لوگ حضرت عمر کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: "گھوڑے اور غلام ہی ہمارے اموال ہیں اس لئے ان کی زکوٰۃ لیجئے" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "میں تم سے وہ چیز نہیں لے سکتا جو مجھ سے پہلے دونوں حضرات یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے نہیں لیا۔" پھر آپ نے رفقاء سے مشورہ کیا حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر وہ اپنی خوشی سے اپنے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ دیں تو ٹھیک ہے بشرطیکہ یہ جزیہ کی شکل اختیار نہ کر لے کہ آپ کے بعد بھی ان سے وصول کی جاتی رہے۔" [1]

۵) مویشیوں کی زکوٰۃ کی وصولی: حکومت مویشیوں کی زکوٰۃ کی وصولی کا انتظام کرے گی [2] اس کام پر مامور شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ زکوٰۃ میں بڑھیا یا گھٹیا جانور وصول کرے بلکہ درمیانے درجے کے جانور لے۔ وہ تمام مویشیوں کو پہلے تین حصوں میں تقسیم کر دے. پہلا حصہ بہترین جانوروں کا ہو. دوسرا حصہ گھٹیا جانوروں کا اور تیسرا حصہ متوسط کا. پھر زکوٰۃ درمیانے درجے کے جانوروں میں سے الگ کرے۔ [3] بوڑھے اور کانے جانور زکوٰۃ میں نہ لے کیونکہ یہ گھٹیا ہوتے ہیں اور نہ ہی بکرا اور مینڈھا لے کیونکہ یہ بہترین جانور ہوتے ہیں۔ ہاں اگر مویشیوں کا مالک اپنی خوشی سے زکوٰۃ میں بہترین جانور دے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

---

[1] عبدالرزاق جلد ۴. ص ۳۵. ابن ابی شیبہ جلد ۱. ۱۳۴. الموطا جلد ۱. ص ۲۷۷ المحلی جلد ۵. ص ۲۲۷، ۲۲۹. کتاب الاموال ص ۴۶۵. بدائع الصنائع جلد ۲. ص ۳۴ المغنی جلد ۲ ص ۶۲۰۔ موسوعہ فقہ عمر لفظ زکوۃ پیرا ۴. ۷

[2] المغنی جلد ۳ ص ۴۳

[3] المحلی جلد ۵. ص ۲۷۵

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: ”زکوٰۃ میں بوڑھے اور کانے جانور نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ہی بکرا ہاں اگر زکوٰۃ دینے والا اپنی مرضی سے دے دے تو کوئی حرج نہیں۔“ [۱]

۵۔ واجب مقدار سے زائد زکوٰۃ دینے سے انکار کا حق:

زکاۃ ایک ایسا فرض ہے جس میں مقداریں متعین کر دی گئیں ہیں ایک طرف صاحب نصاب کے لئے ان میں کمی کرنا جائز نہیں، تو دوسری طرف امیر (حکومت) کے لئے اس سے زائد مقدار وصول کرنا درست نہیں۔ اگر امیر مقررہ مقدار سے زائد کا مطالبہ کرے تو مال کے مالک کو حق ہے کہ وہ ادائیگی سے انکار کر دے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت انس بن مالکؓ کو مذکورہ سابق مراسلہ میں لکھا تھا: ”جس مسلمان سے زکوٰۃ کی مقررہ مقدار طلب کی جائے وہ ادا کرے اور جس سے زائد کا مطالبہ کیا جائے وہ ادا نہ کرے“ [۲]

۶۔ مال زکوٰۃ کو بڑھانا:

امام کی ذمہ داری ہے کہ مال زکوٰۃ کو بڑھانے کے لئے قدم اٹھائے جب تک وہ مال اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں تک کہ وہ فقراء تک پہنچ جائے اس میں فقراء کی بھلائی کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ صدقات کے اونٹوں کو مقام ربذہ اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں بھیج دیتے جب یہ اونٹ ذرا دبلے ہو جاتے تاکہ وہاں چر پھر کر فربہ ہو جائیں۔ [۳]

۷۔ زکوٰۃ کے مصارف:

ا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں زکوٰۃ کے مصارف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے (انما الصدقات للفقراء الخ۔ یہ صدقات دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں۔ اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کو چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے۔ اللہ سب کچھ

---

[۱] المجموع جلد ۲، ص ۳۴۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۲۳۔

[۲] بخاری، ابو داؤد، نسائی، ترمذی کتاب الزکوٰۃ سنن بیہقی جلد ۴، ص ۸۴، المحلی جلد ۱۱، ۳۰۹

[۳] کنز العمال جلد ۵، ص ۶۱۷

جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔ سورۃ توبہ آیت ۶۰)

اس لئے جو شخص زکوٰۃ کے مندرجہ بالا آٹھ مصارف میں سے کسی ایک میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرے گا تو انشاء اللہ اس کی زکوٰۃ قبول ہو جائے گی اور اگر اس نے اپنی زکوٰۃ یا اس کا کوئی حصہ ان مصارف کے علاوہ کہیں خرچ کر دیئے تو یہ قبول نہیں کی جائے گی (یعنی اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، مترجم) اس کے ذمہ یہ واجب ہو گا کہ دوبارہ زکوٰۃ نکالے اور صحیح مصرف میں خرچ کرے۔ حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد ہے: "جس شخص نے اپنی زکوٰۃ کسی ایسے شخص کو دے دی جو اس کے لینے کا اہل نہیں ہے تو اس کی زکوٰۃ قبول نہیں کی جائے گی۔ چاہے وہ ساری دنیا زکوٰۃ میں دے دے" [1]

وہ لوگ جن کی تالیف قلب مطلوب ہو وہ بھی مصارف زکوٰۃ میں سے ایک ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ زکوٰۃ کا مال خرچ کر کے لوگوں کے دلوں کو نیکی کی طرف مائل کرتے تھے۔ روایت میں وارد ہے کہ آپ نے عدی بن حاتم طائی اور زبر قان بن بدر کو مال زکوٰۃ میں سے دیا تھا۔ حالانکہ یہ دونوں اپنے اسلام اور اپنی نیت میں ٹھیک ٹھاک تھے۔ امام بیہقی نے روایت کی ہے "عدی بن حاتم اپنے قبیلہ کی زکوٰۃ کے تین سو اونٹ لے کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان میں سے تیس اونٹ انہیں دے دیئے اور انہیں حکم دیا کہ اپنے قبیلے کے فرمان بردار لوگوں کی جماعت لے کر خالد بن ولیدؓ کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ عدی تقریباً ایک ہزار آدمی لے کر آئے اور جنگ میں بڑی جان فروشی کا مظاہرہ کیا" امام بیہقی فرماتے ہیں: "روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ تیس اونٹ عدی کو کہاں سے دیئے لیکن اگر روایت سے استدلال پر دل مطمئن ہو سکتا ہے تو یہ واضح ہے کہ آپ نے عدی کو ,مولفۃ القلوب, کے حصے سے دیا تھا" [2]

---

[1] عبدالرزاق جلد ۴، ص ۴۹، ابن ابی شیبہ جلد ا ص ۱۳۵، المحلی جلد ۶، ص ۱۵۲

[2] سنن بیہقی جلد ۷، ص ۱۹

## زکاۃ الفطر: صدقہ فطر

### ۱۔ تعریف:

صدقہ فطر وہ رقم ہے جو رمضان میں کوئی مالدار آدمی اپنے روزوں کی طہارت کی نیت کے ساتھ کسی فقیر کو دے

### ۲۔ صدقہ فطر کس چیز میں ادا کیا جائے:

صدقہ فطر ملک میں زیادہ استعمال ہونے والی خوردنی شے یعنی بنیادی غذا میں ادا کیا جائے۔ ابن ابی شیبہؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اعراب یعنی دیہاتیوں سے صدقہ فطر میں پنیر لیا کرتے تھے۔ [1]

### ۳۔ صدقہ فطر کی مقدار:

صدقہ فطر کی مقدار فی کس نصف صاع گندم ہے۔ (یہ ہمارے ملک میں پونے دو سیر بنتا ہے) سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں صدقہ فطر فی کس نصف صاع گندم تھی۔ [2]

## زنا

### ۱۔ تعریف:

زنا ایک مکلّف [3] خود مختار انسان کا جو تحریم کا مطلب جاننے والا ہو ایسے فرج میں وطی کرنا جو اس کے لئے نہ بذریعہ نکاح اور نہ بذریعہ ملک حلال ہو۔

ہم جلد ہی دیکھ لیں گے کہ کس طرح حضرت ابوبکرؓ نے اس عورت پر حد جاری نہیں کی جس کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا تھا۔

### ۲۔ اس جرم پر پردہ پوشی:

زنا ایسا جرم ہے جس کی سزا میں حد واجب ہے۔ اور ان جرائم پر، جو حقوق اللہ کے ذیل میں آتے

---

[1] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۳۹

[2] المغنی جلد ۳، ص ۵۹، المجموع جلد ۶، کنزالعمال میں جلد ۸، ص ۵۴۵

[3] ایک عاقل بالغ انسان جس پر شریعت کے تمام حدود وقیود اور احکامات نافذالعمل ہوں۔ مترجم

ہیں مثلاً ایسے جرائم جن کی سزا میں حد واجب ہوتی ہے. پردہ ڈالنا زیادہ بہتر ہے اس لئے زنا کے جرم پر پردہ پوشی اس جرم کے اعتراف یا اس کی گواہی سے بہتر ہے (دیکھئے لفظ حد. پیرا ۲)

۳۔ زنا کے ارتکاب پر مرتب ہونے والے اثرات :

زنا کے ارتکاب پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

ا۔ کسی شخص پر زنا کی حد اس وقت جاری ہوگی جب وہ چار مرتبہ ارتکاب جرم کا اقرار کرے گا (دیکھئے لفظ اقرار پیرا ۲) یا چار گواہوں کی گواہی ہوگی (دیکھئے لفظ حد. پیرا ۴ جز ب) پھر یہ حد زانی کے لحاظ سے مختلف ہوگی، اگر زانی محصن [۱] ہو گا (دیکھئے لفظ احصان. پیرا ۱) تو اسے سنگسار کر دیا جائے گا اور کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔ اگر زانی غیر محصن ہو گا تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ملک بدر کر دیا جائے گا چاہے یہ مرد ہو یا عورت۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے لگائے اور جلا وطن کیا، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ [۲] ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک شخص نے بنی بکر کی ایک لڑکی کے ساتھ ارتکاب زنا کر لیا اور لڑکی کو حمل ٹھہر گیا اس شخص نے اعتراف جرم کر لیا۔ وہ محصن نہیں تھا اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے اسے سو کوڑے لگوا کر جلا وطن کر دیا۔ [۳]

ایک شخص نے ایک شخص کی دعوت کی۔ مہمان نے میزبان کی ہمشیرہ سے زنا بالجبر کر لیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے پوچھنے پر اس نے اعتراف کر لیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کو سو کوڑے لگوا کر فدک کی جانب جلا وطن کر دیا۔ آپ نے عورت کو کوڑے نہیں لگائے اور نہ ہی جلا وطن کیا کیونکہ اسے مجبور کیا گیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس عورت کی شادی اسی مرد

---

[۱] جس میں یہ چار شرطیں پائی جائیں وہ محصن ہو گا عقل، بلوغ آزادی اور نکاح صحیح کے ذریعہ بیوی سے ہم بستری

[۲] المحلی جلد ۱۱، ص ۲۲۳

[۳] ترمذی کتاب الحدود باب ماجاء فی النفی. المحلی جلد ۱۱ ء ۱۸۳، المغنی جلد ۸، جلد ۱۶۸

سے کر دی اور اس کے ساتھ شب باشی کرائی۔ [1]

ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا۔ اس نے چبا چبا کر کوئی بات کی جو سمجھ میں نہ آئی وہ خوفزدہ بھی نظر آرہا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ جاؤ جا کر اس سے بات پوچھو کیونکہ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی بات ہوئی ضرور ہے۔ حضرت عمرؓ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا میں نے ایک شخص کو گھر میں مہمان ٹھہرایا اس نے میری بیٹی کی آبروریزی کر دی، حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اپنے ہاتھ اس کے سینے پر مارتے ہوئے. کہا "تیرا برا ہو تو نے اپنی بیٹی کی پردہ پوشی کیوں نہیں کی" پھر حضرت ابو بکرؓ کے حکم پر دونوں کو کوڑے لگائے گئے پھر آپ نے دونوں کا نکاح کر دیا اور ایک سال کے لئے دونوں کو جلا وطن کر دیا۔ [2]

ایک مرد نے ایک دوشیزہ کا پردہ بکارت چاک کر دیا پھر دونوں نے اعتراف جرم کر لیا۔ آپ نے ان دونوں کو کوڑے لگوا کر اسی جگہ ان کا آپس میں نکاح کر دیا اور دونوں کو جلا وطن کر دیا۔ [3]

ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ بدکاری کی۔ دونوں غیر شادی شدہ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں کوڑے لگوا کر جلا وطن کر دیا پھر ایک سال جلا وطنی کے گزارنے کے بعد آپ نے ان دونوں کا آپس میں نکاح کروایا۔ [4]

مندرجہ بالا حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جلا وطنی کی سزا ہر زانی کو دی گئی چاہے وہ مرد ہو یا عورت

ب۔ زانی عورت سے نکاح کرنا: زانی عورت اگر توبہ کر لے اور اپنا رحم زنا کے حمل وغیرہ سے پاک کر لے تو اس سے نکاح درست ہو گا۔ [5] زنا کا باہم ارتکاب کرنے والے مرد اور عورت کے لئے باہم نکاح کر لینا درست ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے کے جو

---

۱۔ سنن بیہقی جلد ۸، ۲۲۳، ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۲۸، عبدالرزاق جلد ۲۰۴، کنزالعمال ۲۱۰

۲۔ سنن بیہقی جلد ۸، ص ۲۲۲ کنزالعمال جلد ۵، ص ۱۴۱۱ المحلی جلد ۹، ص ۲۷۶

۳۔ سنن بیہقی جلد ۷، ص ۱۵۵

۴۔ ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۳۴، ۲۱۹ ۵۔ المغنی جلد ۷، ص ۶۰۳

واقعات اوپر بیان کئے گئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی پوری کوشش یہ ہوتی تھی کہ ایسے مرد اور عورت کا آپس میں نکاح ہو جائے بلکہ آپ کی رائے یہ تھی کہ مرد اور عورت کا اپنے جرم سے بہترین توبہ یہی ہے کہ وہ آپس میں نکاح کر لیں۔ آپ سے ایک مرد کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے بد کاری کی اور پھر اس سے نکاح کرنے کا ارادہ ظاہر کیا آپ نے فرمایا: "ان دونوں کے لئے آپس کے نکاح سے بڑھ کر کوئی توبہ نہیں۔" نکاح کے ذریعے یہ دونوں حرامکاری سے حلال کاری کی طرف منتقل ہو گئے۔ [۱]

ج۔ زانی عورت کی عدت: عدت تو صرف نکاح کی وجہ سے لازم ہوتی ہے لیکن بد کاری کی صورت میں عورت کے لئے کوئی عدت نہیں۔ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ایک حیض گزارنے کے ذریعے اپنا رحم حمل سے پاک کر لے۔ [۲]

## زوج: شوہر

شوہر کا بیوی کی میت کو غسل دینا (دیکھئے لفظ موت پیرا ۳ جز۔ ب)

شوہر ہی اپنی بیوی کو دفن کرنے کا تمام لوگوں سے بڑھ کر حق دار ہے (دیکھئے لفظ موت، پیرا ۷)

شوہر کا بیوی کے حق میں گواہی دینا (دیکھئے لفظ شہادۃ پیرا ۳)

اس کے علاوہ الفاظ نکاح۔ طلاق عدۃ رجعہ اور حضانہ کا بھی مطالعہ کیجئے۔

## زوجہ: بیوی

دیکھئے لفظ زوج

## زینہ: زینت

دیکھئے لفظ وشم

---

۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۷، ص ۲۰۴۔ کشف الغمہ جلد ۲، ص ۱۴

۱۔ المغنی جلد ۷، ص ۴۵۰

# حرف السین
# س

## سائمہ : چرنے والے مویشی

مویشی اسی وقت سائمہ کہلائیں گے جب وہ سال کے اکثر ایام چر کر گزاریں۔

چوپایوں میں سے صرف چرنے والے جانوروں پر زکوٰۃ کا واجب ہونا۔ (دیکھئے لفظ زکاۃ، پیرا ۴، جز۔ ج)

## سب : گالی دینا

۱۔ تعریف :

سب گالی دینے کو کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا حکم :

مسبوب یعنی جسے گالی دی گئی ہے اس کے لحاظ سے سب یعنی گالی دینے کا حکم مختلف ہو جاتا ہے اگر کسی مسلمان کی زبان سے اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گالی نکلی ہو۔ والعیاذ باللہ۔ تو یہ ارتداد ہے جو اسے دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور اس کے لئے حد ارتداد یعنی قتل کو واجب کر دیتا ہے (دیکھئے لفظ ردۃ، پیرا ۲ جز۔ الف) اور اگر کسی ذمی نے یہ حرکت کی تو اس سے مسلمانوں پر اس کی حفاظت کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے، وہ حربی بن جاتا ہے جس کو قتل کر دینے میں شرعی لحاظ سے کوئی مضائقہ نہیں ہوتا۔ (دیکھئے لفظ ذمہ)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور ان کے بعد کے لوگوں کو گالی دینا فسق ہے جو مستوجب تعزیر ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو یہ اطلاع ملی کہ امیر یمامہ حضرت مہاجر بن ابی امیہؓ کے سامنے دو گانے والی

عورتیں پکڑ کر لائی گئیں ان میں سے ایک حضورؐ کے بارے میں سب و ستم کے اشعار گاتی تھی انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور اگلے دانت اکھڑوا دیئے۔ دوسری عورت مسلمانوں کی ہجو میں اشعار گاتی تھی۔ انہوں نے اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا اور اگلے دانت اکھڑوا دیئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مہاجرؓ کو اس مضمون کا مراسلہ بھیجا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں سب و ستم کے اشعار گانے والی عورت کو یہ سزا دی ہے اگر تم اس کام میں مجھ سے سبقت نہ کر جاتے تو میں تمہیں انہیں قتل کر دینے کا حکم دیتا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں دریدہ دہنی کی سزا عام سزاؤں کے مشابہ نہیں اگر کسی مسلمان نے یہ حرکت کی تو وہ مرتد ہے اور اگر کسی معاہد نے یہ حرکت کی تو وہ محارب اور غدار ہے۔ رہی دوسری عورت جو مسلمانوں کے خلاف ہجویہ اشعار گاتی ہے اگر وہ دعوۂ اسلام بھی کرتی ہے تو مثلہ سے کم کم سزا دے کر درست کر دو۔ اور اگر ذمی ہے تو مجھے اپنی جان کی قسم اسے معاف کر دینا شرک سے بھی بدتر گناہ ہے۔ اور اگر میری طرف سے اس بارے میں تمہارے خلاف کوئی قدم اٹھایا جاتا تو تم مشکلات میں پھنس جاتے۔ [1]

ابو برزہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکرؓ کو گالی دی میں نے عرض کیا: "اے خلیفہ رسول، میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟" آپ نے فرمایا: "نہیں، یہ سزا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریدہ دہنی کرنے والے کی ہے۔ آپ کے سوا کسی اور کی ذات کے لئے نہیں۔" [2] (دیکھئے لفظ ذمہ)

۳۔ کنز العمال میں ہے دو شخص حضرت ابو بکرؓ کے سامنے آپس میں گالم گلوچ ہو گئے آپ نے انہیں کچھ نہیں کہا یہی واقعہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش آیا آپ نے دونوں کی گوشمالی کی۔ [3] حضرت ابو بکرؓ نے انہیں کچھ نہیں کہا اس لئے کہ ان کی رائے تھی کہ گالم گلوچ کی کوئی سزا نہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی گوشمالی کی اس لئے کہ انہوں نے امیر المومنین کی مجلس

---

[1] المحلی جلد ۱۱، ص ۴۰۹۔ کنز العمال جلد ۵، ص ۵۶۸

[2] سنن بیہقی جلد ۷، ص ۶۰

[3] کنز العمال جلد ۵، ص ۵۶۱

میں بدتمیزی کی تھی

محرم (احرام والے شخص) کا گالی گلوچ سے باز رہنا (دیکھئے لفظ حج پیرا ۶ جز۔ د)

۴۔ گالی کی سزا:

حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک گالی کی کوئی متعین سزا نہیں ہے اور نہ کوئی حد ہے لیکن اس میں گناہ ہے جس کا بوجھ گالی دینے والا قیامت کے دن اٹھائے گا۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں جو کسی دوسرے شخص کو خبیث، فاسق وغیرہ الفاظ سے گالی دیتا ہے فرمایا: "تونے بری بات کہی لیکن اس میں نہ کوئی سزا ہے اور نہ کوئی حد" [۱]

۵۔ گالی پر تعزیری سزا (دیکھئے لفظ تعزیر، پیرا ۲ جز۔ ب)

## سبي: قیدی بنالینا:

۱۔ برسرپیکار دشمن کی عورتوں اور بچوں کو بزور پکڑ لینا سبي کہلاتا ہے۔

۲۔ برسرپیکار کافر دشمن کو مغلوب کر لینے کے بعد امیر لشکر کو اختیار ہے کہ وہ جنگ میں حصہ نہ لینے والوں میں سے جسے چاہے قیدی بنالے چاہے وہ عرب ہوں یا غیر عرب اور چاہے وہ اصلی کافر ہوں یا مرتد۔ حضرت ابوبکرؓ نے بنی ناجیہ کو قیدی بنایا تھا حالانکہ وہ عرب تھے۔ [۲] اسی طرح بنو حنیفہ کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے انھیں غلام بنالیا تھا۔ آپ نے ایک عورت حضرت علی کو بطور لونڈی دے دی تھی جس کے بطن سے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے تھے [۳] آپ نے مرتدین کی عورتوں کو قیدی بنانے کا حکم دیا تھا۔ (دیکھئے لفظ ردۃ پیرا ۴)

## ستر: پردہ

ایسے جرم کے مرتکب کی پردہ پوشی جس پر حد واجب ہوجائے (دیکھئے لفظ حد پیرا ۲)

## سجود: سجدہ کرنا

۱۔ تعریف:

سجود سات اعضاء کو زمین پر رکھنے کا نام ہے جو یہ ہیں۔ پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں قدم کے کنارے۔

---

[۱] ابن ابي شيبہ جلد ۲، ص ۱۳۷؛ کنز العمال جلد ۵، ص ۵۶۱

نوٹ: حوالہ [۲] اور [۳] اگلے صفحہ پر ہیں

۲۔ نماز میں زمین پر سجدہ کرنا

(دیکھئے لفظ صلوٰۃ پیرا ۴)

۳۔ سجدہ شکر:

حضرت ابو بکرؓ کسی نعمت کے حصول یا کسی مصیبت کے دور ہونے پر سجدہ شکر ادا کرنا سنت سمجھتے تھے۔ آپ کو جب مرتدین کے خلاف مسلمانوں کی فتح کی خبر ملی تو آپ سجدہ شکر بجالائے۔ [۱]

۴۔ سجدہ تلاوت:

حضرت ابو بکرؓ جب قرآن مجید کی سجدے والی آیات پڑھتے تو سجدہ تلاوت ادا کرتے۔ مثلاً سورۃ انشقاق اور سورۃ علق کی سجدے والی آیات۔ [۲]

## سحور: سحری کھانا

سحری کھانے کا آخری وقت (دیکھئے لفظ صیام پیرا ۲ جز۔ ب)

## سرایہ: سرایت کرنا

۱۔ تعریف:

سزا کے سرایت کر جانے کا مطلب یہ ہے سزا کی جگہ کو پہنچنے والا نقصان جسم کے دوسرے حصوں تک بھی پہنچ جائے۔

۲۔ سرایت کے اثرات:

اگر سرایت کا عمل کسی ایسی سزا کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوا ہے جس میں اجتہاد کو کوئی دخل نہیں مثلاً حد اور قصاص تو اس کا کوئی تاوان نہیں۔ اس لئے جس شخص کا ہاتھ چوری کی سزا میں کاٹ دیا جائے اور اس کا اثر اس کی جان تک پہنچ جائے جس کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے: "جو شخص حد لگنے کی وجہ سے

---

۱۔ حوالہ سابق ۲۔ سنن بیہقی جلد ۲، ص ۳۱۲

۳۔ کشف الغمہ جلد ۲، ص ۱۶۱ کہ ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۱۲، عبد الرزاق جلد ۳، ص ۳۵۸ سنن بیہقی جلد ۲، ص ۳۱۷، المحلی جلد ۵، ص ۱۱۲ کنز العمال جلد ۸، ص ۱۱۴۷ المغنی جلد ۱، ص ۶۲۸ المجموع جلد ۳، ص ۵۶۶، شرح السیر الکبیر جلد ۱، ۲۲۲

ہلاک ہو گیا اس کی کوئی دیت نہیں۔ " [۱]

## سرقہ: چوری کرنا

### ۱۔ تعریف:

کسی مکلف کا کسی محفوظ جگہ سے خفیہ طور پر کسی ایسی چیز کا لے لینا جس میں اس کا کوئی حق نہ ہو سرقہ کہلاتا ہے بشرطیکہ اس چیز کی قیمت اتنی ہو جو حد سرقہ کے نصاب کو پہنچتی ہو۔

### ۲۔ چور کی پردہ پوشی کرنا:

چوری وہ جرم ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے۔ اور ایسے جرم کی پردہ پوشی عموماً بہتر ہوتی ہے (دیکھئے لفظ حد پیرا ۲)

### ۳۔ چوری کی حد جاری کرنے کی شرطیں:

ا۔ چور کے لئے شرطیں: چوری کی حد اس وقت تک جاری نہیں ہوگی جب تک کہ عاقل، بالغ اور خود مختار نہیں ہو گا۔ اس میں مذکر، مونث، مسلمان، کافر، آزاد اور غلام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک غلام کا ہاتھ جس نے چوری کی تھی کاٹ دیا تھا۔ [۲]

ب۔ چرائی ہوئی چیز کے لئے شرطیں: حد سرقہ جاری کرنے کے لئے مال مسروقہ میں مندرجہ ذیل چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱) اس چیز کی مالیت حد سرقہ کو پہنچے۔ اس لئے معمولی چیز کے چرانے پر حد سرقہ جاری نہیں ہوگی۔ اگر کسی چیز کی قیمت اتنی ہو جتنی ایک ڈھال کی قیمت ہے تو وہ چیز نصاب کو پہنچ جائے گی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک ڈھال کے چرانے پر جس کی قیمت پانچ درہم تھی ہاتھ کاٹ دیا تھا۔ [۳] اور اس سے بھی کم قیمت کی ڈھال چرانے پر آپ نے قطع ید کی سزا دی تھی یہاں تک کہ حضرت انس بن مالکؓ کا قول ہے: "حضرت ابو بکرؓ

---

[۱] المحلی جلد ۱۱، ص ۲۲، المغنی جلد ۷، ۷۲۷، کنز العمال جلد ۱۵، ص ۷۰

[۲] مصنف عبد الرزاق جلد ص ۱۰، ۲۴۰، کنز العمال ص ۵۳۸، کشف الغمہ جلد ۲، ص ۱۳۷

[۳] سنن النسائی فی السرقہ، سنن بیہقی جلد ۸، ص ۔ ۲۶، المغنی جلد ۸، ص ۲۴۲

نے تو ایسی ڈھال چرانے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جس کی قیمت تین درہم کے برابر نہ تھی یا جسے میں تین درہم میں خریدنا پسند نہ کروں۔ " [1]

۲) وہ چیز محفوظ جگہ سے خفیہ طور پر چرائی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ خیانت کے جرم میں ہاتھ کاٹا نہیں جاتا۔ حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد ہے: "خیانت کے جرم میں قطع ید نہیں۔" [2]

۳) مال مسروق میں چور کو کسی قسم کے کوئی مالکانہ حقوق نہ ہوں اس لئے جس نے مال غنیمت میں چوری کی اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اسے سزا ملے گی۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا: "حضرت ابو بکرؓ غلول یعنی مال غنیمت سے چرا لینے پر دردناک سزا دیتے تھے۔" [3]

عمرو بن شعیبؒ نے اس سزا کی وضاحت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے "حضرت ابو بکرؓ کو مال غنیمت سے چرائی ہوئی کوئی چیز کسی کے پاس سے مل جاتی تو آپ اس شخص کو پکڑ کر سو کوڑے لگواتے پھر اس کا سر اور اس کی داڑھی مونڈ دیتے اور اس کے پاس جانوروں کے سوا جو کچھ ہوتا سب لے کر آگ لگا دیتے اور اسے آئندہ کبھی مسلمانوں کے ساتھ حصہ نہ ملتا۔" [4]

یہی سزا زکوٰۃ کے مال یا اموال عامہ میں سے چرانے کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس ایک حبشی آیا کرتا تھا حضرت ابو بکرؓ اسے اپنے پاس بٹھاتے اور قرآن مجید پڑھاتے۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے کسی شخص کو زکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھیجا حبشی کہنے لگا مجھے بھی اس کے ساتھ بھیج دیجئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "نہیں، تم ہمارے پاس رہو گے" اس نے ضد کی اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اسے اس شخص کے ساتھ بھیج دیا اور اس کے

---

۱۔ عبد الرزاق جلد ۱۰، ص ۲۳۶، ابن ابی شیبہ جلد ۲، ۱۲۴، سنن بیہقی جلد ۸، ۲۵۹ کنز العمال جلد ۵،

۲۔ عبدالرزاق جلد ۱۰، ص ۲۱۰

۳۔ کتاب الخراج ص ۱۷۳

۴۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۳۲

بارے میں حسن سلوک کی نصیحت بھی کی۔ وہ حبشی حضرت ابو بکرؓ کے پاس سے تھوڑا عرصہ غائب رہنے کے بعد جب واپس آیا تو اس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ اسے اس حال میں دیکھ کر رو پڑے اور پوچھا یہ سب کیسے ہوا حبشی نے کہا "بس یہ ہوا کہ اس شخص نے اپنے کام یعنی زکوٰۃ کی وصولی کی کچھ ذمہ داری مجھے بھی دی میں نے زکوٰۃ میں ایک نصاب کی مقدار خیانت کر لی اس نے میرا ہاتھ کاٹ دیا" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "لوگو جس شخص نے خیانت کی بنا پر اس کا ہاتھ کاٹا ہے اسے تم دیکھو گے کہ وہ مال زکوٰۃ میں بیس سے زائد نصابوں کی مقدار کی خیانت کرے گا خدا کی قسم اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس کا بدلہ اس شخص سے ضرور لوں گا" پھر حضرت ابو بکرؓ نے اس حبشی کو اپنے قریب ہی رکھا اور اس کی قدر و منزلت میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ یہ شخص رات کے وقت اٹھ کر تلاوت قرآن پاک کرتا جب حضرت ابو بکرؓ اس کی تلاوت کی آواز سنتے تو فرماتے جس شخص نے اس بھلے آدمی کا ہاتھ کاٹا ہے اسے اللہ سمجھے!" کچھ دنوں کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے گھر کا کچھ سامان اور زیورات گم ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "رات محلے میں کوئی آیا تھا" یہ سن کر حبشی اٹھا اور قبلے کی طرف منہ کر کے اور اپنا کٹا ہوا اور درست دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگا کہ اللہ تعالیٰ جس نے اس نیک خاندان کا مال چرایا ہے اسے تو ظاہر کر دے۔ دوپہر سے پہلے پہلے مسروقہ مال اسی حبشی کے پاس سے بر آمد ہو گیا یہ دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "تیرا ستیاناس ہو اللہ کے بارے میں تیرا علم نہ ہونے کے برابر ہے پھر آپ کے حکم سے اس کی ایک ٹانگ کاٹ دی گئی [1]

۴۔ چوری ثابت کرنا:

چوری گواہی سے ثابت ہو جاتی ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ نیز چور کے اعتراف کر لینے سے بھی چوری ثابت ہو جاتی ہے۔ قاضی یا عدالت کے لئے جائز نہیں کہ اعتراف

---

[1] عبدالرزاق جلد ۱۰، ص ۱۸۸۔ موطا میں ہے کہ اس شخص کی پہلے سے ایک ٹانگ اور ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا۔

کرانے کے لئے مختلف طریقے استعمال کرے بلکہ اسے چاہیئے کہ اعتراف کرنے والے کو اعتراف سے باز رکھنے کے کے لئے چارہ کرے اور یہ ایسا قدم ہے جسے قاضی یا عدالت کو حدود والے تمام جرائم میں اٹھانا چاہیئے۔ (دیکھئے لفظ حد، پیرا ۴، جز۔ الف)

۵۔ چوری کی سزا:

ا۔ چوری کرنے کے بعد چور پر حد جاری کرنے کے لئے تمام شرطیں جب پوری ہو جائیں تو اس کا دایاں ہاتھ پونچے سے کاٹ دیا جائے۔ [۱] دوسری مرتبہ چوری کرے تو اس کی بائیں ٹانگ کاٹ دی جائے گی۔ [۲] اگر اس نے تیسری بار چوری کی تو اس بارے میں امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اسے قید خانے میں ڈال دیا جائے گا۔ [۳] لیکن یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ حضرت ابو بکرؓ سے جو روایت محفوظ ہے وہ یہ ہے کہ تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس کی دائیں ٹانگ کاٹنی چاہی اور ہاتھ رہنے دیا تاکہ وہ اپنی ضروریات اس کے ذریعے پوری کر سکے حضرت عمرؓ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے ہاتھ کاٹنے پر اصرار کیا، یہ مشہور واقعہ اس طرح سے ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے جس کا ایک ہاتھ اور ٹانگ کٹی ہوئی تھی چوری کی، حضرت ابو بکرؓ نے ٹانگ کاٹنے کا ارادہ کیا اور ہاتھ رہنے دیا تاکہ اس کے ذریعے وہ طہارت وغیرہ کر سکے اور دوسری ضروریات میں اس سے کام لے سکے، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا "نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے آپ اس کا دوسرا ہاتھ کاٹیں گے" حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے تسلیم کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ [۴] اور اس کے بعد تیسری مرتبہ پر ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ مستقل ہو گیا۔ [۵] اگر اس نے چوتھی مرتبہ چوری کی تو اس کی دائیں ٹانگ کاٹ دی جائے گی۔ [۶] اگر

---

[۱] المغنی جلد ۸ ص ۲۶۰۔

[۲] عبدالرزاق جلد ۱۰ ص ۱۸۸۔ المغنی جلد ۸ ص ۲۶۰

[۳] کتاب الخراج ص ۱۷۴۔

[۴] ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۱۲۶۔ سنن بیہقی جلد ۸ ص ۲۷۴۔ المحلی جلد ۱۱ ص ۲۵۵۔ المغنی جلد ۸ ص ۲۶۴۔ عبدالرزاق جلد ۱۰ ص ۱۸۷۔ کنز العمال جلد ۳ ص ۱۲۶ تفسیر القرطبی جلد ۶ ص ۱۷۲

[۵] تفسیر قرطبی جلد ۶ ص ۱۷۲۔ ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۱۲۶۔ [۶] کنز العمال جلد ۵ ص ۵۳۸۔

اس کے بعد چوری کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ محمدؒ بن حاطب سے روایت ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور پکڑ کر لایا گیا آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ عرض کیا گیا کہ اس نے چوری کی ہے، آپ نے قطع ید کا حکم دیا۔ پھر وہی چور حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں ٹانگیں کٹ چکی تھیں حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "مجھے تیرے لئے اس سزا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا جو حضورؐ نے پہلے دن تجویز فرمائی تھی یعنی قتل، اس لئے کہ تیرے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ خبر تھی۔" پھر آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ [1]

ب۔ اس شخص کا قتل جس کے ہاتھ شل (بے کار) ہو گئے ہوں۔ اشل (ایسا شخص جس کے ہاتھ بے کار ہو چکے ہوں) کے قطع ید کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کے تفصیلی احکامات یہ ہیں۔ جب کوئی ایسا شخص چوری کرے جس کا دایاں ہاتھ شل ہو تو حد سرقہ میں اس کا یہی بے کار ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اگر اس کا بایاں ہاتھ شل ہو تو اس کا دایاں ہاتھ اس وجہ سے نہیں کاٹا جائے گا کہ اس طرح وہ ہاتھ کے بغیر رہ جائے گا اس لئے اس کا کوئی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر اس کا دایاں پاؤں شل ہو تو اس کا دایاں ہاتھ قطع نہیں کیا جائے گا تاکہ اس کے جسم کا ایک نصف حصہ بغیر ہاتھ پاؤں کے نہ رہ جائے۔ اگر اس کا دایاں پاؤں صحیح سالم ہو اور بایاں پاؤں بیکار ہو تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اس لئے کہ پاؤں کی خرابی اس کے دھڑ کے دوسرے نصف حصے میں ہے۔ اگر پھر وہ چوری کرے تو اس صورت میں اس کا بایاں پاؤں جو بے کار ہے قطع کر دیا جائے گا۔ اگر پھر چوری کرے تو اسے مزید کسی عضو کے کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اسے محبوس کر کے سخت سزائیں دی جائیں گی یہاں تک کہ وہ چوری سے تائب ہو جائے۔ [2]

۶۔ مسروقہ مال کی واپسی:

اگر مالک کو اپنا مسروقہ مال چور کے ہاں سے مل جائے تو اسے بغیر کوئی چیز دیئے لے لے گا اگر مال چور کی بجائے کسی اور شخص سے برآمد ہو جائے تو اس پر یا تو چور کے ساتھ شریک ہونے کا الزام ہو گا یا

---

۱۔ کتاب الخراج ص ۱۷۴۔ ۲۔ حوالہ سابق۔

نہیں ہو گا۔ اگر اس پر یہ الزام ہو گا تو مالک اپنا مال بغیر کچھ دیئے اس سے لے لے گا۔ اگر اس پر چوری میں شرکت کا الزام نہیں ہے تو مالک کو اختیار ہو گا کہ وہ اپنا مال اس شخص سے اتنی رقم دے کر لے لے جتنی کہ اس نے چور کو دی ہے، یا پھر اپنے مال کی واپسی کے لئے چور کے پیچھے پڑا رہے۔
عبدالرزاق نے اسید بن حضیرؓ سے روایت کی ہے کہ وہ یمامہ کے حاکم تھے مروان نے انہیں مراسلہ بھیجا کہ مجھے حضرت معاویہؓ کی طرف سے اس مضمون کا مراسلہ ملا ہے کہ جس شخص کی کوئی چیز چرالی گئی ہو وہ چیز اسے جہاں سے بھی ملے وہ اس کا سب سے بڑھ کر حق دار ہو گا۔ اسیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے مروان کو لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو اس طرح ہے کہ جس شخص نے مسروقہ مال چور سے خریدا ہو اگر اس پر چوری کا الزام نہ ہو تو اصل مالک کو اختیار ہو گا کہ وہ اس شخص کو اتنی رقم دے کر اپنا مال لے لے یا پھر چور کے پیچھے پڑا رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے بھی یہی فیصلہ دیا تھا۔ میرا جواب مروان نے امیر معاویہؓ کو لکھ دیا۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے مروان کو لکھا: "نہ تم میرے فیصلے کے خلاف فیصلہ دے سکتے ہو نہ اسید بن حضیرؓ۔ لیکن میں اپنی قلمرو میں دونوں کے فیصلے کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہوں اس لئے جو حکم میں نے دیا ہے اس کے مطابق عمل کرو۔" مروان نے یہ مراسلہ مجھے بھیج دیا۔ مین نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ جب تک میں والی یمامہ ہوں اس پر عمل نہیں کروں گا۔ [1]

## سفر: سفر

### ۱۔ تعریف:

کسی انسان کا اپنے اقامتی شہر کی آبادی سے کسی ایسی جگہ جانے کے لئے نکلنا جو اتنے فاصلے پر ہو کہ اس میں نماز میں قصر کرنا درست ہو سفر کہلاتا ہے۔

### ۲۔ قصر کرنے کے لئے فاصلہ:

حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک ایک شخص مسافر ہو جائے گا جب وہ اتنی مسافت طے کرے جو مدینہ منورہ سے ذوالحلیفہ کی مسافت کے برابر ہو ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "حضورؐ

---

[1] عبدالرزاق جلد ۱۰ ص ۲۰۱۔

کا ارشاد ہے کہ مسافر کے لئے دو رکعتیں اور مقیم کے لئے چار ہیں۔ میری جائے پیدائش مکہ اور جائے ہجرت مدینہ ہے۔ جب میں ذوالحلیفہ سے نکل جاؤں گا تو واپسی تک دوگانہ پڑھتا رہوں گا[1]

۳۔ سفر کے اندر رخصت

چونکہ سفر میں تکلیف اور مشقت کا احتمال ہوتا ہے اس لئے اس کے ساتھ رخصت بھی لازم کر دی گئی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

ا۔ چار رکعتوں والی نماز کو قصر کر کے دوگانہ پڑھنا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سفر میں دو رکعتوں سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے "میں نے منٰی میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی تھیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اور اسی طرح حضرت عمرؓ کے ساتھ" [2] مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے سفر میں دو رکعتیں پڑھیں [3] حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے: "میں نے حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ حج کیا۔ آپ نے شہر والوں سے کہا کہ تم لوگ چار رکعتیں پڑھو۔ ہم تو مسافر ہیں۔ اسی طرح میں نے آپ کے ساتھ تین عمرے کئے۔ آپ نے ہمیشہ دوگانہ ہی پڑھی" [4]

ب۔ سفر میں سنن موکدہ و غیر موکدہ نہیں پڑھی جائیں گی۔ صرف فرض رکعتیں ادا کی جائیں گی۔ ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں فرض سے پہلے سنتیں پڑھتے تھے اور نہ بعد [5]

ج۔ نماز کے بعد تسبیحات بھی نہیں پڑھی جائیں گی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سفر میں دن کی ایک نماز ادا کی۔ آپ کے ساتھ اور بھی لوگ سفر پر تھے۔ آپ نے ان میں سے بعض کو تسبیحات کرتے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ کہا گیا کہ یہ تسبیحات کر رہے ہیں۔

---

[1] کنز العمال جلد ۸ ص ۲۳۳۔

[2] ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۱۱۳۔ المغنی جلد ۲ ص ۲۷۰۔

[3] عبدالرزاق جلد ۲ ص ۵۱۶۔

[4] ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۱۱۲۔

[5] ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۵۸۔ سنن دارمی جلد ۱ ص ۲۵۴۔

فرمانے لگے۔ "اگر مجھے تسبیح کرنی ہوتی تو میں نماز پوری نہ پڑھ لیتا. میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا میں نے آپ کو دن کے وقت نماز کے بعد تسبیحات کرتے نہیں دیکھا. اسی طرح میں نے حضرت ابو بکرؓ. حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ حج کیا اور انہیں بھی دن کے وقت نماز کے بعد تسبیحات کرتے نہیں پایا" پھر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "تمہارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے" [۱]

۴۔ مسافر کا مقیم لوگوں کی امامت کرنا:

(دیکھئے لفظ صلاۃ. پیرا ۹. جز ۔ د)

## سُکر: نشہ کی حالت

کسی معین مشروب کی تاثیر سے ذہن میں تمام امور کا خلط ملط ہو جانا اور عقل کا ان امور کے ادراک سے عاجز رہنا سکر کہلاتا ہے۔

حد سکر:

(دیکھئے لفظ خمر)

## سلاح: ہتھیار

باغیوں پر غلبہ حاصل کر لینے کے بعد ان سے ہتھیار چھین کر انہیں نہتا کر دینا۔ (دیکھئے لفظ صلح

## سلام: سلام کرنا

۱۔ تعریف:

سلام سے ہماری مراد السلام علیکم کے لفظ سے کسی کو سلام کرنا ہے۔

۲۔ سلام کو عام کرنا:

مسلمان کے لئے سلام کو عام کرنا سنت ہے جس کا مطلب ہے لوگوں کو کثرت سے سلام کرنا۔ کیونکہ سلام کرنے سے محبت بڑھتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "میں تمہیں ایسی بات کا پتہ نہ دوں کہ اگر تم اس پر عمل پیرا ہو جاؤ تو ایک دوسرے کو چاہنے لگو؟" آپس میں سلام کو

---

[۱] عبدالرزاق جلد ۲ ص ۵۵۷۔

عام کرو" [1] حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سلام عام کرنے کی بڑی لگن تھی۔ زہرہ بن خمیصہ کہتے ہیں "میں سواری پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا جب ہمارا گزر لوگوں سے ہوتا تو ہم السلام علیکم کہتے۔ لوگ سلام کا جواب اس کثرت سے دیتے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہنا پڑا کہ آج تو لوگ سلام کے معاملے میں ہم پر غالب آگئے۔ [2]

### ۳۔ پورے مجمع میں کسی ایک شخص کو سلام کے ساتھ خاص نہ کرنا۔

اگر کوئی شخص کسی مجمع میں داخل ہو یا ان کے پاس سے گزرے تو اس کے لئے سلام میں کسی ایک شخص کی تخصیص جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سلام عام ہونا چاہئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس شخص کی یہ حرکت ناپسند فرمائی تھی جس نے سلام میں تخصیص کرتے ہوئے کہا تھا "السلام علیکم اے خلیفہ رسول" آپ نے فوراً فرمایا: "اس پورے مجمع میں سے صرف مجھے!!!" [3]

### ۴۔ مرد کا عورت کو سلام کرنا۔

مرد کا عورت یا عورتوں کو سلام کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ زینب بنت مہاجرؓ کہتی ہیں: "میں حج کرنے کے لئے روانہ ہوئی۔ میرے ساتھ ایک اور خاتون بھی تھی جس نے میرے لئے خیمہ لگایا۔ میں نے نذر مانی کہ میں کسی کے ساتھ گفتگو نہیں کروں گی۔ ایک شخص نے ہمارے خیمے کے دروازے پر آکر ہمیں سلام کیا۔ میری رفیقہ نے سلام کا جواب دیا اس شخص نے پوچھا کہ میں نے کیوں سلام کا جواب نہیں دیا۔ میری رفیقہ نے اسے بتایا کہ اس نے خاموش رہنے کی نذر مانی ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ یہ زمانہ جاہلیت کی رسم ہے۔ تمہیں لوگوں سے گفتگو کرنا چاہئے۔ میں نے یہ سن کر اس سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں مہاجرین میں سے ایک ہوں۔ میں نے پوچھا کون سے مہاجرین میں سے؟ اس نے جواب دیا کہ قریش سے۔ میں نے پھر پوچھا کہ قریش کے کس خاندان سے۔ اس نے کہا کہ تم نے تو سوالات کی بوچھاڑ کر دی ہے۔ میں ابو بکرؓ ہوں۔ میں نے عرض کیا "زمانہ جاہلیت سے ہمارا تعلق ابھی ابھی ختم ہوا ہے۔ ہمیں ایک

---

[1] مسلم شریف کتاب الایمان۔
[2] کنز العمال جلد ۹ ص ۲۱۸۔
[3] کنز العمال جلد ۹ ص ۲۱۸

دوسرے کی طرف سے اطمینان نہیں ہے۔ اور اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے دین کا جو اثر ہے وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ اب میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ دین کی برکت سے امن و سکون کی یہ صورت حال کب تک قائم رہے گی؟" حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا: "جب تک تمہارے ائمہ ٹھیک رہیں گے" میں نے پوچھا: "ائمہ کون ہوتے ہیں؟" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "تمہاری برادری میں اشراف نہیں ہوتے جن کی بات مانی جاتی ہے؟" میں نے عرض کیا "کیوں نہیں؟" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "بس ائمہ ایسے ہی لوگ ہیں" [1]

۵۔ خطیب کا منبر پر پہنچ کر لوگوں کو سلام کرنا:

جمعہ کے دن یا علاوہ جمعہ کے جس وقت خطیب منبر پر پہنچے گا تو لوگوں کو السلام علیکم کہے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب منبر پر پہنچ کر لوگوں کی طرف رخ کرتے تو السلام علیکم کہتے [2] (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۱۰، فقرہ ۱)

۶۔ نماز میں سلام کرنا

(دیکھئے لفظ صلاۃ۔ پیرا ۷ جز۔ ط)

سلب: چھین لینا، سلب کر لینا

مقتول کافر کی تمام چیزیں لینے کا قاتل کو حق (دیکھئے لفظ غنیمہ پیرا ۴)

سمر: رات کو جاگ کر باتیں کرنا

عشاء کی نماز کے بعد جاگنا اور باتیں کرنا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی علمی مذاکرہ یا مسلمانوں کے معاملات کی سوچ بچار ہو تو کوئی حرج نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے معاملات پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے رات کو گفتگو فرماتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس موقع پر موجود ہوتے۔ [3]

---

۱۔ کنز العمال جلد ۵، ص ۷۵۳۔

۲۔ عبد الرزاق جلد ۳، ص ۱۹۳ جلد سوم، المغنی جلد ۲، ص ۲۰۵

۳۔ سنن ترمذی فی الصلوٰۃ، مسند احمد حدیث نمبر ۲۶۵۔

سُنۃ : سنت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم جمع کی تھیں۔ (دیکھئے لفظ حدیث)

سفر میں سنن رواتب (موکدہ) چھوڑنے کی رخصت (دیکھئے لفظ سفر پیرا ۳ جز۔ ب)

سوم : چرنا

جانوروں کی زکوٰۃ میں چرنے کی شرط (دیکھئے لفظ زکاۃ، پیرا ۴ جز۔ ج)

سیاسہ : سیاست۔ تدبیر وانتظام

تدبیر کے طور پر اسلام میں نئے داخل ہونے والے کے ساتھ تسامح سے کام لینا یہاں تک کہ اس کا ایمان قوی ہو جائے۔ (دیکھئے لفظ موت، پیرا۔ اول)

(دیکھئے لفظ بدعہ)

# حرف الشین

## ش

**شتم: گالی دینا**
(دیکھئے لفظ سب)

**شجہ: زخم**
سر یا چہرے کے زخم کو شجنہ کہتے ہیں۔ (دیکھئے لفظ جنایہ)

**شَعر: بال**

۱۔ بالوں کو خضاب لگانا (دیکھئے لفظ خضاب، پیرا ۲)

۲۔ چونا یا پاؤڈر کے ذریعے بال دور کرنا۔ بدن میں بہت سے ایسے حصے ہیں جہاں سے نظافت اور پاکیزگی کی خاطر بال دور کرنا مسنون ہے۔ مثلاً بغل کے بال، موئے زیر ناف وغیرہ
شریعت میں یہ بات مسنون ہے کہ مرد کی تربیت سخت اور کٹھن ہو اور بالوں کو چونے یا پاؤڈر کے ذریعے صاف کرنا ایک قسم کا تنعم ہے۔ جس سے سنت ہدیٰ کی مخالفت ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت ابو بکرؓ نے یہ بات ناپسند کی ہے کہ مرد موئے زیر ناف یا جسم کے کسی اور حصے کے بالوں کو چونا یا پاؤڈر کے ذریعے صاف کرے۔ ابن ابی شیبہ نے مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ بال صاف کرنے کی خاطر اپنے جسم پر چونا نہیں لگاتے تھے۔ [1]

۳۔ حج یا عمرے کا احرام باندھنے والے کے لئے بال صاف کرنا ممنوع ہے۔ (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۶

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۱۹۔

جز۔ ب) اور سر کے بال صاف کرنے کے ذریعے اس کا احرام کھلتا ہے۔ (دیکھئے لفظ حج. پیرا ۱۲)

مال غنیمت سے کسی چیز کے چرانے کی سزا سر اور داڑھی کے بال مونڈ دینا۔ (دیکھئے لفظ غلول. پیرا ۲) اور (دیکھئے لفظ سرقہ. پیرا ۳. جز۔ ب فقرہ ۳)

## شعر. شعر

### ۱۔ شعر گوئی:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ شاعر نہیں تھے اور نہ آپ نے ساری زندگی کبھی شعر کہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "بخدا، حضرت ابو بکرؓ نے نہ تو زمانہ جاہلیت میں کبھی کوئی شعر کہا اور نہ زمانہ اسلام میں" [1] آپ کو شاعری سے جس بات نے دور رکھا وہ شاید شاعروں کے نامناسب شعری مضامین تھے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے (شعراء کے پیچھے تو صرف بہکے لوگ چلتے ہیں. کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ سورہ شعراء آیات ۲۲۴ تا ۲۲۶)

### ۲۔ شعر خوانی:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اگرچہ شعر نہیں کہتے تھے لیکن شعر پڑھتے ضرور تھے آپ پڑھنے کے لئے ایسے شعار منتخب کرتے جن کے الفاظ وقیع اور معانی حسین ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ دو شعر پڑھے۔ [2]

اگر تم کسی شریف انسان کو دیکھنا چاہو تو اس بادشاہ کو دیکھو جس نے مسکینوں والے کپڑے پہن رکھے ہوں

بادشاہ وہ شخص ہے کہ عام لوگوں کی نسبت اس کے بھوکے رہنے میں بھی ایک حسن ہے۔ اور یہی شخص دین اور دنیا دونوں کے لئے بھلا ہے

---

۱ عبدالرزاق جلد ۱۱ ص ۲۶۶۔

۲ کنزالعمال جلد ۵ ص ۶۳۷۔

## شفہ: ہونٹ

دونوں ہونٹ ایسے عضو ہیں جو منہ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ہونٹ کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ۔ پیرا ۴۔ جز۔ ھ)

## شک: شک

### ۱۔ تعریف:

شک دو باتوں میں ایسے تردد کو کہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے کسی ایک بات کو دوسری پر ترجیح نہ دی جا سکے۔

### ۲۔ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ الیقین لا یزول بالشک (یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا) کے اصول کی تطبیق کا التزام کرتے تھے۔ اسی قاعدے کی تطبیق کے طور پر آپ سے یہ مروی ہے کہ جس شخص کو نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک پیدا ہو جائے تو جتنی رکعتوں کا اسے یقین ہو ان کو بنیاد بنا کر بقیہ رکعتیں ادا کر لے۔ اگر اسے چار رکعتوں والی نماز میں شک پیدا ہو گیا کہ آیا اس نے تین پڑھی ہیں یا چار تو ایسی صورت میں اسے ایک رکعت پڑھنا ضروری ہو گا۔ (اس لئے کہ اسے تین کا تو یقین تھا) چاہے اس کا شک اس طرح کا ہو کہ دونوں جانب یکسانیت ہو یا چار رکعتوں کی طرف زیادہ رجحان ہو۔ شک کی صورت میں نماز پڑھنے والا غلبہ ظن پر عمل نہیں کرے گا چاہے شک اسے پہلی مرتبہ ہوا ہو یا بار بار [۱]

اگر کوئی شخص طلوع فجر میں شک کرتا ہوا سحری کھالے اور معاملہ ظاہر نہ ہو تو اس پر روزے کی قضا لازم نہیں ہو گی اور اسے طلوع فجر کے بارے میں یقین حاصل ہونے تک کھانے کی اجازت ہے۔ [۲]

اگر دو شخص طلوع فجر کو دیکھیں اور ایک کو طلوع کے بارے میں شک ہو تو پھر دونوں سحری کھا سکتے ہیں یہاں تک کہ طلوع واضح ہو جائے۔ [۳]

---

۱۔ المجموع جلد ۴ ص ۴۳۔
۲۔ المغنی جلد ۳ ص ۱۳۶۔
۳۔ عبدالرزاق جلد ۴ ص ۱۷۲۔

## شُکر : شکر کرنا

سجدہ شکر (دیکھئے لفظ سجود. پیرا ۳)

## شَلل : عضو کا شل یا بے کار ہونا

چوری کی حد میں اشل (جس کا ہاتھ یا پاؤں شل ہو چکا ہو) کی قطع ید (دیکھئے لفظ سرقہ. پیرا ۵.
جز۔ ب)

## شہادۃ : گواہی

۱۔ تعریف :

قاضی کی مجلس (یا عدالت) میں لفظ شہادت (گواہی) کے ساتھ کسی شخص پر کسی دوسرے شخص کے حق کے بارے میں آنکھوں دیکھی اطلاع کو گواہی کہتے ہیں۔

۲۔ نصاب شہادت :

ا۔ مالی تنازعات میں گواہی کا نصاب ہے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ اس بارے میں باری تعالیٰ کا منصوص حکم قرآن مجید میں ہے (تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بناؤ۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان میں سے ہوں جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو۔ البقرہ آیت ۲۸۲) اسی لئے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکرؓ کے سامنے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں گواہی دی اور آپ کے ساتھ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بھی گواہی دی تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "علیؓ اگر آپ کے ساتھ ایک مرد یا ایک دوسری عورت کی گواہی ہوتی تو میں فاطمہؓ کے حق میں فیصلہ کر دیتا"[۱]

ب۔ زنا کی گواہی کا نصاب ہے چار مرد جن میں کوئی عورت نہ ہو۔ اس بارے میں اللہ کی کتاب میں سورہ نساء کے اندر منصوص حکم ہے (تمہاری خواتین میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو۔ النساء۔ آیت ۱۶)

ج۔ عورتوں کی گواہی ۔۔ حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی چاہے ان کی تعداد

---

[۱] المحلی جلد ۹، ص ۴۱۵، ۴۱۶.

بہت زیادہ کیوں نہ ہو۔ امام زھری کا قول ہے: "حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے دونوں خلفاء حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی یہی سنت رہی ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں" [۱] (دیکھئے لفظ حد، پیرا ۴، جز۔ ب)

د۔ صرف دائی کی گواہی بچے کی پیدائش کے بعد آواز نکالنے کے بارے میں قبول کی جائے گی [۲] اور اسی پر ان امور کے بارے میں گواہی کو قیاس کیا جائے گا جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان کے سوا کوئی اور ان کو جان نہیں سکتا۔ لیکن کیا حضرت ابو بکرؓ نے اس کلئے سے رضاعت کے بارے میں گواہی کو مستثنیٰ کیا تھا جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا تھا تو اس بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں۔

ھ۔ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کر دینا (دیکھئے لفظ قضاء، پیرا ۴، جز۔ د)

۳۔ شوہر کی گواہی:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیوی کے حق میں شوہر کی گواہی قبول کر لیتے تھے۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں حضرت علیؓ کی گواہی قبول کر لی تھی۔ لیکن حضرت فاطمہؓ کے حق میں اس لئے فیصلہ نہیں دیا کہ گواہی کا نصاب مکمل نہیں تھا۔ آپ نے حضرت علیؓ سے یہی کہا تھا کہ اگر تمہارے ساتھ ایک مرد یا ایک دوسری عورت کی گواہی ہوتی تو میں فاطمہؓ کے حق میں اس معاملے کا فیصلہ کر دیتا۔ [۳]

## شوریٰ: مشورہ، مشورہ لینا

### ۱۔ تعریف:

اہل علم اور اہل رائے کی رائے معلوم کرنے کو شوریٰ کہتے ہیں۔

---

[۱] ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۳۲ ب

[۲] المحلی جلد نمبر ۹، ص ۳۹۹۔

[۳] المحلی جلد ۹، ۴۱۵، ۴۱۷

۲۔ شوریٰ کے اہل لوگ :

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں علماء اور فتویٰ دینے والے حضرات کو شوریٰ کا اہل سمجھا جاتا تھا۔ قاسم سے روایت ہے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ کو کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو جاتا جس کے بارے میں آپ اہل الرائے اور سمجھدار لوگوں سے مشورہ کرنا چاہتے تو آپ انصار و مہاجرین میں کچھ لوگوں اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو بلا لیتے۔ یہ تمام حضرات وہ تھے جو حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں فتوے دیا کرتے تھے۔ عوام الناس بھی انہی لوگوں سے آکر فتوے پوچھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس چیز کو قائم رکھا۔ [1]

۳۔ امور شوریٰ :

یہ بات واضح ہے کہ ان امور میں کسی شوریٰ کی ضرورت نہیں جن کے بارے میں نص صریح موجود ہو۔ البتہ جن امور میں نص موجود نہ ہو ان میں شوریٰ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ گورنروں کی تقرری ... حضرت ابوبکرؓ جب کسی کو والی مقرر کرنے کا ارادہ کرتے تو اپنے اصحابؓ سے مشورہ کر لیتے۔ جب بحرین کے گورنر کی تقرری کا مسئلہ آیا تو آپ نے مشورہ لیا۔ حضرت عثمانؓ نے مشورہ دیا کہ آپ اس شخص کا تقرر کیجئے جسے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مقرر کیا تھا اور پھر اس نے وہاں کے لوگوں کا اسلام اور اطاعت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ وہاں کے لوگ اسے جانتے ہیں اور وہ وہاں کے لوگوں اور وہاں کی سرزمین سے واقف ہے۔ حضرت عثمانؓ کا اشارہ حضرت علاء بن الحضرمی کی طرف تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور مشورہ دیا کہ ابان بن سعید بن العاصؓ کو یہ عہدہ قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ کیونکہ ابانؓ کا وہاں کے لوگوں کے ساتھ معاہدہ تھا۔ لیکن ابانؓ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے پہلے ہی معذوری ظاہر کر دی تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے انہیں مجبور کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

---

[1] کنزالعمال جلد ۵، ص ۶۲۔ المہذب شیرازی جلد ۲، ص ۲۹۷

"میں اس شخص کو مجبور نہیں کر سکتا جس نے یہ کہہ دیا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کسی کے لئے کام نہیں کرے گا" اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علاءؓ کو بحرین بھیجنے کا ارادہ پختہ کر لیا۔ [1] (دیکھئے لفظ امارة. پیرا ۴. جز۔ ی، فقرہ ۲)

ب۔ مقدمات کے فیصلے : حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا طریق کار یہ تھا کہ جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو آپ کتاب اللہ پر نظر ڈالتے۔ اگر وہاں آپ کو اس کے بارے میں حکم ملتا تو اسی حکم کے مطابق فیصلہ کر دیتے. اگر کتاب اللہ میں حکم نہ ملتا تو سنت رسول میں تلاش کرتے۔ اگر حکم مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے ورنہ لوگوں میں نکل کر ان سے استفسار کرتے آپ فرماتے. "لوگو! میرے پاس ایک مقدمہ آیا ہے۔ میں نے کتاب اللہ اور سنت رسولؐ میں اس کا حکم تلاش کیا لیکن مجھے نہیں ملا۔ کیا تم میں سے کسی کو اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کسی فیصلے کا علم ہے؟" بعض دفعہ ایک پورا گروہ آ کر کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس بارے میں یہ فیصلہ کیا تھا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتے اور فرماتے. "سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارے اندر ایسے افراد بھی پیدا کئے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی باتیں یاد رکھتے ہیں"۔ اگر آپ کو اس طرح حکم معلوم کرنے میں ناکامی ہوتی تو مسلمانوں کے سر بر آوردہ افراد اور علماء کو بلا کر ان سے مشورہ کرتے، جب سب کسی بات پر متفق ہو جاتے تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ [2] (دیکھئے لفظ قضاء، پیرا ۳) نیز (دیکھئے لفظ لواط، پیرا ۲)

ج۔ فوجی معاملات : حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو لکھا: "میں نے خالد بن الولیدؓ کو کمک کے طور پر تمہاری طرف جانے کا حکم دیا ہے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے وقت گزارنا اور ان سے تکبر سے پیش نہ آنا۔ اور اگرچہ میں نے تم کو ان پر اور دوسروں پر مقدم کیا ہے۔ لیکن پھر بھی کوئی معاملہ ان کے

---

[1] کنزالعمال جلد ۵. ص ۶۲

[2] کنزالعمال جلد ۵. ص ۲۰۰

مشورے کے بغیر طے نہ کرنا۔ ان لوگوں سے مشورہ کرنا اور ان کی مخالفت نہ کرنا"[1]

## شوریٰ پر عمل کا حکم :

حضرت ابو بکرؓ کی رائے میں اگر اہل شوریٰ کی آراء میں اختلاف ہو جائے تو پھر شوریٰ پر عمل کرنا لازمی نہیں ہوتا۔ اور امام یا خلیفہ کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ ان آراء میں سے جس رائے کو درست سمجھے اختیار کر لے۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں بحرین کے والی کے تقرر کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ (دیکھئے لفظ شوریٰ، پیرا ۳، جز۔ الف)

حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک اگر اہل شوریٰ کسی امر پر اتفاق کر لیں تو پھر امام یا خلیفہ کے لئے اسے اختیار کرنا لازمی ہو گا۔ کیونکہ ایسی صورت میں امام کے لئے اس کی مخالفت جائز نہیں ہو گی۔ مقدمات کے فیصلوں کے سلسلے میں حضرت ابو بکرؓ سے یہی منقول ہے کہ جب مشورہ دینے والوں کی رائے کسی بات پر متفق ہو جاتی تو آپ اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ (دیکھئے لفظ شوریٰ، پیرا ۳، جز۔ ب) آپ نے اسی بات کا حکم حضرت عمرو بن العاصؓ کو دیا تھا۔ جب ان کی طرف حضرت خالد بن الولیدؓ کو کمک کے طور پر بھیجا تھا کہ ان سے مشورہ کرو اور ان کی مخالفت نہ کرو۔ (دیکھئے لفظ شوریٰ، پیرا ۳، جز۔ ج)

---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۶۲۱

# حرف الصاد
# ص

## صبح : صبح

صبح کی اذان کا وقت (دیکھئے لفظ اذان. پیرا ۳)

## صبغ : رنگ

دیکھئے لفظ خضاب

میت کے کفن کو رنگنا (دیکھئے لفظ موت. پیرا ۴)

حج میں رنگدار کپڑے نہ پہننا (دیکھئے لفظ حج. پیرا ۶. جز- الف)

## صبی : بچہ

(دیکھئے لفظ صغیر)

## صحابہ : رفقاء

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام کو سب و ستم کرنا فسق ہے۔ (دیکھئے لفظ سب، پیرا ۲)

## صداق : مہر

(دیکھئے لفظ نکاح)

## صرف : بدل لینا، خرچ کرنا، پھیرنا

نقود کی ایک دوسرے کے بدلے فروخت (دیکھئے لفظ بیع. پیرا ۲. جز- الف)

## صغیر: چھوٹی عمر کا، بچہ، نابالغ

۱۔ تعریف:

صغیر وہ انسان ہے جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

۲۔ صغیر کی وفات پر اس کی نماز جنازہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۱۵، جزء الف)

صغیر کو لے کر طواف کرنا (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۲)

صغیرہ سے نکاح کرنا (دیکھئے لفظ نفقہ، پیرا ۴)

صغیر کی پرورش (دیکھئے لفظ حضانہ)

بچوں کے احساسات کی رعایت (دیکھئے لفظ کلب)

## صلاۃ: نماز

نماز کے سلسلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول احکامات پہ ہم مندرجہ ذیل نکات میں بحث کریں گے۔

۱۔ نماز کی اہمیت

۲۔ نماز کا حکم

۳۔ نماز کے اوقات

۴۔ زمین پر نماز کی ادائیگی

۵۔ ایک کپڑے میں نماز کی ادائیگی

۶۔ وضو ٹوٹنے کی صورت میں نمازی کا جاکر وضو کرنا اور واپس آکر باقی ماندہ نماز ادا کرنا

۷۔ نماز کے افعال

۸۔ بیمار کی نماز

۹۔ باجماعت نماز

۱۰۔ جمعہ کی نماز

۱۱۔ عید کی نماز

۱۲۔ نماز استسقاء

۱۳۔ نوافل (مغرب سے پہلے اور چاشت کے وقت)

۱۴۔ سفر میں نماز

۱۵۔ نماز جنازہ

### ۱۔ نماز کی اہمیت :

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ نماز بہت سی برائیوں کو دور کر دیتی ہے اس لئے یہ کہ اصلاح نفوس کا ایک ذریعہ ہے، جب لوگ نماز پڑھنا چھوڑ دیں گے تو ان کے دلوں میں خباثتیں پیدا ہو جائیں گی جس کی وجہ سے ان کے اعمال بگڑ جائیں گے۔ اور ایک دوسرے کے خلاف زیادتیوں پر اتر آئیں گے۔ اس لئے آپ اکثر یہ فقرہ بار بار دہراتے کہ نماز زمین پر اللہ کی امان ہے۔ [۱] آپ لوگوں کو اس شعار (نشان) کی تعلیم دیتے۔ "ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ اور اللہ کی طرف سے فرض کی ہوئی نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ نمازوں کی ادائیگی میں کوتاہی ہلاکت ہے" [۲]

### ۲۔ نماز کا حکم :

نص قرآنی اور سنت نبوی کی رو سے نماز فرض ہے۔ لیکن کیا اس کے تارک کو کافر اور باتکیہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے یا صرف فاسق گردانا جائے؟ اس بارے میں شعرانی نے کشف الغمہ عن الائمہ میں لکھا ہے۔ تمام خلفائے راشدین نماز کے سوا کسی اور چیز کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے" [۳] لیکن کیا یہ کفر دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا کفر ملی ہے یا کفر عملی ہے جس کے مرتکب کو فاسق گردانا جاتا ہے؟ یہ ایسی بات ہے جس کا پتہ چلانے سے ہم قاصر ہیں۔

### ۳۔ نماز کے اوقات :

ا۔ نماز کے لئے مقررہ اوقات ہیں۔ ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نمازوں کو ان اوقات میں ادا کرنے کا التزام کرے۔ ان اوقات میں نمازوں کی ادائیگی میں ہر قسم کی

---

[۱] کنزالعمال جلد ۸، ص ۴

[۲] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۴۹، عبدالرزاق جلد ۳ ص ۱۲۶، الاستذکار جلد ۱، ص ۵۲

[۳] کشف الغمہ جلد ۱، ص ۶۹

سستی کو نماز کے حق میں کوتاہی گردانی جائے گی۔ اس سلسلے میں حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ: "اللہ کی طرف سے فرض کی ہوئی نماز کو اس کے وقت پر ادا کرو۔ کیونکہ اس بارے میں کوتاہی ہلاکت ہے"

ب۔ حضرت ابوبکرؓ نیکی میں عجلت کی خاطر نماز کو ہر حال میں اول وقت میں ادا کرنا پسند کرتے تھے۔ آپ صبح کی نماز غلس [1] میں ادا کرتے اور آپ کی رائے یہ تھی صبح کی نماز میں اسفار سے غلس افضل ہے۔ آپ ظہر کی نماز ادا کرنے میں تمام لوگوں سے بڑھ کر تعجیل کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسود بن یزیدؒ دونوں کی روایت ہے: "میں نے ظہر کی نماز میں تعجیل کرنے کے اندر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا [2] آپ ظہر میں ابراد [3] یعنی تاخیر کو پسند نہیں کرتے تھے۔ [4]

جہاں تک جمعہ کی نماز کا تعلق ہے تو اس کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا وقت ہے۔ رہی عبداللہ بن سیدانؒ کی یہ روایت کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی تو آپ نے جمعہ کا خطبہ اور نماز دونوں نصف النہار سے پہلے ادا کرلیں [5] درست نہیں ہے۔ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ ابن سیدانؒ قابل حجت نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ وتر کی نماز میں بھی تعجیل کو پسند کرتے تھے۔ آپ اس نماز کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد اور بعد کے زمانے میں رات کے اول حصے میں ادا کر لیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

۱۔ رات کے آخری حصے کی تاریکی کو **غلس** کہتے ہیں۔ ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے کہ صبح کی نماز **غلس** میں پڑھنی چاہئے یا اسفار یعنی اجالے میں۔ اکثر ائمہ تغلیس کو افضل سمجھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسفار افضل ہے۔ تاہم راجح قول یہی ہے کہ غلس میں ابتدائی جائے اور قرات اتنی طویل کی جائے کہ اسفار ہو جائے۔ مترجم

۲۔ ابن ابی شیبہ جلد ا ص ۹ ۳ ب۔ المغنی جلد ۱، ص ۳۸۹

۳۔ ابراد ٹھنڈا کرنے کو کہتے ہیں۔ ظہر کی نماز میں تعجیل یا تاخیر کے بارے میں بھی ائمہ کرام میں اختلاف ہے۔ احناف کا مسلک ابراد ہے۔ دوسرے ائمہ کا مسلک تعجیل ہے۔ ہر ایک کے اپنے اپنے دلائل ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ مترجم

۴۔ طرح التثریب جلد ۲، ص ۱۵۲

۵۔ عبدالرزاق جلد ۲، ص ۱۷۵۔ المحلی جلد ۵، ص ۴۲، المجموع جلد ۴، ۲۸۲۔ المغنی جلد ۲، ۲۵۷

نے بھی حضرت ابو بکرؓ کے اس معمول کی توثیق فرما دی تھی۔ آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا کہ تم وتر کب پڑھتے ہو تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: "رات کے اول حصے میں وتر پڑھ لیتا ہوں" پھر آپ نے یہی سوال حضرت عمرؓ سے کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواباً عرض کیا "رات کے آخری حصے میں" اس پر آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا "انہوں نے احتیاط کا راستہ اختیار کیا" اور حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "انہوں نے توانائی کی راہ اختیار کی" [1] اسی لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ جب آپ سونے لگتے تو رات کے اول حصے میں وتر ادا کر لیتے [2] اور اپنے نفس سے خطاب کرتے: "احتیاط کرو ڈرتے رہو اور نوافل پڑھتے رہو" [3]

ج۔ ایسے اوقات جن میں نماز کی ادائیگی سے منع کر دیا گیا ہے۔ کچھ اوقات ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں اول صبح کی نماز سے بعد طلوع شمس تک۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔ "میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں" [4] دوم جب سورج عین نصف النہار پر ہو۔ سوم جب سورج میں زردی آ جائے یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ جہاں تک طلوع و غروب آفتاب کا تعلق ہے تو ان دو اوقات میں نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ اسی لئے حضرت ابو بکرؓ اگر کبھی کسی رہٹ پر یا انگور کی بیلوں میں جا کر سو جاتے اور غروب آفتاب کے وقت آنکھ کھلتی تو آپ فوراً نماز ادا نہیں کرتے بلکہ سورج ڈوبنے کا انتظار کرتے۔ اس کے بعد نماز ادا کرتے۔ [5]

د۔ عرفات میں ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھنا (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۹)

---

۱۔ ابو داؤد باب فی الوتر قبل النوم، کنز العمال جلد ۸، ص ۶۹

۲۔ عبدالرزاق جلد ۳، ص ۱۵، الموطا جلد ۱، ص ۱۲۲، المجموع جلد ۳، ص ۵۱۸

۳۔ کنز العمال جلد ۸، ص ۵۹

۴۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۰۳ ب۔ المغنی جلد ۱، ص ۶۳۳، سنن بیہقی جلد ۲، ص ۴۲۶

۵۔ المغنی جلد ۲، ص ۱۰۸

### ۴۔ زمین پر نماز کی ادائیگی:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ سجدہ رب کے سامنے بندے کے تذلل کی صحیح عکاسی ہے۔ اور تذلل کا یہ اظہار اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک بندہ مومن اپنی پیشانی کو زمین پر سجدے میں رکھ کر خاک آلود نہ کر لے۔ اسی لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نمدوں پر سجدہ کرنے سے روکتے تھے۔ [۱] اور خود زمین پر اس طرح سجدہ کرتے یا نماز پڑھتے کہ پیشانی مٹی تک پہنچ جائے۔ [۲] ابو حازم نے اپنی لونڈی سے یہ روایت کی وہ کہتی ہیں: "میں اصحاب صفہؓ میں سے تھی، ہمارے پاس رسیاں ہوتی تھیں کہ جب ذرا سستی پیدا ہوتی اور نماز میں اونگھ آتی تو ہم ان رسیوں سے لٹک جاتے۔ اسی طرح ہمارے پاس بچھونے ہوتے جنہیں ہم بچھا کر ان پر کھڑے ہوتے کیونکہ زمین بڑی سخت تھی۔ ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور فرمانے لگے: "اس رسیوں کو کاٹ ڈالو اور اپنے آپ کو مٹی تک پہنچاؤ [۳] (یعنی بچھونے بھی لپیٹ کر مٹی پر کھڑے ہو جاؤ)

### ۵۔ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں اور اگر اس طرح جسم کا پوشیدہ حصہ تھوڑا بہت ظاہر ہو جائے تو وہ قابل معافی ہے۔ خصوصاً جبکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی ایک کپڑے میں نماز ادا کی تھی جبکہ آپ بیمار تھے، اور اسی حالت میں حجرہ مبارک سے باہر آ کر حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے: "میں نے اپنے والد کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا جبکہ آپ کے اور کپڑے رکھے ہوتے۔ میرے والد نے فرمایا تھا: "بیٹی! حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آخری نماز جو میرے پیچھے پڑھی تھی وہ ایک کپڑے میں ادا کی تھی" [۴]

---

۱۔ عبدالرزاق جلد ۱ ص ۳۰۴، ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۹۱

۲۔ عبدالرزاق جلد ۱ ص ۳۹۷، کنز العمال جلد ۸ ص ۱۲۷

۳۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۱۵۱، المجموع جلد ۳ ص ۲۲۹

۴۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۲۰۸ ب، کنز العمال جلد ۸ ص ۱۵

٦۔ نماز کے دوران وضو ٹوٹ جانا پھر وضو کر کے بقیہ نماز ادا کرنا:

جب نمازی کو دوران نماز ایسا حدث لاحق ہو جائے جسے وہ دور نہ کر سکے۔ مثلاً نکسیر پھوٹنا تو وہ نماز سے باہر آ جائے گا، پھر وضو کر کے واپس آئے گا۔ اور اپنی نماز مکمل کرے گا۔ جس نمازی کی نکسیر پھوٹ جائے اس کے بارے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ وہ ناک صاف کر کے وضو کرے گا اور واپس آ کر اپنی بقیہ نماز مکمل کرے گا۔ اور اسے نماز کو نئے سرے سے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ [1]

٧۔ افعال صلوٰة:

ا۔ تکبیر تحریم، نماز کی ابتدا نیت سے کی جائے گی اور اس کے بعد تکبیر تحریمہ یعنی ابتدائے نماز میں اللہ اکبر کہا جائے گا۔ تکبیر تحریمہ کے ساتھ نمازی اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر بلند کرے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نماز کی ابتدا کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے۔ [2]

ب۔ قیام: نمازی تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کہے گا۔ وہ اسی طرح حالت قیام میں رہے گا۔ یہاں تک کہ قرات کر لے گا، اس دوران وہ نہ دائیں بائیں دیکھے گا اور نہ ہی کسی چیز کے ساتھ شغل کرے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں دائیں بائیں نہیں دیکھتے تھے۔ [3] اور جب آپ نماز میں قیام کرتے تو انہماک کی وجہ سے ستون نظر آتے۔ [4] اور دوران قیام کسی چیز سے ٹیک لگانا مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ نے بعض صحابہ کو ان رسیوں کے کاٹ دینے کا حکم دیا تھا جن کے ساتھ وہ دوران قیام لٹک جاتے تھے۔ [5] آپ قیام کے دوران دونوں ہاتھ باندھے رکھتے تھے، اور دائیں ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کو پہنچے سے ملا کر پکڑے رکھتے۔ [6]

---

١۔ ابن ابی شیبہ جلد ١، ص ٨٨، استذکار جلد ١، ص ٢٩٧
٢۔ کنز العمال جلد ٨، ص ٩٤
٣۔ ابن ابی شیبہ جلد ١، ص ٦٨
٤۔ ابن ابی شیبہ جلد ١، ص ١٠٣، عبدالرزاق جلد ٢، ص ٢٦٤
٥۔ ابن ابی شیبہ جلد ١، ص ١٥١، المجموع جلد ٢، ص ٤٣٩
٦۔ کنز العمال جلد ٨، ص ١٠٣؛ ابن ابی شیبہ جلد ١، ص ٥٩ ب

ج۔ دعائے استفتاح پڑھنا۔ نمازی پھر دعائے استفتاح یعنی ثنا پڑھے گا جو یہ ہے سبحانک اللہم و بحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک پاک ہے تو اے میرے اللہ، اور تیری تعریفوں کے ساتھ، تیرا نام بہت برکت والا ہے، اور تیرا مرتبہ بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ ثنا میں یہی دعا پڑھا کرتے تھے۔ [1]

د۔ بسم اللہ پڑھنا۔ پھر نمازی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خاموش آواز میں پڑھے گا۔ حضرت عبداللہ بن مفصلؓ نے اپنے بیٹے کو نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: "بیٹے! دین میں نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو، میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ میں نے کسی کو بھی اس طرح پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ ہاں جب قرات کرو تو الحمد للہ رب العالمین پڑھو" [2] ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن مفصلؓ نے اس طرح فرمایا: "میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ بلند آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا"۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ یہ سب حضرات الحمد اللہ رب العالمین بلند آواز سے پڑھتے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دل میں پڑھتے" [3]

حضرت انسؓ سے یہ روایت بھی ہے: "حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ افتتاح کرتے" [4] امام طحاوی نے یہاں تک کہا ہے۔ کہ اس بارے میں روایتیں متواتر ہیں۔ [5]

تنہا امام نووی رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ جہری نماز



[1] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۳۶ ب۔ عبدالرزاق جلد ۲، ص ۷۶۔ کنز العمال جلد ۸، ص ۹۷

[2] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۶۶ ب۔ آثار ابی یوسف رقم ۱۰۷۔ المغنی جلد ۱، ص ۴۷۷

[3] الموطا جلد ۱، ص ۸۱۔ کشف الغمہ جلد ۱، ص ۹۷

[4] عبدالرزاق جلد ۲، ص ۸۸۔ سنن دارمی جلد ۱، ص ۲۸۳۔ سنن بیہقی جلد ۲، ص ۵۰۔ کنز العمال جلد ۸، ص ۱۱۵

[5] شرح معانی الآثار جلد ۱، ص ۱۱۹

میں بسم اللہ بلند آواز سے اور سری نماز میں بسم اللہ زیر لب پڑھتے تھے۔ [۱] انہوں نے اس روایت کی بنیاد حضرت انس بن مالک کی اس روایت پر رکھی ہے جو شاذ ہے۔ [۲] یعنی اس کے راویوں میں سے ایک راوی تنہا ہے۔ دراصل امام نووی اس روایت کو اپنے مسلک کی تائید میں لائے ہیں۔

ھ۔ قرات۔ نمازی فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور قرآن مجید کی کچھ آیتوں کی قرات کرے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں خاص طور پر طویل قرآت کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے: "میں نے حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی۔ آپ نے سورہ بقرہ شروع کی اور دو رکعتوں میں پوری سورت پڑھ لی جب سلام پھیرا تو حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔ "اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کے سلام پھیرنے سے پہلے بس سورج نکلنے ہی والا تھا" حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا "اگر سورج نکل آتا تو ہمیں غافل تو نہ پاتا" [۳] ایک مرتبہ آپ نے فجر کی نماز میں سورہ آل عمران پوری پڑھ لی، لوگوں نے کہا کہ بس اب سورج نکلنے ہی والا ہے، آپ نے فرمایا: "اگر سورج نکل آتا تو ہمیں غافل تو پاتا" [۴]

حضرت ابوبکرؓ آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے سوا اور کچھ نہ پڑھتے تھے۔ رہی ابو عبداللہ صنابحی کی یہ روایت کہ "میں حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ آیا۔ میں نے آپ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی آپ نے پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور قصار مفصل [۵] میں سے ایک سورت پڑھی۔ پھر آپ تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے، میں آپ سے اتنا قریب ہو گیا کہ میرے کپڑے آپ کے کپڑوں کو مس کرنے لگے۔

---

[۱] المجموع جلد ۳، ص ۲۹۹

[۲] کنز العمال جلد ۸، ص ۱۱۸

[۳] عبدالرزاق جلد ۲، ص ۱۳، ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۵۴ ب، سنن بیہقی جلد ۲، ص ۲۸۹، المحلی جلد ۳، ص ۱۶، ۵۴، و جلد ۴، ص ۱۰۴، الموطا جلد ۱، ص ۸۲، کنز العمال جلد ۸، ص ۲۸۰، المغنی جلد ۱، ص ۵۸۳

[۴] سنن بیہقی جلد ۱، ص ۳۷۹، عبدالرزاق جلد ۲، ص ۱۱۳، المحلی جلد ۴، ص ۱۰۴، ۱۰۵، شرح معانی الآثار جلد ۴، ص ۱۰۷

[۵] سورۃ ق سے لے کر سورہ الناس تک کی سورتوں کو مفصل کہا جاتا ہے۔ ان کی تین قسمیں ہیں طوال مفصل، اوساط مفصل اور قصار مفصل، سورۃ زلزال سے آخر قرآن تک کی سورتوں کو **قصار مفصلہ** کہا جاتا ہے۔ مترجم

میں نے آپ کو سورہ فاتحہ اور یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔ (ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب اے ہمارے پروردگار، ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دے بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دے دی ہے۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے) [1]

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت آپ نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگنے کی خاطر پڑھی تھی اسی لئے مکحول دمشقی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ "اس آیت کی تلاوت حضرت ابو بکرؓ نے بطور قرآت نہیں کی تھی بلکہ بطور دعا کی تھی" [2]

و۔ تکبیرات انتقال۔ نمازی رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہے گا، پھر ہر حرکت والے رکن سے حرکت والے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت تکبیر کہے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں ہر اٹھنے اور ہر جھکنے پر اور ہر قیام و قعود کے وقت تکبیر کہتے تھے۔ [3] اور تکبیرات انتقال میں سے ہر تکبیر پر نمازی رفع یدین کرے گا۔ حضرت ابو بکرؓ جب افتتاح صلوٰۃ کرتے تو دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے۔ اسی طرح جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور فرماتے۔ "میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ آپ جب نماز شروع کرتے تو دو ہاتھ اوپر اٹھاتے، اور جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو بھی رفع یدین کرتے" [4]

ز۔ تشہد کے لئے بیٹھنا۔ نمازی پھر تشہد پڑھنے کے لئے قعدہ کرے گا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ انہیں منبر پر بیٹھ کر اس طرح تشہد پڑھنا سکھاتے تھے جس طرح بچوں کو کتاب سے پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ (التحیات للہ والصلوات والطیبات للہ السلام و علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ)۔

---

[1] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۵۷۔ عبدالرزاق جلد ۲، ص ۱۰۹۔ موطا جلد ۱، ص ۷۹۔ سنن بیہقی جلد ۲ ص ۶۴، ۳۹۱

[2] عبدالرزاق جلد ۲، ص ۱۱۰، المغنی جلد ۱، ص ۵۷۶

[3] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۷۳ب۔ سنن بیہقی جلد ۲، ص ۷۷، کنز العمال جلد ۸، ص ۹۷، المجموع جلد ۲، ص ۳۶۳، المغنی جلد ۱، ص ۴۹۲

[4] کنز العمال جلد ۸، ص ۹۴، المجموع جلد ۳، ۳۶۸

تمام لسانی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں۔ اور تمام جسمانی اور مالی عبادتیں بھی اللہ کے لئے ہیں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں) [1]

ح۔ اگر نماز چار رکعتوں والی ہو تو نمازی تشہد ختم کرتے ہی بلا کسی تاخیر کے تیسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو گا۔ عبداللہ بن حکیمؒ سے روایت ہے: "میں نے حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی۔ جب آپ نے دوسری رکعت کے بعد قعدہ کیا تو آپ اس طرح بیٹھے گویا کہ پتھر پر بیٹھے ہیں۔ (یعنی جم کر نہیں بیٹھے) پھر آپ تیسری رکعت کے لئے اٹھے اور سورہ فاتحہ پڑھی" [2]

ط۔ سلام پھیرنا۔ نمازی جب قعدہ اخیرہ کی انتہا پر پہنچے گا تو پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنے کے لئے السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہے گا۔ سلام پھیرنے میں چہرہ اتنا موڑ لے گا کہ اس کے رخسار کی سفیدی نظر آنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ اسی طرح سلام پھیرتے تھے۔ [3] ایک روایت میں ہے کہ آپ صرف ایک سلام پھیرتے تھے۔ [4] اس کی تاویل یہ ہے کہ شاید آپ دوسری طرف سلام پھیرتے ہوئے اپنی آواز اتنی دھیمی رکھتے تھے کہ سننے والا یہ سمجھتا کہ آپ نے صرف ایک طرف سلام پھیرا ہے۔

ی۔ سلام پھیرنے کے بعد جگہ چھوڑ دینا۔ نمازی جب سلام پھیر کر فارغ ہو جائے تو فوراً وہاں سے اٹھ کھڑا ہو یا ہٹ جائے۔ حضرت ابو بکرؓ جب سلام پھیر لیتے تو اتنی جلد وہاں سے سرک جاتے گویا کہ گرم پتھر پر بیٹھے ہوں۔ [5]

---

[1] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۳۵ ب

[2] کنز العمال جلد ۸، ص ۱۰۵، ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۴۶، المغنی جلد ۱، ص ۵۳۱

[3] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۴۶ ب۔ عبدالرزاق جلد ۲، ص ۲۴۲۔ کنز العمال جلد ۸، ص ۱۵۸۔ شرح معانی الآثار جلد ۱، ص ۱۵۹، المحلی جلد ۳، ص ۲۷۶ و جلد ۴، ص ۱۰۳، المجموع جلد ۳، ص ۴۶۲، المغنی جلد ۱، ص ۵۵۲۔ سنن بیہقی جلد ۲، ص ۱۷۷

[4] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۴۶ ب۔ عبدالرزاق جلد ۲، ص ۲۲۳

[5] عبدالرزاق جلد ۲، ص ۲۴۲۔ سنن بیہقی جلد ۲، ص ۱۸۲۔ آثار ابی یوسف رقم ۱۵۲۔ شرح معانی الآثار جلد ۱، ص ۱۵۹۔ کنز العمال جلد ۸، ص ۱۵۸

ک۔ فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا۔ فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کے متعلق حضرت ابو بکرؓ سے روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے وفات تک صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی تھی۔ [1] بعض لوگوں نے یہ روایت کی ہے کہ آپ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے، انس بن مالکؓ اور قتادہؒ وغیرھما کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی تھی، اسی طرح حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی [2] پھر حضرت ابو بکرؓ سے اس بارے میں بھی روایات مختلف ہیں کہ آیا آپ نے قنوت رکوع کرنے سے پہلے پڑھی تھی یا بعد میں؟ بعض کی روایت تو یہ ہے کہ رکوع کرنے سے پہلے قنوت پڑھتے تھے اور بعض کی روایت یہ ہے کہ بعد میں پڑھتے تھے۔ [3]

ل۔ وتر کی نماز میں قنوت۔

۱) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ وتر کی ایک رکعت ہوتی ہے۔ جو سونے سے پہلے نوافل پڑھنے کے بعد ادا کی جائے [4] (دیکھئے لفظ صلاۃ پیرا ۳، جز۔

ب) اسی بناء پر نمازی دو رکعتیں نفل کی پڑھے گا پھر سلام پھیرے گا اور پھر ایک رکعت وتر کی پڑھے گا۔

۲) وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قنوت پڑھے گا۔ [5]

۳) جب نمازی وتر پڑھ کر سو جائے اور پھر تہجد کے لئے بیدار ہو تو وتر کا اعادہ نہیں کرے گا اور نہ ہی ایک اور رکعت ملا کر اسے جفت بنائے گا۔ بلکہ دو، دو پڑھے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رات کے اول حصے میں وتر پڑھ لیتے اور پھر جب

---

[1] عبدالرزاق جلد ۳، ص ۱۰۵، ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۹۹، کنزالعمال جلد ۸، ص ۴۷، المغنی جلد ۲، ص ۱۵۵، اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۱۲

[2] عبدالرزاق جلد ۳، ص ۱۰۹، ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۰۰، سنن بیہقی جلد ۲، ص ۲۰۲، المحلی جلد ۱، ص ۱۴۱، کنزالعمال جلد ۸، ص ۴۳، ۸۲، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار ص ۹۲، المغنی جلد ۲، ص ۱۵۲، المجموع جلد ۳، ص ۴۸۴

[3] پچھلے حوالاجات کو دیکھئے

[4] المغنی جلد ۲، ص ۱۵۰، ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۹۸

[5] کنزالعمال جلد ۸، ص ۴۷، المجموع جلد ۳، ص ۲۵۰

تہجد کے لئے اٹھتے تو دو دو رکعتیں پڑھتے۔ [۱]

۸۔ مریض کی نماز:

اگر بیمار کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت ہو تو کھڑے ہو کر نماز ادا کرے۔ اگر قدرت نہ ہو تو جس کیفیت سے وہ بیٹھ سکتا ہو. بیٹھ کر نماز پڑھے. اگر بیٹھنے کی بھی قدرت نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "میں نے حضرت ابو بکرؓ کو چوکڑی مار کر اور ٹیک لگا کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے" [۲]

۹۔ نماز با جماعت:

ا۔ امامت کا سب سے بڑھ کر حقدار۔ حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ جو شخص دین کا زیادہ عالم ہو گا وہی جماعت کرانے کا بڑھ کر حقدار ہو گا۔ اگرچہ وہ مقتدی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ آپ کے والد آپ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ [۳]

ب۔ حضرت ابو بکرؓ مسجد میں داخل ہوئے آپ کے ساتھ زید بن ثابتؓ بھی تھے. دونوں حضرات نے امام کو رکوع میں دیکھا. دونوں نے صف سے پیچھے ہی تکبیر کہہ کر رکوع کر لیا اور اسی حالت میں چلتے ہوئے صف میں شامل ہو گئے۔ [۴]

ج۔ مقتدی امام کے پیچھے قرات نہیں کرے گا بلکہ خاموش رہ کر اس کی قرات غور سے سنے گا۔ حضرت ابو بکرؓ امام کے پیچھے قرات سے روکتے تھے۔ [۵]

د۔ اگر مسافر مقیم لوگوں کی امامت کرائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے ہی وہ مقتدیوں کو نماز مکمل کرنے کے لئے کہہ دے۔ عمران بن حصینؓ سے روایت ہے: "میں نے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ حج کیا تو آپ شہر والوں سے کہہ دیتے

---

[۱] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۹۷، سنن بیہقی جلد ۳، ص ۳۱، کنز العمال جلد ۸، ص ۵۹، ۳۸۶، المغنی جلد ۲، ص ۱۶۳، المجموع جلد ۲، ص ۵۲۱

[۲] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۹۰ ب

[۳] عبدالرزاق جلد جلد ۲، ص ۳۹۸

[۴] سنن بیہقی جلد ۲، ص ۹۰، کنز العمال جلد ۸، ص ۲۹۵، کشف الغمہ جلد ۱، ص ۱۳۵

[۵] عبدالرزاق جلد ۲، ص ۱۳۹

"چار رکعتیں پوری کر لو، کیونکہ ہم مسافر ہیں" [1]

ھ۔ مقتدیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ صفوں کے درمیان فاصلے نہ چھوڑیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے جمعہ کے دن کچھ لوگوں کو مسجد کے صحن میں نماز پڑھتے دیکھا. آپ نے فرمایا. ان کا جمعہ نہیں ہوا" پوچھا گیا "کیوں؟" فرمایا: "یہ لوگ مسجد کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن ایسا نہیں کرتے" [2] (یعنی سہولت کی خاطر اندر جگہ ہونے کے باوجود باہر ہی صف بنا لیتے ہیں اور اندر کی جگہ خالی رہ جاتی ہے۔ مترجم)

و۔ جب امام سلام پھیر کر نماز ختم کر لے تو فوراً وہ اس جگہ سے اٹھ کھڑا ہو یا ہٹ جائے پہلے یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوتے تو فوری طور پر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوتے یا ہٹ جاتے گویا گرم پتھر پر بیٹھے ہوں۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۷، جز۔ ی)

### ۱۰۔ جمعہ کی نماز:

ا۔ نماز جمعہ کا وقت: ہم نے (لفظ صلاۃ، پیرا ۳، جز۔ ب) میں جمعہ کی نماز کے وقت کے بارے میں وضاحت کر دی ہے۔

ب۔ خطبہ جمعہ۔ جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ ہو گا۔

۱) جب خطیب خطبہ جمعہ کے لئے منبر پر آئے گا تو لوگوں کی طرف چہرہ کر کے انہیں السلام علیکم کہے گا۔ پھر منبر پر بیٹھ جائے گا اور موذن نماز جمعہ کے لئے اذان دے گا۔ (دیکھئے لفظ اذان. پیرا ۳) حضرت ابو بکر جب منبر پر آتے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے السلام علیکم کہتے۔ [3] (دیکھئے لفظ سلام، پیرا ۴)

۲) پھر خطیب کھڑا ہو کر خطبہ دے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ [4]

---

[1] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۱۲ ب

[2] المحلی جلد ۵، ص ۷۸

[3] عبدالرزاق جلد ۲، ص ۱۹۲، المغنی جلد ۲، ص ۲۹۷، ۲۰۵، ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۷۸، المحلی جلد ۵، ۵۷

[4] عبدالرزاق جلد ۳، ص ۱۸۷، ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۷۷

۳) خطیب دو خطبے دے گا اور دونوں کے درمیان استراحت کی خاطر بیٹھ جائے گا۔ خطبہ سننے والوں کے لئے جلسہ استراحت کے دوران خطیب سے گفتگو کرنا درست ہے۔ سعید بن مسیتبؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ گئے تو حضرت بلالؓ نے پکارا اے ابو بکرؓ! حضرت نے جواب میں کہا: "لبیک" بلالؓ نے کہا: "بتائیے مجھے آپ نے اللہ کے لئے آزاد کرایا تھا یا اپنی ذات کے لئے؟" حضرت نے جواب دیا "اللہ کے لئے" بلالؓ نے عرض کیا: "پھر مجھے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کی اجازت دیجئے" حضرت ابو بکرؓ نے اجازت دے دی، حضرت بلالؓ شام کی طرف چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ [۱]

## ۱۱۔ عید کی نماز

ا۔ عورتوں کا نماز عید کے لئے جانا: عورتوں کا عید کی نماز کے لئے جانا مسنون ہے۔ اگر نماز پڑھ سکتی ہوں تو پڑھ لیں گی اور اگر حیض یا نفاس کی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکتی ہوں تو نماز کی جگہ سے دور رہیں گی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہر نطاق [۲] والی کا حق ہے کہ وہ عید کے لئے عید گاہ کی طرف نکلے۔ [۳]

ب۔ نماز عید کا خطبہ عید پر مقدم ہونا: عید کی نماز خطبہ عید سے پہلے پڑھی جائے گی حضرت ابو بکرؓ پہلے عید کی نماز پڑھتے پھر خطبہ دیتے چاہئے یہ عیدالفطر کی نماز ہوتی یا عیدالاضحیٰ کی [۴]

ج۔ عید کی نماز کی اذان اور اقامت: عید کی نماز اذان و اقامت کے بغیر پڑھی جائے گی۔ کیونکہ اذان و اقامت ان نمازوں کے لئے ہیں جو فرض عین ہوں (دیکھئے لفظ اذان، پیرا ۴)

د۔ نماز عید کی تکبیریں: پہلی رکعت میں قرات سے پہلے سات تکبیریں کہی جائیں گی اور دوسری

---

[۱] المحلی جلد ۵، ص ۷۶

[۲] کپڑے کا ٹکڑا جس کو عورتیں کمر سے باندھتی ہیں اور اس کا بالائی حصہ نچلے حصہ پر اور نچلا حصہ زمین تک لٹکتا رہتا ہے۔

[۳] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۸۶ ب، کنزالعمال جلد ۸، ص ۶۳۶، المغنی جلد ۲، ص ۳۷۵

[۴] عبدالرزاق جلد ۳، ص ۸۵، ۲۷۹، ۲۸۳، ۲۹۲، ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۸۵، المحلی جلد ۵، ص ۸۵، الموطا جلد ۱، ص ۱۷۸

رکعت میں پانچ تکبیریں۔ حضرت ابو بکرؓ کا طریق کار بھی یہی تھا۔ [۱]

ھ۔ نماز عید میں قرآت: عید کی نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ جہاں سے میسر ہو آیات قرآنی کی قرات کی جائے گی۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عید کی نماز میں سورہ بقرہ کی قرات کی یہاں تک کہ میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ وہ قیام کی وجہ سے ڈول رہا تھا۔ [۲]

۱۲۔ نماز استسقاء:

نماز استسقاء (بارش کی خاطر دعا کے لئے نماز) عید کی نماز کی طرح ہے۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔ یہ تکبیرات زوائد (زائد تکبیریں) کہلاتی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ عیدین اور استسقاء کی نمازوں میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہتے تھے۔ [۳]

۱۳۔ نفل نمازیں:

ا۔ مغرب کے فرض سے پہلے نفل پڑھنا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مغرب کی اذان کے فوراً بعد فرض پڑھتے اور فرض سے پہلے نفل نہیں پڑھتے۔ آپ نے یہی منقول ہے کہ آپ مغرب کے فرض سے پہلے نفل کی دو رکعتیں نہیں پڑھتے تھے۔ [۴]

ب۔ چاشت کے نوافل: حضرت ابو بکرؓ چاشت کے نوافل نہیں پڑھتے تھے۔ مورق عجیلی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں: "میں نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا: آپ چاشت کے نوافل پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: "نہیں" میں نے پوچھا: حضرت عمرؓ نے پڑھے تھے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا، میں نے پھر پوچھا: "حضرت ابو بکرؓ نے پڑھے تھے؟ انہوں نے پھر نفی

---

[۱] المجموع جلد ۵، ص ۱۷

[۲] عبدالرزاق جلد ۳، ص ۸۵، المحلی جلد ۵، ص ۹۳، المجموع جلد ۵، ص ۲۳

[۳] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۸۶

[۴] عبدالرزاق جلد ۳، ص ۸۵، ۲۹۲، المحلی جلد ۵، ۸۳، ۹۴، المغنی جلد ۲، ص ۴۳۱

میں جواب دیا. میں نے پوچھا: "حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پڑھے تھے؟" فرمایا:
"میرا خیال ہے کہ نہیں پڑھے تھے" [1] میں (مصنف کتاب) یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت
ابو بکر رضی اللہ عنہ اس قسم کے نوافل کھلم کھلا نہیں پڑھتے تھے تاکہ دیہاتیوں کو ان کی
فرضیت کا گمان نہ ہو جائے، اس لئے کہ حضرت ابو بکرؓ کے نقش قدم پر لوگ چلا کرتے
تھے۔ واللہ اعلم

سفر میں نوافل کی ادائیگی (دیکھئے لفظ سفر، پیرا ۳. جز۔ ب)

۱۴۔ سفر میں نماز کی ادائیگی:

(دیکھئے لفظ سفر. پیرا ۳)

۱۵۔ نماز جنازہ:

ا۔ ہر مسلمان کی نماز جنازہ ہونی چاہیئے. جب کسی مسلمان کی وفات ہو جائے تو اس کے جنازے کی نماز پڑھنا واجب ہے چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے "اپنے بچوں کے جنازے پڑھو اس لئے کہ وہ نماز جنازہ کے سب سے زیادہ حقدار ہیں" ایک روایت میں ہے: "جن لوگوں پر ہم نماز جنازہ پڑھتے ہیں ان میں سب سے زیادہ حقدار ہمارے بچے ہیں" [2]

ب۔ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ کس کو حق ہے؟ حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ امام یا خلیفۃ المسلمین نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار ہے۔ بلکہ میت کے اولیاء (قریبی رشتہ داروں) سے بھی زیادہ حقدار ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھانے کا وقت آیا تو آپ نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے امام ہونے کی حیثیت سے نماز جنازہ پڑھائی۔ [3]

ج۔ نماز جنازہ کی جگہ: جنازے کی نماز مسجد میں پڑھائی جائے گی الا یہ کہ مسجد میں نمازیوں کے لئے جگہ تنگ ہو تو پھر مسجد سے باہر پڑھائی جائے گی۔ اگر مسجد میں جگہ تنگ ہو جاتی تو

---

[1] ابن ابی شیبہ جلد ۱. ص ۱۰۸ ب

[2] سنن بیہقی جلد ۴. ص ۹. المحلی جلد ۵. ص ۱۵۸. کنز العمال جلد ۱۵. ص ۷۰۹

[3] کنز العمال جلد ۱۵. ص ۷۰۹

حضرت ابوبکرؓ وہاں سے باہر آ جاتے اور مسجد میں جنازہ نہ پڑھتے [۱] لیکن حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوئی تو آپ کے جنازے کی نماز مسجد میں ادا کی گئی۔ [۲]

د۔ جنازے کی نماز کی کیفیت: جنازے کی نماز میں چار تکبیریں ہیں۔ [۳] ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے۔ آخری تکبیر میں میت کی دعا کی جائے گی۔ اس کے لئے مقررہ دعائیں نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ جب دعا مانگتے تو یہ فرماتے: اللھم عبدک اسلمہ الاہل والآل والعشیر. والذنب عظیم وانت الغفور الرحیم. اے میرے اللہ. یہ تیرا بندہ، اس کے اہل. اس کی اولاد اور اس کے خاندان نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے. اس کا گناہ عظیم ہے لیکن تو بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔ [۴]

۱۶۔ سفر میں نماز کا قصر ہونا:

(دیکھئے لفظ سفر. پیرا ۳. جز۔ ا) اور (دیکھئے لفظ حج پیرا ۸)

## حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود بھیجنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود بھیجنا پانی اور آگ سے بڑھ کر خطاؤں کو مٹانے والا ہے. اور آپ پر سلام بھیجنا غلاموں کو آزاد کرنے سے بڑھ کر افضل ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت رکھنا جانوں کو آزاد کرنے سے بڑھ کر افضل ہے. (یا شاید آپ نے یوں فرمایا کہ) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت رکھنا اللہ کے راستے میں تلوار چلانے سے بڑھ کر افضل ہے"

## صلب: پشت

پشت کو نقصان پہنچانے کا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ. پیرا ۴. جز۔ د)

---

۱۔ کنز العمال جلد ۱۵. ص ۷۰۹. کشف الغمہ جلد ۱. ص ۱۷۰

۲۔ عبدالرزاق جلد ۳. ص ۵۲۱. ۳۲۲. المجموع جلد ۵. ص ۱۶۸. المغنی جلد ۲. ص ۴۹۴

۳۔ کنز العمال جلد ۱۵. ص ۷۰۹

۴۔ عبدالرزاق جلد ۳. ص ۴۳۵. المحلی جلد ۳. ص ۳۵۴. کنز العمال جلد ۸. ص ۵۰

## صلح : صلح کرنا

### ۱۔ تعریف :

صلح اس پیمان کو کہتے ہیں کہ جسے اختلاف رکھنے والے دو فریقین کے درمیان اصلاح کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔

### ۲۔ اسلامی حکومت اور اس کے دشمن کے درمیان صلح :

اسلامی حکومت کے لئے اپنے دشمن سے ان بنیادوں پر مصالحت درست ہے کہ جن سے مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ ہو سکے۔ حضرت خالد بن ولید نے اہل حیرہ اور اہل عین التمر سے مصالحت کر کے اس کی تحریری اطلاع حضرت ابو بکر کو دی تھی جسے آپ نے منظور کر لیا تھا۔ [۱]

حضرت ابو بکر نے بنی اسد اور بنی غطفان سے ہتھیار رکھوانے اور مسلمانوں سے لوٹا ہوا مال واپس کرنے کی شرائط پر صلح کی تھی۔ ابن کثیر نے البدایہ و النہایہ میں لکھا ہے "جب اسد اور غطفان کا وفد صلح کی درخواست لے کر حضرت ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے جلا وطن کر دینے والی جنگ اور رسوا کن صلح میں ایک چیز قبول کر لینے کا اختیار دیا۔ انہوں نے عرض کیا: "اللہ کے رسول کے خلیفہ! جلا وطن کر دینے والی جنگ کی بات تو ہماری سمجھ میں آ گئی ہے لیکن رسوا کن صلح کا کیا مطلب ہے؟" آپ نے فرمایا: "تم اپنے جانور اور ہتھیار ہمارے حوالے کر دو گے اور اپنے کچھ آدمی دو گے جو اونٹوں کے پیچھے رہیں یعنی اونٹ چرائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے خلیفہ اور مسلمانوں کو وہ بات دکھا دیں گے جس کی بنیاد پر وہ تمہارا عذر قبول کر لیں گے۔ نیز جو کچھ تم نے ہم سے چھینا ہے وہ تم واپس کر دو گے اور تم سے چھینا ہوا مال ہم واپس نہیں کریں گے۔ اور تم گواہی دو گے کہ ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں۔ نیز تم ہمارے مقتولین کی دیت کی رقمیں ادا کرو گے لیکن ہم تمہارے مقتولین کے لئے ایسا نہیں کریں گے" حضرت عمرؓ نے اس موقع پر یہ فرمایا "جہاں تک ہمارے مقتولین کی دیتوں کا تعلق ہے تو اس کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے مقتولین اللہ کے لئے قتل ہوئے ہیں" [۲]

---

[۱] سنن بیہقی جلد ۹، ص ۱۳۴

[۲] البدایہ و النہایہ جلد ۶، ص ۳۱۹، کتاب الاموال ص ۱۹۷، سنن بیہقی جلد ۹، ص ۳۳۵۔ جلد نہم۔

## صیال : حملہ۔ دھمکی

حملہ کرنے اور دھمکی دینے کو صیال کہتے ہیں۔

حملہ آور کو نقصان پہنچانے کا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ. پیرا ۳. جز ب)

## صیام : رک جانا، روزہ رکھنا

۱۔ تعریف :

فجر سے لے کر مغرب تک کھانے پینے اور جماع سے رکنے کو روزہ کہتے ہیں۔ لیکن گفتگو سے اپنے آپ کو روک کر رکھنا تو اس کے لئے دیکھئے لفظ کلام

۲۔ روزے کا وقت :

ا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس و بینات من الھدی والفرقان. فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ ۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ سورہ بقرہ آیت ۱۸۶) اس لئے جس شخص پر یہ مہینہ گزرے اور وہ بلا کسی عذر شرعی کے روزے نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس سے ان روزوں کی قضا قبول نہیں کرے گا، حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا. جس شخص نے اپنی زکوۃ غیر مستحق لوگوں کو دی تو اس کی زکوۃ قبول نہیں ہوگی اگرچہ وہ ساری دنیا زکوۃ میں دے ڈالے. اور جس شخص نے رمضان کے روزے کسی اور مہینے میں رکھے تو اس کے روزے قبول نہیں ہوں گے اگرچہ وہ سارا زمانہ روزے رکھ کر گزار دے" :[1]

ب۔ روزہ دار اپنا روزہ طلوع فجر سے شروع کرے گا۔ درحقیقت طلوع فجر کا تعین دیکھنے والے کی آنکھ کے ذریعے ممکن نہیں کہ یہ تعین کر دے کہ فلاں لحظہ فجر طلوع ہو گیا۔ اسی لئے سلف میں سے بہت سے حضرات سے جن میں حضرت ابو بکرؓ بھی شامل ہیں. طلوع

---

[1] عبدالرزاق جلد ۴. ص ۴۹. المحلی جلد ۸. ص ۱۸۳. ابن ابی شیبہ جلد ۱. ص ۱۳۵ :

فجر کے قریب ہو جانے پر بھی سحری کھا لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ [۱] حضرت ابو بکر سے منقول ہے کہ آپ نے سحری اتنی موخر کر دی کہ طلوع فجر قریب ہو گیا اور فرمانے لگے "دروازہ بند کر دو تاکہ صبح ہم پر اچانک نہ آ جائے" [۲]

ایک دفعہ آپ نے سالم بن عبداللہ اشجعی سے کہا۔ "جاؤ اور میرے لئے فجر کی روشنی سے پردہ کر دو" پھر آپ نے سحری کھائی۔ [۳]

جب روزہ دار کو طلوع فجر میں شک ہو تو وہ کھاتا پیتا رہے یہاں تک کہ اسے طلوع فجر کا یقین ہو جائے پھر کھانا پینا بند کر دے۔ کیونکہ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا۔

جب دو شخصوں نے روزہ رکھنے کا ارادہ کر کے طلوع فجر کی طرف دیکھا اور ایک کو طلوع فجر کے بارے میں شک پیدا ہو گیا تو دونوں سحری کھائیں گے۔ یہاں تک کہ دونوں کے لئے طلوع فجر واضح ہو جائے۔ [۵]

اگر دو شخصوں میں سے ایک نے طلوع فجر کی خبر دی اور دوسرے نے اس کی تردید کر دی سو اس دوسرے کے لئے سحری کھانا درست ہو گا۔ یہاں تک دونوں طلوع فجر پر متفق ہو جائیں یا اس دوسرے کے لئے طلوع فجر متحقق ہو جائے۔ حضرت ابو بکرؓ ایک دفعہ سحری کھا رہے تھے کہ آپ کے پاس دو شخص آئے۔ ایک نے کہا کہ صبح ہو گئی ہے اور دوسرے نے کہا نہیں ہوئی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دل میں کہا: "ابھی کھاؤ کیونکہ دونوں میں اختلاف ہے۔" [۶]

ج۔ روزہ دار کا روزہ غروب آفتاب کے ساتھ مکمل ہو جائے گا۔ حضرت ابو بکرؓ مغرب کی نماز کو افطار پر مقدم کرتے تھے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ افطار میں تاخیر کی کافی گنجائش

---

۱۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۱، ص ۲۲۲

۲۔ عبدالرزاق جلد ۴، ص ۲۳۴، المحلی جلد ۶، ص ۲۳۹، المغنی جلد ۳، ص ۱۷۰

۳۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۳۱ ب، المحلی، جلد ۶، ص ۲۳۲، کنز العمال جلد ۸، ص ۶۲۶

۴۔ المجموع جلد ۶، ص ۳۴۳، المغنی جلد ۳، ص ۱۳۶

۵۔ المحلی جلد ۶، ص ۲۳۲

۶۔ کشف الغمہ جلد ۱، ص ۲۰۳

ہے۔ [1]

۳۔ ایسے مقامات میں روزہ رکھنے کی کراہت جہاں قوت کی ضرورت ہوتی ہے:

ا۔ عرفہ کا روزہ۔ حاجی کے لئے عرفہ کے دن روزہ رکھنا مشروع نہیں ہے۔ تاکہ روزہ کے بغیر اسے اس عظیم دن میں دعا اور مناجات کے لئے پوری قوت میسر ہو۔ اسی لئے حضرت ابو بکرؓ جب حج کو جاتے تو اس دن کا روزہ نہیں رکھتے۔ عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ حج کیا آپ نے روزہ نہیں رکھا، پھر میں نے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ اور اس کے بعد حضرت عمرؓ کے ساتھ اور پھر حضرت عثمانؓ کے ساتھ حج کیا انہوں نے بھی روزہ نہیں رکھا، اس لئے میں بھی روزہ نہیں رکھتا۔ نہ ہی اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں۔ [2]

ب۔ غم یا کام کے دنوں میں روزہ رکھنا۔ انسان پر غم اور تھکاوٹ کے دن بھی آتے تھے۔ اس حالت میں اس لئے ان دنوں میں نفلی روزے نہ رکھنا مستحب ہو گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ میری بیوی اسماء بنت عمیس مجھے غسل دے گی۔ اسماء روزے سے تھیں آپ نے انہیں روزہ کھول دینے پر مجبور کیا اور فرمایا: روزہ کھول دینا تمہارے لئے زیادہ قوت کا باعث ہو گا" [3]

## صید: شکار

حضرت ابو بکر کا ارشاد ہے: "مچھلیاں چاہے زندہ ہوں یا مردہ، حلال ہیں" آپ نے فرمایا "پانی پر تیرنے والی مردہ مچھلی حلال ہے اس لئے جو چاہے اسے کھا سکتا ہے" [4] (دیکھئے لفظ طعام پیرا اول)

احرام والے شخص کے لئے خشکی کی ممانعت (دیکھئے لفظ حج پیرا ۲، جز۔ ھ)

---

[1] المجموع جلد ۶، ص ۴۱۸، ائمہ مجتہدین کا مسلک دوسرے دلائل کی بناء پر افطار میں تعجیل ہے۔ مترجم

[2] عبدالرزاق جلد ۴، ص ۲۸۵، المحلی جلد ۷، ص ۱۸، المجموع جلد ۶، ص ۴۳۸، المغنی جلد ۳، ص ۱۷۶، کشف الغمہ جلد ۱، ص ۲۰۸

[3] کشف الغمہ جلد ۱، ص ۲۱۱

[4] عبدالرزاق جلد ۴، ص ۵۰۳

# حرف الضاد

## ض

**ضحٰی : چاشت**

چاشت کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ. پیرا ۱۳ جز۔ ب)

**ضرب : مارنا**

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ طمانچہ لگانے اور کوڑے سے مارنے میں قصاص واجب ہو جاتا ہے۔ [1]

**ضمان : تاوان**

مرتدین اور باغیوں سے اس مال کا تاوان لینا جو انہوں نے تلف کیا ہو۔ (دیکھئے لفظ ردۃ. پیرا ۴. اور لفظ صلح. پیرا ۲)

---

[1] المحلی جلد ۸. ص ۳۰۸. و جلد ۱۱. ص ۳۵۶

# حرف الطاء

## ط

**طاعۃ : فرماں برداری**

امیر کی اطاعت (دیکھئے لفظ امارۃ، پیرا ۵، جز-ب)

اللہ کی اطاعت پر اجرت نہ لینا (دیکھئے لفظ اجارۃ، پیرا ۳)

**طعام : کھانا**

**۱- پانی میں رہنے والے حیوانات :**

پانی میں رہنے والے تمام جانور حلال ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے : "سمندر میں جو بھی جاندار ہے اللہ نے وہ تمہارے لئے ذبح کر کے حلال کر دیا ہے" [1] ایک دفعہ فرمایا : "اللہ تعالٰی نے سمندر کے تمام جانوروں کو تمہارے لئے ذبح کر دیا ہے، اس لئے تم انہیں کھاؤ، یہ تمام کے تمام پاک اور حلال ہیں" [2] چونکہ مچھلی پانی میں رہنے والی جاندار ہے اس لئے اس کا کھانا حلال ہے چاہے وہ طبعی موت مری ہو یا شکار کرنے کی وجہ سے عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "مر کر پانی کے اوپر آ جانے والی مچھلی حلال ہے" [3]

---

[1] سنن بیہقی جلد ۹، ص ۲۵۶، المجموع جلد ۹، ص ۳۱، المغنی جلد ۸، ص ۶۰۷، المحلی جلد ۷، ص ۲۹۷

[2] کنز العمال جلد ۱۵، ص ۱۳۷

[3] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۲۶۸، سنن بیہقی جلد ۹، ص ۲۵۲

۲۔ کھانے کے آداب:

کھانے کے آداب میں سے ابتدا میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھنا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو الوداع کہنے کے لئے ان کے ساتھ چلتے ہوئے فرمایا: "تم عنقریب ایسی سر زمین میں وارد ہو گے جہاں تمہارے سامنے طرح طرح کے کھانے پیش کئے جائیں گے۔ اس لئے جب تم کھانا شروع کرو تو بسم اللہ پڑھو اور جب فارغ ہو جاؤ تو الحمد للہ کہو" [۱]

۳۔ کھانے پینے میں حلال کی جستجو:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھانے پینے کے معاملے میں تمام لوگوں سے بڑھ کر حلال کی جستجو کرتے۔ اس لئے کہ اگر اکل حلال نہ ہو گا تو نہ کوئی دعا قبول ہوگی اور نہ ہی دنیا میں نیک نامی ہو گی۔ اگر کوئی شخص لاعلمی میں کھانے پینے کی کوئی حرام شے اپنے معدے میں داخل کر لے تو اس کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ قے کر کے اسے باہر نکال دے۔ حضرت ابو بکرؓ کا بھی یہی طریق کار تھا۔ عبدالرزاق کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ جن میں حضرت ابو بکرؓ بھی تھے ایک کنویں والوں کے ہاں اترے۔ حضرت ابو بکرؓ کا غلام نعیمان ان لوگوں کے پاس جاکر زائچے بنانے لگا یا۔ بقول راوی۔ کہانت یعنی غیب کی باتیں بتانے لگا کہ ایسا ہو جائے گا، ویسا ہو جائے گا۔ وہ لوگ اس کے عقیدت مند بن کر اس کے پاس کھانے کی چیزیں اور دودھ پہنچانے لگے اور یہ ان اشیاء کو اپنے رفقاء کی طرف بھیجتا رہا۔ حضرت ابو بکرؓ سے کہا گیا "آپ کو معلوم ہے کہ یہ کیا ہے؟" نعیمانؓ جو کچھ بھیج رہا ہے وہ اس نے زائچے بنا کر یا۔ بقول راوی۔ غیب کی باتیں بتا کر حاصل کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "اچھا تو گویا آج میں نعیمانؓ کی کہانت کی کمائی کھا رہا ہوں!!" پھر آپ نے اپنی انگلیاں حلق میں ڈال کر قے کر دی [۲]

ابن اسحاقؓ نے عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت کی ہے، عوفؓ کہتے ہیں: "میں اس غزوہ میں شریک تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو بھیجا تھا۔ اس غزوہ کا نام ذات السلاسل ہے۔ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ رہا۔ ہمارا گزر ایسے لوگوں

---

[۱] سنن سعید بن منصور جلد ۲، ص ۱۵۸

[۲] عبدالرزاق جلد ۱۱، ص ۲۰۹، کنز العمال جلد ۱۰، ص ۱۰۹

پر ہوا جنہوں نے اپنی ایک اونٹنی ذبح کر لی تھی لیکن وہ اس کے ٹکڑے کرنا نہیں جانتے تھے۔ میں چونکہ قصاب والا کام جانتا تھا۔ میں نے ان سے کہا "اگر تم مجھے دسواں حصہ دو تو میں اس اونٹنی کے ٹکڑے کر کے تمہارے درمیان تقسیم کر دوں" وہ مان گئے میں نے چھری لی، اس کے ٹکڑے کئے اور اس کا ایک ٹکڑا لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔ ہم نے گوشت پکا کر کھالیا۔ بعد میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا کہ عوفؓ! تمہیں یہ گوشت کہاں سے ملا؟ میں نے ساری بات انہیں بتا دی۔ یہ سن کر دونوں نے فرمایا: "عوفؓ، بخدا تم نے یہ اچھا نہیں کیا" پھر دونوں اٹھ کر چلے گئے اور جو کچھ کھایا تھا اسے قے کر کے باہر نکال دیا۔ [1]

۴۔ اشیائے خوردنی کو ہم جنس اشیائے خوردنی کے بدلے میں فروخت کرنے کے لئے ادھار کی شرط

(دیکھئے لفظ، بیع، پیرا ۲ جز۔ ب)

## طفل : بچہ

(دیکھئے لفظ صغیر)

## طلاق : طلاق

۱۔ تعریف :

نکاح کی وجہ سے حاصل شدہ مِلک کو ختم کر دینا طلاق کہلاتا ہے۔

۲۔ باپ کو حق حاصل ہے کہ وہ بیٹے سے اس کی بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ کرے :

کسی مشروع سبب کی بنیاد پر باپ کو اپنے بیٹے سے یہ مطالبہ کرنے کا حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ مثلاً بیوی اسے اللہ کی اطاعت یا اپنے فرائض کی ادائیگی سے غافل کر رہی ہو۔ بیٹے کی ذمہ داری ہے کہ وہ باپ کے مطالبے پر لبیک کہے۔ عاتکہ بنت زیدؓ عبداللہ بن ابی بکرؓ

---

[1] سیرۃ ابن اسحاق۔ البدایہ والنہایہ جلد ۴، ص ۲۷۵

کے نکاح میں تھی وہ شوہر کے دل و دماغ پر پوری طرح چھائی ہوئی تھی اور اسے بازار کے کاموں سے بھی غافل کر دیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بیٹے سے ایک طلاق دینے کو کہا۔ بیٹے نے ایسا ہی کیا، لیکن اس کی جدائی میں سخت غمزدہ ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ جس راستے سے نماز کے لئے جاتے اس راستے پر وہ بیٹھ گیا اور انہیں دیکھ کر یہ شعر پڑھا[1]

میں نے آج اپنے جیسا کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس جیسی کو طلاق دی ہو۔ اور میں نے اس جیسی کوئی خاتون نہیں دیکھی جسے بلا کسی جرم کے طلاق مل گئی ہو۔

یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ کا دل نرم ہو گیا اور آپ نے اسے رجوع کر لینے کا حکم دیا۔ [2]

۳۔ طلاق کی تعداد :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (الطلاق مرتان۔ طلاق دو مرتبہ ہے) جس کا مطلب ہے وہ طلاق جس میں رجوع ہو سکتا ہے یعنی طلاق رجعی وہ دو دفعہ دی جا سکتی ہے۔ ہم نے ابھی دیکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے کو بیوی سے رجوع کر لینے کا حکم دیا جبکہ بیٹے نے اسے ایک طلاق دی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ طلاق دو مرتبہ ہے کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص جب اپنی بیوی کو ایک لفظ میں دو یا تین طلاق دے دے تو صرف ایک ہی طلاق واقع ہو گی کیونکہ طلاق تو صرف ایک ہی دفعہ ہوتی ہے۔ ۲۔ طاؤسؒ سے مروی ہے انہوں نے کہا "میں عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا ان کے ساتھ ان کا غلام ابو الصہباؒ بھی تھا۔ ابو الصہباء نے حضرت عبداللہؓ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کو تین طلاق ایک ساتھ دے دیتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا۔ لوگ ان تین طلاقوں کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک طلاق سمجھتے تھے۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "تم نے کثرت سے تین طلاق ایک ساتھ دینا شروع کر دیا ہے۔ اس لئے اب آئندہ جو شخص بھی ایسا کہے گا تو اس کی

---

[1] کنز العمال جلد ۹، ص ۷۰۶۔

[2] امام ابو حنیفہ کا مسلک اس سے مختلف ہے۔ آپ کے نزدیک اگر ایک لفظ میں تین طلاق کہہ دے یا الگ الگ الفاظ میں یا چاہے ایک ہی مجلس میں کہہ دے یا مختلف مجالس میں، ہر صورت میں تین طلاقیں ہو جائیں گی (مترجم)

بیوی پر اتنی ہی طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ جتنی وہ کہے گا" [۱]

۴۔ انت علیّ حرام ۔ تو مجھ پر حرام ہے:

حرام کا لفظ کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جس شخص نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اس تحریم سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ لیکن اسے قسم شمار کر کے اس کا کفارہ دینا واجب ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے: "جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس سے وہ اس پر حرام نہیں ہو گی لیکن اس پر قسم کا کفارہ واجب ہو جائے گا۔ [۲]

۵۔ عورت کا طلاق کی عدت کی انتہا تک میاں بیوی کے درمیان وراثت کا جاری رہنا۔ (دیکھئے لفظ ارث، پیرا ۱، جز۔ ب)

## طواف: گرد پھرنا

۔طواف قدوم (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۷)

۔طواف افاضہ (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۱۳)

## طیب: خوشبو

۔احرام والے شخص کو خوشبو لگانے کی ممانعت (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۶، جز۔ الف)

۔طواف افاضہ کے بعد احرام والے شخص کو خوشبو لگانے کی اجازت (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۱۳)



---

[۱] عبدالرزاق جلد ۶، ص ۳۹۲، المحلی جلد ۱۰، ص ۱۶۸، صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۴۷۲، سنن ابو داؤد حدیث نمبر ۲۱۹۹

[۲] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۲۴۱، سنن سعید بن منصور جلد ۱، ص ۲۹۴، کنز العمال جلد ۱۶، ص ۷۱۹، المحلی جلد ۱۰، ص ۱۲۹ جلد دہم، المغنی جلد ۷، ص ۱۵۴ و جلد ۸، ص ۶۹۹

# حرف الظاء

## ظ

ظفر: ناخن

احرام والے شخص کو اپنے ناخن کاٹنے کی ممانعت (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۲، جز۔ ب)

ظلم: ظلم

ایسی چیز دینے کی ممانعت جس کا دینا اس پر لازم نہ ہو۔ (دیکھئے لفظ زکاۃ، پیرا ۵، اور پیرا ۴، جز۔ ج، نقرہ ۲)

ظُہر: دوپہر کا وقت

نماز ظہر کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۳، جز۔ ب)

- نماز جمعہ کا وقت ظہر کا ہی وقت ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۳، جز۔ ب)
- عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی ادا کرنا (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۹)

# حرف العین

# ع

## عترة : عزیز و اقارب

کسی انسان کے قریب ترین رشتہ دار ہی دراصل اس کی عترت ہیں اسی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عترت ہیں" [1]

اور قبائلی زندگی کی منطق کی بنیاد پر انسان کے قریب ترین رشتہ دار ہی سب سے بڑھ کر اس کا دفاع اور اس کی حمایت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے حضورؐ کے قریب ترین صحابہ کرامؓ جنھوں نے اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ آپ پر قربان کر دیا، آپ کی عترت ہیں۔ کیونکہ انھوں نے سب سے زیادہ آپ کا دفاع کیا ہے اور سب سے بڑھ کر آپ کی حمایت کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ (جہاں حضورؐ کی وفات کے بعد حضرات مہاجرین و انصار کا خلیفہ رسول کے انتخاب کے لئے اجتماع ہوا تھا۔ اور جہاں حضرت ابو بکرؓ کو اتفاق رائے سے خلیفہ رسول منتخب کر لیا گیا تھا۔ مترجم) کے دن فرمایا تھا: "ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت ہیں جس کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی جس طرح انڈے سے چوزہ نکلتا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے درمیان پیدا ہوئے۔ اور سارا عرب ہمارے ارد گرد ایسے گھومتا ہے جس طرح چکی اپنے کیل کے گرد گھومتی ہے۔ [2]

---

[1] سنن بیہقی جلد ۶، ص ۱۶۶

[2] تاج العروس مادہ عتر۔ سنن بیہقی جلد ۶، ص ۱۶۶۔ المغنی جلد ۶، ص ۱۲۲۔

## عدة : گنتی

۱۔ تعریف :

عورت کا طلاق یا شوہر کی وفات کے بعد ایک معین مدت تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھنا عدت ہے۔

۲۔ طلاق کی عدت :

ا۔ جب کسی شخص کا کسی عورت سے عقد نکاح ہو جانے کے بعد خلوت صحیح ہو جائے تو مہر کی رقم واجب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر اس نے اسے طلاق دے دی تو عورت پر عدت واجب ہوگی چاہے اس نے ہم بستری کی ہو یا نہ کی ہو۔ [1]

ب۔ طلاق کی عدت تین قروء (حیض) ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (اور جن عورتوں کو طلاق ہو گئی ہے وہ تین قروء یعنی حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ سورۃ بقرۃ آیت ۲۲۹) اور قروء کے معنی حیض کے ہیں۔ [2]

ج۔ زانی عورت کے لئے کوئی عدت نہیں۔ اس لئے کہ عدت کی مشروعیت حفظ نسب کی خاطر ہے۔ اور زنا کی وجہ سے نسبی تعلق پیدا نہیں ہوتا [3]۔ تاہم اگر وہ نکاح کا ارادہ کرے تو پہلے ایک حیض کے ساتھ اپنا رحم صاف کر لے (دیکھئے لفظ زنا۔ پیرا ۳۔ جز۔ ج)

۳۔ عدت گزارنے والی عورت اور اس کے خاوند کے درمیان وراثت (دیکھئے لفظ ارث۔ پیرا ۱ جز۔ ب)

## عذر : عذر

کسی عذر کی بنا پر ترک سنت کی اجازت (دیکھئے لفظ بصاق)

## عرفہ : عرفات

وقوف عرفہ حج کا جزو ہے (دیکھئے لفظ حج۔ پیرا ۹)

---

[1] المغنی جلد ۶۔ ص ۷۲۴، و جلد ۷۔ ص ۴۲۱

[2] المغنی جلد ۷۔ ص ۴۵۲

[3] المغنی جلد ۷۔ ص ۴۵۰

... حاجی کے لئے عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی کراہت (دیکھئے لفظ صیام، پیرا ۳ جز۔ الف)

## عزل : عزل کرنا

مرد کا اپنے مادہ منویہ کو عورت کے رحم تک پہنچنے سے روک دینا عزل کہلاتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ عزل کو مکرہ سمجھتے تھے [۱]. اس لئے کہ اس کا مقصد پیدائش کو کم کرنا ہے لیکن اسلام اس کا مخالف ہے جب کہ وہ کثرت اولاد کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ عزل کی حالت میں بھی غسل واجب ہو جاتا ہے۔ [۲]

## عصر : عصر

عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز کو یکجا کر دینا (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۹)

## عطاء : وظیفہ

امام وقت کسی مسلمان کے لئے فئی (جزیہ، خراج، عشر وغیرہ) میں سے جو حصہ مقرر کر دیتا ہے اسے عطا کہتے ہیں۔

امیر المومنین کی عطا (دیکھئے لفظ امارۃ پیرا ۵، جز۔ د)

لوگوں کو وظائف دینا اور سب کے ساتھ مساوات قائم کرنا (دیکھئے لفظ فئی، پیرا ۲)

... مال غنیمت میں چوری کرنے والے کو عطا سے محروم کر دینا (دیکھئے لفظ غلول، پیرا ۲)

## عطیہ : عطیہ

عطیہ زندگی میں کسی کو کوئی عوض لئے بغیر کسی چیز کا مالک بنا دینا

اگر عطیہ اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے کی نیت سے دیا جائے تو وہ صدقہ ہو گا۔ اور اگر عطیہ لینے والے کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے ہو تو یہ ہبہ ہو گا۔ اور اگر نیت نہ بھی ہو پھر بھی یہ ہبہ ہو گا۔ (دیکھئے لفظ ہبہ)

## علم : علم

نماز میں امامت کے لیے سب سے بڑے عالم کو آگے کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۹، جز۔

---

[۱] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۲۱۶ ب، کنز العمال جلد ۱۶، ص ۵۶۷، المغنی جلد ۷، ص ۲۳

[۲] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۲۱۶ ب، کنز العمال جلد ۱۶، ص ۵۶۷

الف)

قرآن کی تعلیم دینے پر اجرت لینا (دیکھئے لفظ اجارۃ، پیرا ۳)

– حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کرنا (دیکھئے لفظ حدیث)

## عقم : بانجھ پن

بانجھ پن پیدا کر دینے والا جرم اور اس کی سزا۔ (دیکھئے لفظ جنایہ، پیرا ۴، جز۔ د)

## عقوبہ : سزا

کسی شرعی خلاف ورزی پر لازم ہونے والی دنیاوی سزا کو عقوبت کہتے ہیں۔

– حدود کی سزا (دیکھئے لفظ حد)

– تعزیر کی سزا (دیکھئے لفظ تعزیر)

– قصاص کی سزا (دیکھئے لفظ جنایہ، پیرا ۷)

## عمامہ : پگڑی

وضو میں پگڑی پر مسح کرنا (دیکھئے لفظ وضو، پیرا ۷، جز۔ الف)

میت کے سر پر پگڑی نہ باندھنا (دیکھئے لفظ موت، پیرا ۴)

## عورۃ : ستر

جُبیر بن الحویرث ؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابو بکرؓ کو مزدلفہ کے پہاڑ قزح پر کھڑے دیکھا۔ آپ لوگوں سے فرما رہے تھے: "لوگوں ہشیار ہو جاؤ" اس وقت میری نظر آپ کی ران پر پڑی جس سے کپڑا ہٹ گیا تھا" [۱]

میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں اگر حضرت ابو بکرؓ کو اپنی ران کے کھل جانے کا علم تھا تو پھر یہ بات بلا کسی شک کے کہی جا سکتی ہے کہ آپ ران کو ستر میں داخل نہیں سمجھتے تھے۔ اور اگر آپ کو اس کا علم نہیں تھا تو ران کا کھل جانا کسی حکم شرعی پر دال نہیں ہے۔

کافر عورت کے سامنے مومن عورت کا جسم کو ڈھانپنا (دیکھئے لفظ حجاب)

– جسم کے وہ حصے جن کی پوشیدگی ضروری ہے کپڑوں کے نیچے سے ان کی ساخت کا ظاہر ہونا

---

[۱] المحلی جلد ۳، ص ۲۱۵

عید : عید

- نماز عید کے لئے اذان کا مشروع نہ ہونا (دیکھئے لفظ اذان. پیرا ۴)
- نماز عید کے لئے اقامت کا مشروع نہ ہونا (دیکھئے لفظ صلاۃ. پیرا ۱۱. جز ـ ج)
- عید کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ. پیرا ۱۱)

# حرف الغین

# غ

## غسل : غسل

۱۔ شہوت کے ساتھ منی کے اخراج سے بالا جماع غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آلہ تناسل کو اندام نہانی میں داخل کرنے سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ انزال نہ بھی ہوا ہو۔ [1]
حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "جو فعل دو حدوں یعنی کوڑے یا سنگساری کو لازم کر دیتا ہے وہ غسل کو واجب کر دیتا ہے" ۔[2]

۲۔ میت کو غسل دینا (دیکھئے لفظ موت، پیرا ۳، جز۔ الف)
۔ احرام باندھنے کے لئے غسل کرنا (دیکھئے لفظ حج پیرا ۴)
۔ احرام باندھنے کے لئے حیض یا نفاس والی عورت کا غسل کرنا (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۴)

## غلول : مال غنیمت میں چوری کرنا

۱۔ تعریف :

مال غنیمت میں چوری کرنا غلول ہے۔

---

[1] المحلی جلد ۲، ص ۴
[2] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۴۔ عبدالرزاق جلد ۱، ص ۲۴۶۔ الاستذکار جلد ۱، ص ۳۴۳

۲۔ اس کی سزا :

مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے سب مسلمانوں کی ملکیت ہوتی ہے۔ یعنی ہر مسلمان کا اس میں حق ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لئے کہ اس نے ایسے مال کی چوری کی جس میں اس کا بھی حق تھا۔ لیکن اسے تعزیر لگائی جائے گی۔ حضرت ابو بکرؓ غلول کی بڑی سخت سزا دیتے تھے [۱] اگر کسی کے پاس غلول کا مال مل جاتا تو آپ اسے پکڑ کر پہلے سو کوڑے لگاتے پھر اس کا سر اور داڑھی مونڈ دیتے اور اس کی جھولداری یا گھر میں جانوروں کے سوا جو کچھ بھی ہوتا اسے لے کر آگ لگا دیتے۔ اور اس جرم کے مرتکب کو کبھی بھی مسلمانوں کے ساتھ کوئی حصہ نہ دیتے [۲]۔ یعنی ساری زندگی اسے عطا سے محروم کر دیتے (دیکھئے لفظ سرقہ، پیرا ۳، جز ب، فقرہ ۳) نیز (دیکھئے لفظ تعزیر، پیرا ۳. جز۔ ب)

## غناء . گانا

موزوں سروں میں الفاظ کی ادائیگی کو غنا کہتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ ترنم کے ساتھ گانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ یہ نہ تو فسق ہے اور نہ ہی وسیلہ فسق. حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کا کہنا ہے: "میں مہاجرین میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کے ترنم کو میں نے نہ سنا ہو" [۳]

## غنیم : بھیڑ بکریاں

- بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، پیرا ۴، جز۔ ج، فقرہ ۳)
- دیت میں واجب ہونے والی بھیڑ بکریوں کی مقدار (دیکھئے لفظ جنایہ، پیرا ۷، جز۔ ب)
- بھیڑ بکریوں کی قربانی اور بطور ہدی ان کا استعمال (دیکھئے لفظ اضحیہ)

---

[۱] کتاب الخراج۔ ابو یوسف۔ ص ۱۷۲۔ کنز العمال جلد ۵، ص ۶۳۱

[۲] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۳۲

[۳] عبدالرزاق جلد ۱۱، ص ۹

## غنیمۃ: مال غنیمت

### ۱۔ تعریف :

بر سرپیکار کافروں کا مال جسے دوران جنگ مسلمان بزور قوت حاصل کر لیں مال غنیمت کہلاتا ہے۔

۔۔ مرتدین کا مال جو مسلمانوں کے ہاتھ لگے (دیکھئے لفظ ردۃ، پیرا ۴)

### ۲۔ مال غنیمت کی اقسام :

آ۔ مال غنیمت کی تقسیم پانچ حصوں میں اس طرح ہوگی کہ پانچ میں سے چار حصے اس معرکہ میں شریک ہونے والوں کے درمیان تقسیم ہو جائیں گے۔ یہ حصے صرف ان ہی لوگوں کو ملیں گے جو عملی طور پر اس معرکہ میں شریک ہوئے ہوں گے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ کو پانچ سو مسلمانوں کا ایک دستہ دے کر حضرت زیاد بن لبیدؓ اور حضرت مہاجر بن ابی امیہؓ کی کمک کے طور پر بھیجا جب یہ دستہ وہاں پہنچا تو اس وقت تک مجاہدین اسلام نے یمن میں بخیر کو فتح کر لیا تھا۔ زیاد بن لبیدؓ نے غنیمت میں ان کو بھی شریک کیا اور حضرت ابو بکرؓ کو اس کی تحریری اطلاع دے دی جواب میں آپ نے لکھا۔ "مال غنیمت صرف ان کا ہوتا ہے جو عملی طور پر اس معرکہ میں حصہ لیں" [۱] آپ نے عکرمہؓ اور ان کے رفقاء کو مال غنیمت میں اس لئے حصہ دار نہیں بنایا کہ وہ اس معرکہ میں شریک نہ تھے۔

ب۔ باقی پانچواں حصہ ان مصارف میں خرچ ہو گا۔ جن کے بارے میں سورۃ انفال کی یہ آیت نص ہے (واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل) اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ سورۃ انفال آیت (۴۱)

---

[۱] سنن بیہقی جلد ۹، ص ۵۰۔

۱) حضورؐ کا حصہ جو پانچویں حصے کا پانچواں حصہ ہے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات پر خرچ کرتے تھے۔ اور جو باقی بچ رہتا اسے فقراء اور مساکین کو دے دیتے۔

جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو یہ حصہ مسلمانوں کے خلیفہ کا ہو گیا۔ جو اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ ان کے معاملات کا نگران تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے (جب اللہ اپنے نبی کو کوئی رزق عطا کرے پھر اسے اٹھا لے تو یہ رزق اس کا ہو گا جو اس کے بعد اس کا قائم مقام ہو گا۔) لیکن حضرت ابو بکرؓ نے یہ حصہ نہیں لیا بلکہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں میں تقسیم کر دیا [۱]

۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا حصہ تو اسے آپ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب میں صرف کر دیتے تھے اس لئے کہ آپ کی ان سے قرابت تھی اور وہ آپ کی اعانت و نصرت بھی کرتے تھے [۲] لیکن جب آپ کی وفات ہو گئی تو ان کی اعانت و نصرت کا سلسلہ منقطع ہو گیا اس لئے حضرت ابو بکرؓ اور تمام مسلمانوں کی رائے یہی ہوئی کہ یہ حصہ ان پر اب صرف نہ کیا جائے اور سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ دونوں کو اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے گھوڑوں اور سامان حرب کی تیاری میں صرف کیا جائے۔ [۳]

اس لئے مال غنیمت کے پانچویں حصے کے صرف تین مصارف باقی رہ گئے۔ یعنی یتامیٰ، مساکین، اور مسافر۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے:

"حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں نے مال غنیمت کے پانچویں حصے کو تین

---

۱ سنن بیہقی جلد ۶، ص ۳۳۵، جلد ۹، ص ۵۰ - کنز العمال جلد ۴، ص ۵۷۰

۲ تفسیر ابن کثیر جلد ۲، ص ۳۱۲ - المغنی جلد ۶، ص ۴۰۶، ۴۰۸

۳ الاموال ص ۳۳۱ - سنن بیہقی جلد ۶، ص ۳۴۲ - احکام القرآن جلد ۲، ص ۶۳، عبد الرزاق جلد ۵، ص ۲۳۸ - المحلی جلد ۷، ص ۲۲۸ - المغنی جلد ۶، ص ۴۰۷ -

حصوں یعنی یتیموں، مساکین اور مسافروں میں تقسیم کر دیا تھا" [۱]

۳۔ مسلمانوں سے لوٹا ہوا مال اگر مال غنیمت کی صورت میں واپس آ جائے۔

اگر کفار مسلمانوں کا مال جنگ میں حاصل کر لیں پھر دوبارہ مسلمان وہی مال کافروں سے مال غنیمت کی صورت میں لے لیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مال کا اصل مالک اپنا مال پہچان لے تو وہ مال کا سب سے بڑھ کر حق دار ہو گا چاہے یہ صورت غنیمت کی تقسیم سے پہلے پیش آئے یا بعد میں [۲]

۴۔ سلب: یعنی مقتول کے کپڑے اور ساز و سامان مال غنیمت میں تقسیم نہیں کئے جائیں گے بلکہ یہ اس شخص کے ہوں گے جس نے اس کافر کو قتل کیا ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "جس شخص نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس کا سلب اسی کو ملے گا" [۳]

۵۔ جہاد میں تفصیل یعنی امیر لشکر کا کسی کو بہادری کے صلہ میں انعام کے طور پر مال غنیمت میں سے اس کے حصے سے زائد دینا (دیکھئے لفظ تنفیل)

۶۔ مال غنیمت سے چرانا (دیکھئے لفظ سرقہ، پیرا ۳، جز۔ ب فقرہ ۳) اور (دیکھئے لفظ تعزیر، پیرا ۳ جز۔ ب) اور (دیکھئے لفظ غلول)

---

[۱] المغنی جلد ۶، ص ۴۰۶۔

[۲] سنن بیہقی جلد ۹، ص ۱۱۱۔ کنز العمال جلد ۴ ص ۵۲۱۔

[۳] المحلی جلد ۷، ص ۲۳۶۔

# حرف الفاء

## ف

**فاتحہ : ابتدا، سورۃ فاتحہ**

نماز کی تمام رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کی قرات (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۷، جز۔ ھ)

**فتنہ : فتنہ، آزمائش، آویزش**

حضرت ابو بکرؓ اپنی اولاد کو فتنوں سے دور رہنے اور ان میں پڑنے سے بچنے کی تاکید کرتے تھے۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا: "اے بیٹے. اگر لوگوں میں کوئی آویزش ہو جائے تو تم اس غار میں پہنچ جاؤ جس میں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپے تھے (یعنی غار ثور) اور وہیں چھپ رہو. یقیناً تمہیں صبح و شام تمہارا رزق تمہیں وہیں ملتا رہے گا" [1]

**فجر : صبح**

صبح کی اذان کب دی جائے (دیکھئے لفظ اذان، پیرا ۳)

روزے کی ابتداء طلوع فجر کے ساتھ ہوتی ہے۔ (دیکھئے لفظ صیام، پیرا ۲، جز۔ ب)

**فخذ : ران**

سرین اور گھٹنے کے درمیانی حصے کو فخذ کہتے ہیں۔

آیا فخذ بھی ستر میں شامل ہے (دیکھئے لفظ عورۃ)

---

[1] کنز العمال جلد ۱۱، ص ۲۶۳۔

## فرائض: جمع فریضہ، حصہ، فرض

علم وراثت کو علم الفرائض کہتے ہیں۔

## فضہ: چاندی

چاندی کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکوٰۃ. پیرا ۴، جز۔ الف)

چاندی کی انگوٹھی پہننے کی حلت (دیکھئے لفظ خاتم. پیرا ۱)

## فقر: فقیری تنگ دستی

فقر کی بنا پر زکوٰۃ اور صدقہ فطر کا استحقاق (دیکھئے لفظ زکاۃ پیرا ۷ جز۔ الف) اور (دیکھئے لفظ زکاۃ الفطر، پیرا ۱)

## فئی: مال فئ

### ۱۔ تعریف:

کافروں کا وہ مال جو مسلمان قتال کے بغیر استحقاق کی بنیاد پر حاصل کریں، مثلاً جزیہ، خراج، تجارتی مال میں دسواں حصہ نیز ایسا مال جو کفار مسلمانوں سے ڈر کر چھوڑ کے بھاگ جائیں فئ کہلاتا ہے

### ۲۔ اس کی تقسیم:

حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ مسلمان ابنائے اسلام ہیں۔ اور فئ بطور ترکہ ہے۔ اس لئے مسلمان مساوی طور پر اس کے وارث ہیں۔ سفیان بن عیینہؒ نے بیان کیا ہے: "حضرت ابو بکرؓ کا یہ خیال تھا مسلمان ابنائے اسلام ہیں جیسے بھائی اپنے باپ کے وارث ہو کر ترکہ میں شریک ہوتے ہیں اور سب کے حصے برابر ہوتے ہیں اگرچہ ان میں سے بعض ذاتی فضائل، دینداری اور نیکی میں دوسروں سے افضل ہوتے ہیں۔" [1]

اسی لئے حضرت ابو بکرؓ فئ کی تقسیم مساوی طور پر کرتے تھے۔ اس میں آزاد، غلام، مذکر مونث

---

[1] کتاب الاموال، ص ۲۶۴۔

چھوٹا بڑا سب مساوی ہوتے تھے۔ [۱] عبدالرحمٰن بن الحارثؓ کے غلام ابوقرہؒ کا بیان ہے "حضرت ابوبکرؓ نے فئی میں سے اتنا ہی حصہ مجھے دیا جتنا میرے آقا کو" [۲]

کسی نے آپ کو حصوں میں کمی بیشی کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا: "اگر آپ مہاجرین اور انصار کے حصے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ کیونکہ ان حضرات کو اسلام میں بھی سبقت حاصل تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قریبی تعلق تھا" آپ نے جواب میں فرمایا: "ان حضرات کا اجر اللہ کے ہاں ہے اور جہاں تک معاش یعنی تقسیم رزق کا تعلق ہے تو اس میں مساوات بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی کو کسی پر ترجیح دی جائے" [۳]

بدوؤں کا فئی میں عدم استحقاق (دیکھئے لفظ بدو)

---

[۱] کنزالعمال جلد ۵، ص ۶۱۴۔

[۲] المحلی جلد ۷، ص ۲۲۲۔ کنزالعمال جلد ۴، ص ۵۲۱۔

[۳] سنن بیہقی جلد ۶، ص ۳۴۸۔ الاموال، ص ۲۶۳۔ المغنی جلد ۶، ص ۴۱۶ کنزالعمال جلد ۳، ص ۱۴۷، جلد ۴، ص ۵۲۱، ۵۲۲۔ جلد ۵، ص ۵۹۲۔

# حرف القاف
# ق

**قبض : قبضہ کرنا**

ہبہ کی تکمیل کے لئے قبضہ میں لینے کی شرط (دیکھئے لفظ ہبہ . پیرا ۴)

**قُبلہ : بوسہ**

دیکھئے لفظ تقبیل

**قتل : قتل کرنا**

کسی کی جان لے لینے کو قتل کہتے ہیں

جان بوجھ کر قتل کرنا اور اور غلطی سے قتل کرنا اور ان کی سزائیں (دیکھئے لفظ جنایہ)

قیدیوں کو قتل کرنا (دیکھئے لفظ اسی . پیرا ۲)

مرتد کو قتل کرنا (دیکھئے لفظ ردۃ . پیرا ۴)

چوری کی سزا میں جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے ہوں اسے قتل کرنا (دیکھئے لفظ سرق . پیرا ۳ . جز . ب . فقرہ ۲)

قاتل کا میراث سے محروم ہو جانا (دیکھئے لفظ ارث . پیرا ۳ . جز . الف)

کتوں کو مار ڈالنا (دیکھئے لفظ کلب)

**قذف : زنا کا الزام لگانا . زنا کی تہمت لگانا**

۱ - تعریف :

کسی پر کھلے الفاظ میں یا ضمناً زنا کی تہمت لگانا قذف کہلاتا ہے۔

اس بنا پر اگر باپ سے اس کے بیٹے کے نسب کی نفی کی جائے تو یہ اس کی ماں پر زنا کی تہمت لگانا ہو گا۔ ایک شخص حضرت ابو بکرؓ کے پاس آ کر کہنے لگا: "یہ میرا بیٹا ہے جو مجھ سے اپنے نسب کی نفی کرتا ہے" حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا: "کیا یہ تمہارا حقیقی بیٹا ہے؟" اس نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ درے سے بیٹے کے سر میں ضرب لگانے لگے اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے: "شیطان سر میں ہے! شیطان سر میں ہے!" اور پھر فرمایا: "کسی نامعلوم نسب کا دعویٰ کرنا یا کسی نسب سے برات ظاہر کرنا چاہے کتنے ہلکے الفاظ میں کیوں نہ ہو اللہ کی ذات سے انکار کرنا ہے" [1]۔

### ۲۔ قذف کی سزا میں حد لگانے کی شرطیں:

قذف کے جرم میں حد لگانے کی شرط یہ ہے کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہو وہ محصن یعنی عاقل، بالغ، آزاد، مسلمان اور زنا سے پاک ہو (دیکھئے لفظ احصان) ہاں اگر کسی کافر پر جو کسی مسلمان کا باپ یا اس کی ماں ہو تہمت لگائی جائے گی تو تہمت لگانے والے پر حد جاری کی جائے گی اور یہ صرف مسلمان کی عزت و حرمت کی خاطر کی جائے گی۔ عبدالرزاق کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے بعد آنے والے خلفاء مسلمان کی عزت و حرمت کی خاطر اس شخص کو کوڑے لگاتے تھے جو کسی مسلمان کی ماں کو زنا کار کہہ کر پکارتا اگرچہ ماں یہودی یا نصرانی ہی کیوں نہ ہوتی [2]۔

### ۳۔ حد قذف:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں قاذف یعنی تہمت لگانے والے کی سزا کا اس طرح ذکر فرمایا ہے (والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعہ شہداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ و لاتقبلوا لھم شہادۃ ابداً و اولئک ھم الفاسقون اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ پیش نہیں کرتے انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔ سورۃ نور آیت ۵) اور چونکہ غلام کے حق میں آدھی حد رہ جاتی ہے اس لئے حضرت ابو بکرؓ غلام کو

---

[1] کنز العمال جلد ۲، ص ۲۰۷۔ المحلی جلد ۱۱، ص ۲۸۲۔

[2] عبدالرزاق جلد ۷، ص ۴۳۵۔

حد قذف میں صرف چالیس کوڑے مارتے تھے جو آزاد کے حق میں نصف ہے عبدالرحمٰن بن عامر بن ربیعہ ؓ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ حد قذف میں غلام کو صرف چالیس کوڑے مارتے تھے [1]

۴۔ رہا سب و شتم اور گالی گلوچ تو اس میں حضرت ابوبکرؓ کی رائے میں کوئی سزا نہیں ہے (دیکھئے لفظ سب)

## قرء : حیض

حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کی آیت (والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین قروء تک روکے رکھیں گی) میں قروء کی تفسیر حیض سے کی ہے [2]

## قرآن : قرآن مجید

### تمہید

کاتبین وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کپڑوں کے ٹکڑوں، باریک سفید پتھروں اور کھجور کی برگ بریدہ شاخوں وغیرہ پر قرآن مجید لکھ لیا کرتے تھے باقی صحابہ میں سے کچھ تو کپڑے کے ٹکڑوں پر قرآن کی نقل کر لیتے اور بعض اپنے سینوں میں حفظ کے ذریعے محفوظ کر لیتے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو کتابت و حفظ قرآن کی یہی کیفیت تھی۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں جب مسلمانوں کے لشکر مرتدین کے خلاف معرکہ آرائی کے لئے روانہ ہوئے اور مسلمانوں کو بنی حنفیہ کے مسیلمہ کذاب اور اس کی قوم کے مرتد حمایتوں کے خلاف نبرد آزما ہونا پڑا تو صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت جس میں ستر حافظ قرآن بھی تھے اس معرکے میں شہید ہو گئی۔ اس وقت حضرت عمرؓ کو خیال آیا کہ حفاظ قرآن شہید ہو گئے تو لوگوں میں قرآن کے بارے میں اختلاف ہو جائے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ ضائع ہو جائے۔ یا اس کی آیات کی ترتیب میں اختلاف پیدا ہو جائے کیونکہ اس کی کتابت کسی کتاب میں تو ہوئی نہیں تھی بلکہ کپڑوں کے ٹکڑوں پر ہوئی تھی۔ یہ سوچ کر حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور فرمایا: ”قرآن کے

---

[1] ابن ابی شیبہ جلد ا، ص ۱۲۵۔ المغنی جلد ۸، ص ۲۱۸۔ سنن بیہقی جلد ۸، ص ۲۵۱۔ کنزالعمال جلد ۵، ص ۵۶۱۔

[2] المغنی جلد ۷، ص ۴۵۲۔

معاملے میں لوگوں کو سنبھالو " آپ نے مطالبہ کیا کہ قرآن مجید کو ایک کتاب (مصحف) میں جمع کر دیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: (میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا" حضرت عمرؓ نے کہا: "بخدا قرآن مجید کی اس طرح تحریر بہتر رہے گی" پھر آپ حضرت ابو بکرؓ کو قائل کرتے رہے اور ان پر زور بھی دیتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے قرآن جمع کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو جو کاتبین وحی اور حفاظ قرآن میں سے ایک تھے بلا کر قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کرنے کی ذمہ داری سونپ دی۔ حضرت زیدؓ کو پہلے تو اس کام کے لئے بڑا تردد ہوا لیکن پھر آپ نے اس مہم کو قبول کرتے ہوئے مشہور فقرہ کہا: "اگر یہ لوگ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا ذمہ دار بناتے تو یہ کام میرے لئے زیادہ آسان ہوتا" حضرت عمرؓ نے اس کام میں ان کی پوری مساعدت کی، یہ دونوں حضرات اس وقت تک کوئی آیت قبول نہ کرتے جب تک دو شخصوں کی گواہی نہ لے لیتے بالآخر ان دونوں حضرات نے حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں ہی جمع قرآن کا کام مکمل کر لیا پھر یہ مصحف حضرت ابو بکر کے حوالے کر دیا گیا جسے آپ نے حفظ کر لیا اور جو آپ کی وفات تک آپ کے پاس رہا پھر یہ حضرت عمرؓ کے گھر منتقل کر دیا گیا۔

۱۔ اعراب قرآن:

اعراب قران سے ہماری مراد قرآن مجید کی درست اور فصیح قرات ہے کہ جس میں تمام حروف و حرکات واضح طور پر ظاہر ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے "میرے نزدیک قرآن مجید کی ایک آیت کی درست قرات اسے حفظ کر لینے سے زیادہ پسندیدہ ہے" [۱] اعراب یعنی درست قرات سے حضرت ابو بکرؓ کی مراد واضح اور فصیح قرات ہے۔

۲۔ تفسیر قرآن:

حضرت ابو بکرؓ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں جس کے بارے میں آپ کو علم نہ ہوتا کچھ کہنے سے پہلو بچاتے تھے۔ ایک دن آپ سے باری تعالیٰ کے اس قول (وفاکہۃ وابا) کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے

---

۱۔ کنز العمال جلد ۲، ص ۳۲۷۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۱، ص ۵

فرمایا: ''کونسا آسمان مجھے سایہ دے سکے گا اور کونسی زمین مجھے اٹھا سکے گی اگر میں اللہ کی کتاب کے بارے میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے خود علم نہ ہو'' [1]

۳۔ قرآن مجید میں سجدے:

صحابہ کرامؓ کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا قرآن مجید کی مفصل سورتوں میں سجدہ ہے یا نہیں بعض کا خیال ہے کہ مفصل [2] سورتوں میں کوئی سجدہ نہیں۔ حضرت عمرؓ اس رائے کی حمایت میں پیش پیش ہیں۔ اور بعض حضرات مفصل سورتوں میں تین سجدوں کے قائل ہیں [3]۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس گروہ میں سب سے سربر آوردہ ہیں۔

بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے سورۃ (اذالسماء انشقت) اور سورۃ (اقراء باسم ربک الذی خلق) میں سجدے کئے تھے [4]۔ (دیکھئے لفظ سجود پیرا ۴)

۴۔ قرآنی آیات کے ذریعے تعویذ کرنا (دیکھئے لفظ رقیہ، پیرا ۲)

۵۔ قرآن مجید کی فروخت (دیکھئے لفظ بیع، پیرا ۴)

---

[1] ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۱۶۴۔ کنز العمال جلد ۲، ۳۲۷۔

[2] سورہ قٓ اور بعض کے نزدیک سورہ الحجرات سے لے کر سورہ الناس تک کی سورتوں کو مفصل کہا جاتا ہے۔ مترجم۔

[3] المغنی جلد ۱، ص ۶۱۶۔

[4] سنن بیہقی جلد ۲، ص ۳۱۶۔

## قرابہ : رشتہ داری

۔ رشتہ داری کی بنیاد پر وراثت کا حق (دیکھئے لفظ ارث. پیرا ۱ جز۔ الف)

۔ رشتہ داروں پر خرچ کرنا (دیکھئے لفظ نفقہ، پیرا ۱)

## قران : ملا دینا، اکٹھا کر دینا

حج میں قران (دیکھئے لفظ حج پیرا ۱۲ و پیرا ۳، جز۔ ب)

## قرض : قرض

کوئی چیز اس طرح لینا کہ اس جیسی چیز واپس کر دی جائے گی قرض ہے۔

بیت المال سے قرض لینا (دیکھئے لفظ امارۃ پیرا ۵، جز۔ ھ)

## قریش : قبیلہ قریش

۔ خلافت قریش میں ہی رہے گی جب تک وہ اللہ کی اطاعت کرتے رہیں گے (دیکھئے لفظ امارہ، پیرا ۲)

## قسامہ : قسم جو کسی کو دی جائے

قسامت ان قسموں کو کہا جاتا ہے۔ جو مقتول کے کسی محلے میں پائے جانے اور قاتل کے نامعلوم ہونے کی صورت میں دی جاتی ہیں۔ ((دیکھئے لفظ جنایہ، پیرا ۲، جز۔ ج)

## قسمۃ: تقسیم کی چیز

حضرت ابوبکرؓ تقسیم پر اجرت لینے کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میں اس غزوہ میں یعنی غزوہ ذات السلاسل جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو بھیجا تھا. حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا ہمارا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جنہوں نے اونٹنی ذبح کر رکھی تھی لیکن وہ اس کے ٹکڑے کرنا نہیں جانتے تھے. میں چونکہ قصاب کا کام جانتا تھا اس لئے میں نے ان سے کہا اگر تم اس کا دسواں حصہ مجھے دے دو تو میں تمہارے لئے اس کی بوٹیاں کر کے اسے تقسیم کر دوں گا۔ وہ راضی ہو گئے میں نے چھری لی اور اونٹنی کے ٹکڑے کر دیئے. ایک ٹکڑا لے کر اپنے رفقاء کے پاس واپس آگیا۔ ہم نے گوشت پکا کر کھا لیا. حضرت ابوبکرؓ نے پوچھ لیا کہ یہ گوشت کہاں سے آیا میں نے سارا واقعہ سنا دیا یہ سن کر

دونوں حضرات نے فرمایا: "عوف بخدا تم نے اچھا نہیں کیا کہ ایسا گوشت ہمیں کھلا دیا" پھر دونوں نے قے کر کے سب کچھ باہر نکال دیا" [۱] حضرت ابو بکرؓ نے اس لئے قے کے ذریعے سب کچھ نکال دیا کہ ان کی رائے یہ تھی کہ عوف نے جو گوشت تقسیم کرنے کی اجرت کے طور پر لیا تھا، اس کا لینا درست نہیں تھا

## قصاص: بدلہ لینا

قصاص کا مطلب ہے کہ مجرم کے ساتھ سزا دیتے وقت وہی سلوک کیا جائے جو اس نے جرم کرتے وقت دوسرے کے ساتھ کیا ہو۔ (دیکھئے لفظ جنایہ. پیرا ۷. جز۔ الف)

قصاص میں مثلہ کرنا (دیکھئے لفظ مثلہ. پیرا۔ ۲)

— قصاص کا سرایت کر جانا یعنی ملنے والی سزا کی تاب نہ لا کر مجرم کا مر جانا (دیکھئے لفظ سرایہ)

## قضاء. فیصلہ کرنا

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ اپنے جھگڑوں کے فیصلے کروانے اور سزائیں دلوانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرتے تھے۔ آپ کے بعد اس کام کی ذمہ داری خلفائے راشدین پر آ پڑی یا پھر صحابہ کرامؓ میں سے ایسے اشخاص جو فتویٰ دے سکتے تھے۔ لوگوں کو، ماسوائے سزاؤں کے، مختلف مسائل میں فتویٰ دیتے تھے۔ چونکہ لوگوں کے دل و دماغ پر شرعی احکامات کی حکمرانی تھی اس لئے ان حضرات میں سے کسی ایک کا فتویٰ عدالتی حکم کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے خلیفہ اول ابو بکرؓ نے قاضیوں کے تقرر کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کی۔ اسی طرح خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو بھی اپنی خلافت کے اواخر تک اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ عبدالرزاق نے اپنی کتاب مصنف عبدالرزاق میں روایت کی ہے: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک کسی کو قاضی مقرر نہیں کیا. نہ ہی حضرت ابو بکرؓ نے اور نہ ہی حضرت عمرؓ نے ہاں حضرت عمرؓ سلطنت کے معاملات کی وسعت کی وجہ سے اپنی خلافت کے آخری دور میں حضرت علیؓ سے لوگوں کے بعض معاملات نمٹانے میں ہاتھ بٹانے کے لئے کہا تھا" [۲]۔ ابن سعدؒ نے اپنی کتاب طبقات میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے شہروں

---

[۱] سیرت ابن اسحاق فی غزوہ ذات السلاسل۔ البدایہ والنہایہ جلد ۴، ص ۲۷۵۔

[۲] مصنف عبدالرزاق جلد ۸، ص ۳۰۲۔ اخبار القضاۃ جلد ۱، ص ۱۰۵۔

میں قاضیوں کا تقرر کیا. شاید حضرت ابو بکرؓ کو بھی عنان خلافت سنبھالتے وقت کثیر تعداد میں عربوں کی اسلام سے مخالفت دیکھ کر خیال آیا ہو کہ قاضیوں کا تقرر ضروری ہو گیا ہے۔ اس لئے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: "مجھے کچھ معاونین کی ضرورت ہے" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "قضاء کا معاملہ میں سنبھالتا ہوں" حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے فرمایا: "بیت المال کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں" اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو مدینہ کے قضاء اور حضرت ابو عبیدہ کو بیت المال کی ذمہ داری سونپ دی۔ حضرت عمرؓ ایک سال تک اس منصب پر فائز رہے لیکن اس دوران ایک شخص بھی آپ کے پاس نہیں آیا. اس پر حضرت ابو بکرؓ کو یقین ہو گیا کہ ابھی تک لوگ نیکی کی راہ پر گامزن ہیں۔ اس لئے آپ نے پھر کسی کو قاضی مقرر نہیں کیا"[1]۔

۲۔ قاضی کا کسی اور کو نائب بنا لینا:

قاضی کے لئے جائز ہے کہ کسی خاص مقدمے میں غور کرنے یا اس کی تحقیق کے لئے کسی اور کو اپنا نائب نامزد کر دے۔ پھر اس مقدمے میں اس کا نائب جو فیصلہ کر دے تو قاضی کو اس کے نفاذ کا اختیار ہو گا۔ ابن ماجدہ سہمیؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میری ایک شخص سے لڑائی ہو گئی میں نے اس کے کان کا ایک حصہ کاٹ دیا, حضرت ابو بکرؓ حج پر تشریف لائے تو یہ مقدمہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: "کہ ذرا دیکھو یہ جھگڑا قصاص کی حد تک پہنچ گیا ہے" حضرت عمرؓ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے حجام کو بلوانے کے لئے کہا. جب حضرت عمرؓ نے حجام کا نام لیا تو حضرت ابو بکرؓ فوراً بول اٹھے: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے! "میں نے اپنی خالہ کو ایک غلام بطور ہبہ دیا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے میری خالہ کے لئے برکت کا سبب بنائے گا. لیکن میں نے اسے حجام یا قصاب یا سنار بنانے سے منع کر دیا ہے۔" [2]

۳۔ فیصلوں کے مصادر:

حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک استناد کے لحاظ سے شرعی احکام کے مصادر کی ایک درجہ بندی ہے جس

---

[1] اخبار القضاۃ جلد ۱، ص ۱۰۴۔

[2] اخبار القضاۃ جلد ۱، ص ۱۰۲

میں سب سے پہلے قرآن مجید، پھر سنت رسولؐ، پھر اجتہاد کا درجہ ہے۔ امام بیہقی نے حضرت ابو بکرؓ سے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے۔ کہ اگر آپ کے سامنے کوئی جھگڑا پیش ہوتا تو اس کا حکم معلوم کرنے کے لئے کتاب اللہ کو دیکھتے اگر وہاں حکم مل جاتا تو اس کے مطابق جھگڑے کا فیصلہ کر دیتے اگر کتاب اللہ میں حکم نہ ملتا تو سنت رسول میں حکم تلاش کرتے اگر حکم مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے اگر سنت رسول میں حکم نہ ملتا تو پھر لوگوں سے پوچھتے کہ آیا انہیں اس قسم کے جھگڑے میں حضورؐ کا کوئی فیصلہ معلوم ہے؟ بعض دفعہ پورا گروہ حضورؐ کے فیصلے کی گواہی دیتا تو آپ بھی وہی فیصلہ صادر کر دیتے اور فرماتے۔ "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارے درمیان ایسے لوگ پیدا فرمائے جنہیں ہمارے پیارے نبی کی باتیں یاد ہیں" اگر اس میں بھی ناکامی ہوتی تو علماء اور سربر آوردہ مسلمانوں کا اجلاس طلب کر کے ان سے مشورہ کرتے، اگر اہل مجلس کا کسی ایک بات پر اتفاق ہو جاتا تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اگر اتفاق نہ ہوتا تو پھر اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور فرماتے۔ "اگر درست فیصلہ ہوا ہے تو من جانب اللہ ہے اور اگر غلط ہوا ہے تو یہ کوتاہی میری طرف سے ہوئی ہے اور میں اللہ سے اس کی معافی مانگتا ہوں" [1]

۴۔ قاضی (عدالت) کے سامنے حق ثابت کرنے کے ذرائع:

جب قاضی یا عدالت کے سامنے کسی کا حق ثابت ہو جائے تو قاضی یا عدالت پر اس کا فیصلہ دے دینا واجب ہو جاتا ہے۔ کوئی حق مندرجہ ذیل طریقے سے ثابت ہوتا ہے۔

ا۔ گواہی:۔۔ گواہی کے ذریعے حق ثابت ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ (دیکھئے لفظ شہادۃ)

ب۔ اعتراف:۔۔ مجرم کے اعتراف پر ثبوت حق پر بھی اجماع ہے (دیکھئے لفظ اقرار)

ج۔ قسم: گواہی اور اعتراف کی عدم موجودگی میں قسم کے ذریعہ بھی حق ثابت ہو جاتا ہے۔

د۔ قسم کے ساتھ گواہی:۔۔ یہ اس صورت میں ہو گا جب گواہی کا نصاب پورا نہ ہوتا ہو۔ مثلاً مدعی نے ایک گواہ پیش کیا اب قاضی اس سے مطالبہ کرے گا کہ وہ قسم بھی

---

[1] کنز العمال جلد ۱۰، ص ۲۹۸۔

کھائے۔ اگر مدعی قسم کھالے گا تو قاضی اس کے حق میں فیصلہ دے دے گا۔ اگر مدعی قسم کھانے سے انکار کرے تو مدعا علیہ کو قسم اٹھانا پڑے گی۔ عبداللہ بن عامرؓ سے روایت ہے: "میں نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو گواہ کے ساتھ حلف پر فیصلہ کرتے ہوئے دیکھا ہے" [۱]

ھ۔ علم قاضی: ۔ حضرت ابو بکرؓ سے یہ منقول ہے کہ قاضی اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر حدود میں فیصلہ نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا: "اگر مجھے کوئی ایسا شخص مل جائے جس کے بارے میں مجھے معلوم ہو کہ اس پر حد جاری ہوگی تو اس پر تنہا (اپنی معلومات کی بناء پر) حد جاری نہیں کروں گا اور نہ ہی کسی کو اس پر حد جاری کرنے کے لئے کہوں گا۔ جب تک میرے ساتھ اس گواہی میں دوسرا آدمی شامل نہ ہو جائے" [۲] (دیکھئے لفظ حد، پیرا ۴، جز۔ ج)

## قطع: کاٹنا

چوری میں قطع ید (دیکھئے لفظ سرقہ، پیرا ۵، جز۔ الف)

## قعود: بیٹھنا، قعدہ کرنا

۱۔ نماز میں تشہد کے لئے قعدہ کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۷، جز۔ ز)

۲۔ کسی شخص کی جگہ جا کر بیٹھ جانا۔ یہ بات مکروہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو اپنی جگہ سے اٹھتا دیکھ کر اس کی جگہ جا کر بیٹھ جائے۔ حضرت ابو بکرؓ کو گواہی دینے کے لئے بلایا گیا، آپ کو آتا دیکھ کر ایک شخص اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا آپ نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ ہم کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھتا دیکھ کر اس کی جگہ جا کر بیٹھ جائیں" [۳]

---

[۱] سنن بیہقی جلد ۱۰، ص ۲۷۳۔ کنز العمال جلد ۵، ص ۸۲۵۔ المغنی جلد ۹ ص ۱۵۱۔

[۲] سنن بیہقی جلد ۱۰، ص ۱۴۴۔ المحلی جلد ۹، ص ۴۲۶۔ الخراج لابی یوسف، ص ۲۱۲۔ کنز العمال جلد ۵، ص ۵۶۸۔ کشف الغمہ جلد ۲، ص ۱۴۱۔

[۳] کنز العمال جلد ۹، ص ۲۴۲۔

## قنوت : اطاعت کرنا

اللہ کے سامنے خاکساری کا اظہار کرنا

- صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا ( دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۷، جز۔ ک )

وتر کی نماز میں قنوت پڑھنا ( دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۷، جز۔ ل )

## قَوَد : بدلہ، انتقام

۱۔ تعریف :

قصاص کو قود کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا وجوب :

اگر بدلہ اس قسم کا ہو کہ اس کا لینا ممکن ہو اور جس کی خاطر بدلہ لیا جارہا ہو وہ معاف بھی نہ کرے تو ایسی صورت میں قصاص یا بدلہ لینا واجب ہو گا چاہے وہ شخص جس سے بدلہ لیا جارہا ہو سردار ہو یا عام انسان۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی ذات سے بدلہ لینے کی اجازت دی [۱]۔ آپ نے ایک شخص کی یہ شکایت سن کر کہ فلاں عامل نے ظلماً میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے فرمایا: "اگر تمہاری بات درست ہے تو میں اس سے ضرور تمہارا بدلہ لوں گا" [۲]۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ایک دفعہ صدقات کے اونٹوں کی تقسیم کے لئے اونٹوں کے ایک باڑے میں داخل ہوئے حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ کوئی شخص میری اجازت کے بغیر یہاں نہ آئے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ صدقات کے اونٹ تقسیم ہو رہے ہیں تم یہ نکیل لے کر وہاں جاؤ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کوئی اونٹ عطا کر دے۔ شوہر وہاں چلا گیا تو دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اونٹوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے اونٹوں میں داخل ہو گیا حضرت ابو بکرؓ نے جو اسے دیکھا تو فرمایا تم یہاں کیوں آئے ہو؟ اور پھر نکیل اس سے لے کر اسے ضرب لگائی۔ پھر جب فارغ ہو گئے تو اس شخص کو بلا کر نکیل واپس کر دی اور فرمایا کہ اپنا بدلہ لے لو۔ لیکن عمرؓ نے مداخلت کرتے ہوئے فرمایا بخدا یہ بدلہ نہیں لے گا اور پھر حضرت ابو بکرؓ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ اس کو دستور العمل نہ بنائیں۔

---

[۱] عبدالرزاق جلد ۹، ص ۴۶۹۔ کنز العمال جلد ۱۵، ص ۶۹ ۷۱۔

[۲] المغنی جلد ۷، ص ۶۶۳۔

حضرت ابو بکرؓ نے جواب میں کہا پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے میرا کون ضامن بنے گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا اسے کچھ دے دلا کر راضی کر لیں. اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کو ایک سواری کجاوے کے ساتھ، ایک چھولدار چادر اور پانچ دینار لا کر دے۔ اس طرح آپ نے اس شخص کو راضی کر لیا [1]

۳۔ بدلہ لینے کی نیت:

مجرم سے اس طریقے سے بدلہ لیا جائے جس طریقے سے اس نے جرم کیا تھا۔ جس شخص نے تلوار سے کسی کو قتل کرنے کا جرم کیا ہو اسے بدلے میں تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ جس شخص نے کسی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا ہو تو اس کا بھی سر دو پتھروں کے درمیان کچلا جائے گا۔ اس طرح یہ اگرچہ مثلہ کی ایک صورت ہے لیکن یہ مثلہ قابل گرفت نہیں ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "انسانی لاشوں کے مثلہ سے اجتناب کرو کیونکہ یہ گناہ ہے اور نفرت دلانے والی بات ہے۔ البتہ قصاص میں تم ایسا کر سکتے ہو" [2]

۴۔ قصاص اگر سرایت کر جائے جس کی وجہ سے مجرم کی ہلاکت ہو جائے تو ایسی صورت میں کسی پر کچھ عائد نہیں ہوگا۔ (دیکھئے لفظ جنایہ. پیرا ۷. جز۔ الف)

---

[1] کنز العمال جلد ۵، ص ۵۹۶۔

[2] کنز العمال جلد ۵، ص ۵۶۹۔

# حرف الکاف
# ک

## کافر: کافر
(دیکھئے لفظ کفر)

## کتابی: اہل کتاب
- یہودی یا نصرانی کو کتابی کہتے ہیں۔
- کتابی سے جزیہ قبول کرنا (دیکھئے لفظ جزیہ پیرا ۳)

## کعبہ: کعبہ
کعبہ پر غلاف چڑھانا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کتان کا کپڑا اور یمنی چادروں کا غلاف کعبہ پر چڑھایا تھا [1]

## کفاءۃ: برابری، مساوات
حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک عرب کے تمام لوگ نکاح کے معاملے میں ایک دوسرے کے کفو یعنی ہمسر تھے۔ اس لئے آپ نے اپنی بہن کا نکاح جو کہ قریش سے تھیں ایک کندی اشعث بن قیس سے کر دیا تھا۔ [2] (دیکھئے لفظ نکاح، پیرا ۵)

---

[1] عبدالرزاق جلد ۵، ص ۸۹۔
[2] المغنی جلد ۶، ص ۴۸۴۔

## کفارۃ : کفارہ ادا کرنا

گناہ کو مٹانے کے لئے اللہ کے بتائے ہوئے ذریعے کا استعمال کفارہ کہلاتا ہے۔

قسم کا کفارہ (دیکھئے لفظ یمین پیرا ۱)

## کفر : انکار کرنا

۱۔ اسلام کا انکار کفر کہلاتا ہے۔

۲۔ مسلمانوں اور کافروں کے مابین توارث میں کفر کی رکاوٹ (دیکھئے لفظ ارث پیرا ۳ جز۔ ب)

مسلمان کو اسلام سے کفر کی طرف خارج کر دینے والے امور (دیکھئے لفظ ردۃ) اور (دیکھئے لفظ صلاۃ. پیرا ۲)

کافروں سے جنگ (دیکھئے لفظ جہاد)

کافر محصَن نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ احصان. پیرا ۲)

کافر عورت کا مسلمان خاتون کے جسم کے پوشیدہ حصوں پر نظر پڑنا (دیکھئے لفظ حجاب)

مسلمان بیٹے کی کافر ماں پر تہمت لگانے پر حد قذف جاری ہونا (دیکھئے لفظ قذف. پیرا ۲)

## کفن : کفن

میت کو کفن پہنانا (دیکھئے لفظ موت. پیرا ۴)

## کلام : بول چال، گفتگو

۱۔ تعریف :

کلام کا مطلب با معنی حروف کا زبان سے ادا کرنا ہے۔

۲۔ گفتگو سے اپنے آپ کو روک لینا :

زمانہ جاہلیت میں لوگ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے چپ کا روزہ رکھ لیتے تھے۔ اسلام نے یہ رسم منسوخ کر دی اور مسلمان کو چپ کا روزہ رکھنے کی ممانعت کر دی۔ حضرت ابو بکرؓ قبیلہ احمس کی ایک خاتون کے خیمے میں داخل ہوئے جس کا نام زینبؓ تھا آپ نے دیکھا کہ وہ بات کرنے سے گریز کر رہی ہے پوچھا کہ یہ بولتی کیوں نہیں ہے۔ عرض کیا گیا کہ اس نے چپ رہ کر حج کرنے کی

نیت کی ہے۔ آپ نے اسے چپ کا روزہ توڑنے اور بات کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلام میں یہ درست نہیں ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی باتیں ہیں۔ یہ سن کر اس خاتون نے بات کرنا شروع کر دیا [1] (دیکھئے لفظ نذر، پیرا ۲) اور (دیکھئے لفظ اسلام، پیرا ۳)

۳۔ بری بات پر سزا دینا (دیکھئے لفظ تعزیر، پیرا ۲ جز۔ ب، اور پیرا ۳، جز۔ الف)

خطبہ کے دوران خطیب سے باتیں کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۱۰ جز ب، فقرہ ۳)

قوت گویائی سلب کرنے والا جرم اور اس کی سزا (دیکھئے لفظ جنایہ پیرا ۴، جز۔ ب)

## کالب : کتا

حضرت ابو بکرؓ نے کتوں کو ہلاک کرنے کا حکم دیا تھا، عبداللہ بن جعفرؓ کا کتا حضرت ابو بکرؓ کے پلنگ کے نیچے تھا عبداللہؓ نے کہا: "ابو! میرا کتا؟" اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "میرے بیٹے کے کتے کو ہلاک نہ کرو" پھر آپ کے کہنے پر وہ کتا وہاں سے ہٹا دیا گیا [2]

---

[1] المغنی جلد ۳، ص ۲۴۰۔ المحلی جلد ۸، ص ۵۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۵۶ کنزالعمال جلد ۱۶، ص ۲۲۷

[2] کنزالعمال جلد ۱۵، ص ۱۰۱۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت جعفر طیار کی شہادت کے بعد ان کی بیوہ اسماء بنت عمیس سے نکاح کیا تھا حضرت جعفر طیار کا بیٹا عبد اللہ اپنی ماں کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے گھر آگیا تھا اور حضرت ابو بکرؓ نے اس کی پرورش کی ذمہ داری لے لی تھی۔

# حرف الام
# ل

## لباس : لباس

خلیفہ کا امتیازی لباس نہ پہننا ( دیکھئے لفظ امارۃ. پیرا ۴. جز۔ ب )

حج کا احرام باندھنے والے کا لباس ( دیکھئے لفظ حج. پیرا ٦. جز۔ الف )

انگوٹھی پہننا ( دیکھئے لفظ خاتم )

## لحیۃ : داڑھی

تعزیر میں داڑھی مونڈ دینا ( دیکھئے لفظ سرقہ. پیرا ۳. جز۔ ب فقرہ ۳ )

مال غنیمت میں چوری کرنے والے کی داڑھی مونڈ دینا ( دیکھئے لفظ غلول. پیرا ۲ )

## لسان : زبان

زبان کو نقصان پہنچانے والا جرم اور اس کی سزا ( دیکھئے لفظ جنایہ. پیرا ۴. جز۔ ب )

## لطم : طمانچہ

کسی کو طمانچہ مارنا اور اس زیادتی کی سزا ( دیکھئے لفظ جنایہ. پیرا ٦ )

## لعاب : لعاب

لعاب جسم سے پیدا ہوتا ہے اگر جانور پاک ہو گا تو اس کا لعاب بھی پاک ہو گا۔ لعاب کے بارے میں یہی عام کلیہ ہے۔ اس بنا پر انسان کا لعاب پاک ہے کیونکہ انسان پاک ہوتا ہے۔ اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت حسن بن علیؓ ( حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے نواسے) کو اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا اور ان کا لعاب بہ رہا تھا۔ حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے جاتے۔ "واہ رے واہ! میرا باپ تجھ پر قربان تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے علی کے مشابہ نہیں ہے" حضرت علی سن کر ہنستے جاتے [1] اگر لعاب دہن ناپاک ہوتا تو حضرت ابو بکرؓ کبھی اسے اپنے کندھے پر نہ بہنے دیتے۔

## لَعن : لعنت کرنا

مسلمان کو ہر حال میں لعنت کی ممانعت (دیکھئے لفظ حد. پیرا ۲)

## لواطہ : عمل قوم لوط

### ۱۔ تعریف :

ایک مذکر کا دوسرے مذکر کے دبر میں جنسی عمل لواطت کہلاتا ہے۔

### ۲۔ اس کا حکم اور سزا :

اللہ تعالٰی نے جنسی عمل کو دو شرطوں کے ساتھ حلال قرار دیا ہے۔ پہلی یہ ہے کہ حلال طریقے سے عقد میں آنے والی عورت کے ساتھ یہ عمل سرانجام پائے اور دوسری شرط یہ ہے کہ یہ عمل اس کے فرج میں ہو اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔ (نسا کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ۔ سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۲۲۳) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالٰی نے عورت کو وطی یعنی عمل جنسی کا محل قرار دے کر نسوانی عضو تناسل یعنی فرج کو اس عمل کا مقام مقرر کیا ہے۔ اگر کوئی شخص یہی عمل عورت کے دبر میں کرتا ہے تو اس کا یہ فعل حرام ہو گا۔ کیونکہ دبر عمل جنسی کے لئے مقام نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (جو شخص عورت کے دبر میں جنسی عمل کرتا ہے۔ وہ ملعون ہے) [2] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے شخص کے بارے میں ارشاد ہے (یہ عمل قوم لوط کے گھناؤنے فعل کی ایک ہلکی شکل ہے) [3] اور جب کوئی مرد کسی دوسرے مرد کے ساتھ اس فعل کا ارتکاب کرے تو وہ ایسی حرامکاری کرے

---

[1] المغنی جلد ۱، ص ۸۴۔

[2] سنن ابی داؤد۔ مسند احمد۔

[3] مسند احمد۔

گا۔ جو بہت زیادہ سنگین اور گھناؤنی ہوگی۔ اس لئے عورت کے ساتھ غیر فطری عمل درست نہیں حالانکہ وہ فطری عمل کے لئے محل و مقام ہے۔ تو پھر مرد کے ساتھ اس عمل کی کیا حیثیت ہوگی جب کہ وہ سرے سے اس عمل کے لئے محل و مقام ہی نہیں ہے۔

عمل جنسی کا یہ غیر فطری طریقہ عربوں میں نامعلوم تھا بلکہ عرب اسے انتہائی قبیح حرکت سمجھتے تھے۔ اس لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یہ جان کر انتہائی حیرانی ہوئی کہ عرب کے ایک علاقے میں ایک مرد ایسا بھی ہے جس کے ساتھ غیر فطری عمل کیا جاتا ہے۔ آپ نے فوری طور پر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں مراسلہ بھیجا، حضرت ابو بکرؓ نے فوری طور پر اکابر صحابہؓ کو جمع کر کے ایسے شخص کی سزا کے بارے میں مشورہ کیا، حضرت علیؓ نے اس موقعہ پر فرمایا: "یہ گناہ ایسا ہے جس کا ارتکاب صرف ایک امت یعنی قوم لوط نے کیا تھا، اللہ نے انہیں اس کی جو سزا دی تھی وہ سب کو معلوم ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلا دیا جائے" تمام صحابہ کرامؓ نے اس رائے پر صاد کیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو یہی سزا لکھ بھیجی، حضرت خالدؓ نے اس شخص کو پکڑ کر آگ میں جلا دیا۔ [1]

[1] کشف الغمہ جلد ۲، ص ۱۳۴۔ کنز العمال جلد ۵، ص ۴۶۹۔ المغنی جلد ۸، ص ۱۸۸۔

# حرف المیم
# م

## ماء : پانی

سمندر کا پانی پاک اور مطہر یعنی پاک کرنے والا ہے۔ اس سے وضو کرنا جائز ہے حضرت ابو بکرؓ سے سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردار یعنی مچھلی حلال ہے" [1]

## ماشیۃ : مویشی

مویشیوں کی زکوۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ. پیرا ۴. جز۔ ج)

## المولفۃ قلوبہم : ایسے لوگ جن کی تالیف قلب کی جائے

مولفہ قلوب کو زکوۃ دینا (دیکھئے لفظ زکاۃ، پیرا ۷. جز۔ ب)

## مباشرۃ : جماع کرنا، ہاتھ لگانا

احرام والے کو شہوت جنسی کے تحت بیوی کو ہاتھ لگانے کی ممانعت (دیکھئے لفظ حج. پیرا ۶. جز۔ ج)

## مُثلۃ : ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالنا

۱۔ تعریف :

سزا کے طور پر بعض اعضاء کو کاٹ دینے یا مسخ کرنے کو مثلہ کہتے ہیں۔

---

[1] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۲۲۔

۲۔ اس کا حکم :

قصاص یا حد کے سوا کسی اور صورت میں مثلہ کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اس لئے کہ قصاص میں مماثلت ہوتی ہے۔ اس لئے جو شخص کسی کا ہاتھ کاٹ لے گا اس کا ہاتھ قصاص میں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح جو شخص چوری کرے گا۔ اس کا ہاتھ بھی چوری کی حد میں کاٹ دیا جائے گا۔ اگرچہ ہاتھ کاٹنا مثلہ ہے۔ حضرت مہاجر بن ابی امیہؓ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں یمامہ کے امیر تھے۔ ان کے سامنے دو گانے والی عورتیں پیش کی گئیں ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب و شتم کے گانے گاتی تھی۔ انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور اگلے دانت اکھیڑ دیئے۔ دوسری عورت مسلمانوں کے ہجو میں اشعار گاتی تھی۔ انہوں نے اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا اور اگلے دانت اکھیڑ دیئے۔ حضرت ابو بکرؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی آپ نے والی یمامہ کو خط لکھا " مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب و شتم میں گانے والی کو فلاں سزا دی ہے اگر اس معاملے میں تم سبقت نہ کر جاتے تو میں تمہیں اس کے قتل کا حکم دیتا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کے خلاف دریدہ دہنی کی سزا عام سزاؤں کی طرح نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سخت ہونی چاہئے) اگر کوئی مسلمان اس فعل کا مرتکب ہو گا تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اگر کوئی معاہد اس کا مرتکب ہو گا تو وہ حربی اور معاہدہ توڑنے والا بن جائے گا۔ (یعنی اس کو قتل کر دینا ہی درست ہو گا۔ مترجم) رہی وہ عورت جو مسلمانوں کے ہجو میں اشعار گاتی ہے اگر وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو اسے ایسی سزا دو جو مثلہ سے کم ہو اور اگر وہ ذمی ہے تو مجھے اپنی جان کی قسم اس کو معاف کر دینا شرک سے بڑھ کر گناہ ہے۔ اور اگر میں اس جیسے معاملے میں تمہارے بارے میں اقدام کرتا تو تم پریشانی میں پڑ جاتے "...... آپ نے اس خط میں یہ بھی لکھا۔ "انسانوں کا مثلہ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ گناہ کا کام ہے اور اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے ہاں اگر قصاص کا معاملہ ہو تو پھر اس کی اجازت ہے" [1]۔

## مجوس : مجوسی، آتش پرست

مجوسیوں کو ذمی بنانے کا معاہدہ اور ان سے جزیہ وصول کرنا (دیکھئے لفظ جزیہ۔ پیرا ۳)

---

[1] المحلی جلد ۱۱، ص ۴۰۹۔ کنز العمال جلد ۵، ص ۵۶۸ ۔ ۵۶۹۔

## مرأة : عورت

۱۔ زیب و زینت کی طرف عورت کا طبعی میلان ہوتا ہے حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے: "عورتوں کو دو سرخ چیزوں نے تباہ کیا ایک سونا اور دوسرا زعفران" [۱]

۲۔ حدود میں عورتوں کی گواہی (دیکھئے لفظ حد. پیرا ۴. جز۔ ب اور لفظ شہادۃ. پیرا ۲. جز۔ ج)
مرد کا عورت کو سلام کرنا (دیکھئے لفظ سلام. پیرا ۳)
مرتد عورت کا قتل (دیکھئے لفظ ردۃ. پیرا ۴)
عورت کے لئے پردہ (دیکھئے لفظ حجاب)
عورت کا عید کی نماز کے لئے جانا (دیکھئے لفظ صلاۃ پیرا ۱۱. جز۔ الف)
حیض و نفاس والی عورت کا احرام باندھنے کے لئے غسل کرنا (دیکھئے لفظ حج. پیرا ۴)

## مرض : بیماری

۱۔ حضرت ابو بکرؓ جذامی کے ساتھ کھانا کھالیا کرتے تھے [۲]

۲۔ مرض الموت میں مریض پر پابندی (دیکھئے لفظ حجر)
مریض کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ. پیرا ۸)
مریض کا ہبہ (دیکھئے لفظ ہبہ. پیرا ۵)

## مزارعہ : زمین بٹائی پر دینا

حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ مزارعت اور مساقات (یعنی پیداوار میں کچھ حصہ کے عوض زمین کی دیکھ بھال کرنا) شرعاً درست ہے۔ تاریخی طور پر یہ بات مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کر لیا تو آپ نے وہاں کے باشندوں کے ساتھ یہ طے کیا کہ وہ لوگ وہاں کی زمینوں اور درختوں کی دیکھ بھال و کاشت کریں گے اور انہیں پیداوار کا نصف ملے گا۔ حضور صلی

---

[۱] کنز العمال جلد ۱۶. ص ۲۰۰۔
[۲] عبدالرزاق جلد ۱۰. ص ۴۰۵۔

اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے بھی اہل خیبر سے یہی معاملا رکھا [1] بلکہ حضرت ابو بکرؓ خود اپنی زمین تہائی حصے کی بٹائی پر دیتے تھے [2] ان بیانات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ زمین پر کام کرنے والا زمین کی پیداوار میں ایک معلوم نسبت سے حصہ وصول کرے گا۔ مثلاً چوتھائی یا تہائی وغیرہ۔ یہ درست نہیں ہے کہ اس میں سے کسی ایک کے لئے پیداوار کی ایک معین مقدار مقرر کی جائے مثلاً بیس وسق وغیرہ کیونکہ اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ زمین کی پیداوار ہی اتنی یا اس سے کم ہو۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ تہائی حصے کی بٹائی پر اپنی زمین دیتے تھے۔

## مزدلفہ : مزدلفہ

حاجی مزدلفہ میں کون کون سے شعار ادا کرے (دیکھئے لفظ حج. پیرا ۱۰)

## مسجد : مسجد

### ۱۔ مسجد میں وضو کرنا :

ابن سیرین کا قول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور بعد کے خلفاء مسجد میں وضو کرتے تھے [3]۔

### ۲۔ مسجد میں لہو ولعب :

حضرت ابو بکرؓ مسجد کو لہو ولعب اور فضول باتوں کی جگہ بنانے سے روکتے تھے اس لئے کہ مسجد کی تعمیر کا مقصد اللہ کا ذکر اور اللہ کی عبادت ہے۔ ایک دفعہ آپ نے خطبہ میں فرمایا: "عنقریب ملک شام فتح ہونے والا ہے۔ تم ایک نرم سرزمین میں جاؤ گے جہاں تمہیں پیٹ بھر کر کھانے کو روٹی اور زیتون میسر ہو گا۔ وہاں بہت سی مسجدیں بنائی جائیں گی۔ اس سے بچو کہ اللہ کے علم میں یہ بات آئے کہ تم ان مساجد میں لہو و لعب کے لئے جاتے ہو۔ مسجدیں تو اللہ کے ذکر کے لئے بنائی جاتی

---

[1] المغنی جلد ۵. ص ۳۶۰ ۳۸۴۔ المحلی جلد ۸. ص ۲۱۴۔

[2] کتاب الخراج. ص ۱۰۷۔ کنز العمال جلد ۱۵. ص ۵۳۳۔

[3] المغنی جلد ۳. ص ۲۰۶۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱. ص ۶۔

ہیں"۔ [1]

۳۔ مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی:

(دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۱۵، جز۔ ج)

## مسح: مسح کرنا، ہاتھ پھیرنا

وضو میں موزوں، جوتوں،

پگڑی اور دوپٹے پر مسح کرنا (دیکھئے لفظ وضو، پیرا ۷)

## مسکر: نشہ آور چیز

(دیکھئے لفظ خمر)

## مشی: پیدل چلنا

جنازہ کے ساتھ تیز رفتاری سے جانا (دیکھئے لفظ موت، پیرا ۵، جز۔ ب)

جنازہ کے ساتھ جانے والوں کا جنازہ کے آگے جانا (دیکھئے لفظ موت، پیرا ۵ جز۔ الف)

## مصحف: قرآن مجید

مصحف کی فروخت (دیکھئے لفظ بیع، پیرا ۴)

## معصیۃ: گناہ

کسی گناہ کے کام کی نذر ماننا (دیکھئے لفظ نذر، پیرا ۲)

## مغرب: مغرب، نماز مغرب

نماز مغرب سے پہلے نفل نہ پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۱۳)

مغرب کے وقت روزہ کھولنا (دیکھئے لفظ صیام، پیرا ۲، جز۔ ج)

## مقاصۃ: روک لینا

زکوۃ اور عطاء میں مقاصہ (دیکھئے لفظ زکوۃ، پیرا ۳، جز۔ ب)

## منیٰ: منیٰ

منیٰ میں حاجی کو کون کون سے افعال کرنے ہوتے ہیں (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۸، ۱۱، ۱۲.

---

[1] کنزالعمال جلد ۸، ۳۱۴۔

(۱۳

## مہر: مہر کی رقم

مہر کی پوری رقم ہم بستری یا خلوت صحیح یا موت سے لازم ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ نکاح. پیرا ۶ اور دیکھئے لفظ عدہ. پیرا ۲. جز۔ الف)

## مواشی: مویشی

مویشیوں کی زکوۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ. پیرا ۴. جز۔ ج)

## موت: موت

۔ میت پر آہ و بکا:

بہت سی باتیں ایسی ہیں جو انسان کے بس سے باہر ہیں اور جن پر اللہ تعالیٰ انسان کا محاسبہ نہیں کرے گا۔ ان میں سے ایک غم ہے اور دوسرا آنسو جو ہمیشہ غم کے ساتھ نکل ہی آتے ہیں اور اسی طرح کی اور چیزیں ہیں جن پر ہمارا بس نہیں ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیمؓ کی وفات پر نہ صرف غم کا اظہار کیا بلکہ آنسو بھی بہائے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سعد بن معاذؓ کی وفات پر اس قدر روئے کہ حضرت عائشہؓ کا کہنا ہے کہ جب حضرت سعدؓ وفات پا گئے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ ان کی آوازیں آپس میں گڈمڈ ہو گئیں۔ [1]

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات پر بھی حضرت ابو بکرؓ نے بہت زیادہ آنسو بہائے تھے۔ [2]

لیکن میت پر نوحہ یا بین کرنا تو یہ زمانہ جاہلیت کا ایک فعل ہے جو شریعت میں ممنوع ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نوحہ کو انتہائی ناپسند کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبداللہ کا جب انتقال ہوا تو عورتوں نے نوحہ کیا حضرت ابو بکرؓ گھر سے باہر تعزیت کے لئے آنے والے مردوں کے پاس آئے اور فرمایا: "میں اندر عورتوں کے بین کے لئے آپ لوگوں سے

---

۱۔ المغنی جلد ۲. ص ۵۴۶۔

۲۔ المغنی جلد ۲. ص ۴۷۰ ۵۴۶۔

معذرت خواہ ہوں۔ دراصل زمانہ جاہلیت سے ان کے زمانے کا فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے وہ یہ حرکت کر رہی ہیں۔ حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "زندوں کے آہ وبکاء کی وجہ سے میت پر گرم پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے" [1] آہ وبکا سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مراد نوحہ یا بین ہے۔

۲۔ میت کو رخصت کرنا اور اس کا بوسہ لینا:

میت کو رخصت کرنا اور اس کا بوسہ لینا مشروع ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو وداع کیا تھا اور آپ کا بوسہ بھی لیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: "حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر حضرت ابوبکرؓ سیدھے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی میت کے قریب آئے جس پر دھاری دار چادر پڑی ہوئی تھی، آپ نے چہرہ مبارک سے چادر کو ہٹایا اور جھک کر بوسہ لے لیا اور فرمایا: "اے اللہ کے رسولؐ، آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا" (یعنی اب کبھی آپ کو موت کی تکلیف برداشت نہیں کرنی پڑے گی۔ مترجم)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کی زندگی کتنی پاکیزہ تھی اور آپ کی موت بھی کتنی اچھی ہے" [2]

۳۔ میت کو غسل دینا:

ا۔ میت کو غسل دینے کا حق سب سے زیادہ اس کے رشتہ داروں کو ہے۔ پھر ان میں سے جو جتنا قریب ہو گا اتنا ہی زیادہ حقدار ہو گا، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات پر حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو غسل کون دے گا، آپ نے فرمایا: "رشتہ داروں میں سے جو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زیادہ قریبی ہوں گے وہی غسل دینے کے زیادہ حقدار ہوں گے" [3] ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سے

---

[1] کنز العمال جلد ۱۵، ص ۷۲۹۔

[2] ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۱۵۵۔ المحلی جلد ۵، ص ۱۴۶۔ کنز العمال جلد ۱۵، ص ۷۵۰۔

[3] سنن بیہقی، جلد ۳، ص ۳۹۵

پوچھا گیا: "اے اللہ کے رسول کے رفیق، کیا اللہ کے رسول کا انتقال ہو گیا؟" آپ نے اثبات میں جواب دیا اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غم زدوں کو یہ فرما کر باہر نکل گئے کہ جایئے اور جا کر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو غسل دینے کا انتظام کیجئے۔ [1]

ب۔ انسان کے لئے جائز ہے کہ اپنی میت کو غسل دینے کے لئے کسی خاص انسان کو وصیت کر جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی میت کو ان کی بیوی اسماء بنت عمیس غسل دیں گی۔ [2] چنانچہ آپ کی وفات کے بعد اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا۔ [3] اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ زوجین میں ہر ایک دوسرے کو اس کی وفات پر غسل دے سکتا ہے. جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ موت کی وجہ سے زوجیت کا بندھن نہیں ٹوٹتا۔

۴۔ میت کو کفن پہنانا:

مرد کو تین سفید کپڑوں میں کفنایا جائے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "میں اپنے والد حضرت ابو بکرؓ کے پاس ان کی بیماری میں آئی. مجھے پوچھنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا. میں نے کہا: "تین سفید کچے سوت والے کپڑوں میں جس میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا" فرمانے لگے: "حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کس دن ہوئی تھی؟" میں نے عرض کیا: "اتوار کے دن" فرمایا: "آج کون سا دن ہے؟" میں نے کہا: "آج اتوار ہے" فرمانے لگے "میں توقع کرتا ہوں کہ اب صرف ایک رات باقی رہ گئی ہے" پھر آپ نے بدن پر پہنے ہوئے کپڑے پر نظر ڈالی تو آپ کو اس پر زعفران کا نشان نظر آیا فرمایا: "میرا یہ کپڑا دھو دینا اور اس کے ساتھ دو اور کپڑے ملا کر مجھے کفنا دینا" میں نے عرض کیا: "یہ کپڑا تو بوسیدہ ہو گیا ہے" فرمایا: "زندوں کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے، یہ کفن تو میت کے جسم سے نکلنے والی پیپ کے لئے

---

[1] سنن بیہقی، جلد ۸، ص ۱۴۵

[2] ابن ابی شیبہ، جلد ۱، ص ۱۴۳۔ المغنی، جلد ۲، ص ۵۲۳۔ کشف الغمہ جلد ۱، ص ۱۶۳۔

[3] عبدالرزاق، جلد ۳، ص ۴۰۸۔

ہے "پھر آپ کی وفات سوموار کی رات کو ہوئی اور صبح سے پہلے آپ کی تدفین ہو گئی۔[1] کفن کے اوپر خوشبو وغیرہ کا چھڑکاؤ نہیں کیا جائے گا حضرت ابو بکرؓ نے اس چیز کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا: "میرے کفن کے کپڑوں پر خوشبو نہ لگانا"۔[2]

۵۔ جنازہ کے ساتھ چلنا:

ا۔ حضرت ابو بکرؓ جب کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو جنازے کے آگے آگے چلتے[3] حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اس بارے میں فرمایا: "حضرت ابو بکرؓ کو معلوم تھا کہ جنازے کے پیچھے چلنا جنازے کے آگے چلنے سے افضل ہے لیکن آپ لوگوں کی سہولت کی خاطر ایسا کرتے تھے"[4]

ب۔ جنازہ کو تیز رفتاری سے لے کر جانا: حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ جنازہ کو تیز رفتاری سے لے کر جانا سنت ہے۔ عیینہ بن عبدالرحمٰنؒ نے اپنے والد سے روایت کی ہے، ان کے والد نے فرمایا: "ہم حضرت عثمان بن العاصؓ کے جنازے کے ساتھ آہستہ آہستہ چل رہے تھے، حضرت ابو بکرؓ ہم سے آ ملے اور کوڑا بلند کر کے ہمیں تیز رفتاری سے چلنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: "ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنازے میں اس طرح چلتے کہ گویا رمل کر رہے ہوں"[5] (یعنی تیز تیز قدم اٹھا کر چلتے۔ مترجم)

۶۔ نماز جنازہ:

کن لوگوں کا جنازہ پڑھایا جائے گا، جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ مسجد میں جنازے کی نماز اور نماز جنازہ کی کیفیت ان تمام کے لئے (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۵)

---

[1] بخاری شریف، باب موت یوم الثنین۔ عبدالرزاق، جلد ۳، ص ۴۲۳۔ ابن ابی شیبہ، جلد ۱، ص ۱۴۴۔ الموطا، جلد ۱، ص ۲۲۴۔ سنن بیہقی، جلد ۴، ص ۳۱۔ المحلی، جلد ۵، ص ۱۱۴، ۱۱۹۔ المجموع، جلد ۵، ص ۱۵۳۔ کشف الغمہ، جلد ۱، ص ۲۶۵۔ [2] المغنی، جلد ۲، ص ۴۶۶۔

[3] ابن ابی شیبہ، جلد ۱، ص ۱۴۵۔ عبدالرزاق، جلد ۳، ص ۴۴۵۔ الموطا، جلد ۱، ص ۲۲۵۔ کنزالعمال، جلد ۱۵، ص ۲۱۷۔ المحلی، جلد ۵، ص ۱۶۵۔ کشف الغمہ، جلد ۱، ص ۱۶۶۔ المجموع، جلد ۵، ص ۲۳۸۔

[4] عبدالرزاق، جلد ۳، ص ۴۴۶۔ سنن بیہقی، جلد ۴، ص ۲۵۔

۷۔ میت کی تدفین :

ا۔ دن یا رات کے کسی حصے میں بھی میت کی تدفین ہو سکتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی تدفین رات کے وقت عمل میں آئی تھی۔ [۱]

ب۔ شوہر کو اپنی بیوی کی میت قبر میں اتارنے کا سب سے بڑھ کر حق پہنچتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بیوی کو قبر میں اتارا تھا نہ کہ بیوی کے رشتہ داروں نے [۲]

ج۔ حضرت ابو بکرؓ جب کسی میت کو لحد میں اتارتے تو یہ الفاظ کہتے : بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، و بالیقین و بالبعث بعد الموت : اللہ کے نام کے ساتھ اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ملت پر اور ایمان پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے یقین پر [۳] (اس میت کو قبر میں اتارتا ہوں)

۸۔ وراثت کی اجراء کے لئے وارث سے پہلے مورث کے مرنے کی شرط (دیکھئے لفظ ارث، پیرا ۲، جز۔ الف)

## موضحۃ : واضح کرنے والی چیز

ایسا زخم جس میں ہڈی نظر آ جائے اس میں واجب ہونے والی دیت۔ (دیکھئے لفظ جنایہ، پیرا ۵، جز۔ ب)

---

[۱] ابن ابی شیبہ، جلد ۱، ص ۱۵۲۔ عبد الرزاق، جلد ۳، ص ۵۲۱۔ المغنی، جلد ۲، ص ۵۵۵

[۲] المغنی جلد ۲، ص ۵۰۲

[۳] عبد الرزاق، جلد ۲، ص ۴۹۷۔

# حرف النون
# ن

## نار : آگ

آگ میں جلا کر سزا دینے کی مشروعیت ( دیکھئے لفظ احراق )

## نافلہ : زائد، نفل نماز

نفل نماز ( دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۱۳ )

— سفر میں نفل نماز ( دیکھئے لفظ سفر، پیرا ۳، جز۔ ب )

## نذر : نذر ماننا

### ۱۔ تعریف :

اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بلندی کے اقرار کی خاطر کسی مباح فعل کو اپنے اوپر لازم کر لینا نذر ہے۔

### ۲۔ نذر پوری کرنا :

کسی انسان کے لئے کسی ایسے تصرف یا عمل کی نذر ماننا جائز نہیں جس کی طرف شریعت دعوت نہ دیتی ہو۔ اگر اس نے گناہ کے کام کی نذر مان لی تو اسے پورا کرنا اس کے لئے حرام ہو گا۔ اور اگر گناہ کا کام تو نہ ہو لیکن شریعت بھی اس کام کی دعوت نہ دیتی ہو تو پھر اس نذر کا پورا کرنا اس پر لازم نہیں ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس خاتون کو جس نے چپ رہ کر حج کرنے کی نذر مانی تھی اپنی نذر توڑ کر بات کرنے کا حکم دیا تھا۔ ابن ابی شیبہ اور دوسرے محدثین نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی ہے کہ حج کے موسم میں حضرت ابو بکرؓ قبیلہ احمس کی ایک خاتون کے خیمے پر گئے جس کا نام زینب تھا. آپ نے اسے دیکھا کہ وہ کسی سے بات نہیں کرتی. وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ اس نے چپ رہ کر حج کی نذر

مانی ہے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی بات ہے اس لئے اپنی نذر توڑ دو اور بات چیت کرو. چنانچہ اس خاتون نے ایسا ہی کیا۔ [1]

## نسب : نسب

حضرت ابو بکرؓ دوسرے مسلمانوں اور عربوں کی طرح نسب کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ اس لئے کہ اس کے ساتھ بہت سے حقوق مثلاً بچے کی پرورش، نفقہ، وراثت اور سرپرستی وغیرہ وابستہ ہیں۔

اسی لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے. "نامعلوم نسب کا دعویٰ کرنا اور اصل نسب سے، اگرچہ وہ کتنا دقیق ہی کیوں نہ ہو، برات ظاہر کرنا اللہ کی ذات کا انکار کرنا ہے" [2]

ہم بستری سے نسب کا ثابت ہو جانا ( دیکھئے لفظ قذف. پیرا )

## نصاب : نصاب

شریعت کی طرف سے مقرر کردہ مقدار کو جس پر احکام مرتب ہوتے ہیں، نصاب کہتے ہیں۔

... زکوۃ کے مختلف نصاب ( دیکھئے لفظ زکاۃ، پیرا ۳، جزا ) اور ( زکاۃ پیرا ۴، جز۔ الف، فقرہ۔ ج کا ۱ )

- چوری میں ہاتھ کاٹنے کا نصاب ( دیکھئے لفظ سرقہ، پیرا ۳، جز۔ ب، فقرہ ۱ )

## نصیحہ : نصیحت، خیر خواہی

- امیر پر اپنے ماتحتوں کو نصیحت کرنا واجب ہے۔ ( دیکھئے لفظ امارۃ. پیرا ۵، جز۔ ج )

## نفقہ : خرچ کرنا



۱۔ رشتہ داروں پر خرچ کرنا :

ہر شخص کے اخراجات کی ذمہ داری اس کی اپنی ذات پر ہے جب تک اسے اس کی قدرت ہو، اگر اسے قدرت نہیں ہو گی تو اس کے قریب ترین رشتہ دار پر اس کے اخراجات کی ذمہ داری ہو گی۔ اس لئے بیٹے کے اخراجات اس کے باپ کے ذمہ ہوں گے، چاہے وہ باپ کے گھر رہتا ہو یا کہیں اور، حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کے بیٹے کے بارے میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ اس کی پرورش اس کی

---

[1] المغنی، جلد ۳، ص ۲۰۴۔ المحلی، جلد ۸، ص ۵۔ ابن ابی شیبہ، جلد ۱، ص ۱۵۶، کنز العمال، جلد ۱۲، ص

[2] سنن دارمی، جلد ۲، ص ۳۴۳۔ عبدالرزاق، جلد ۹، ص ۵۱۔ کنز العمال، جلد ۶، ص ۲۰۷۔

نانی کرے گی اور پرورش کے اخراجات کی ادائیگی حضرت عمرؓ کے ذمے ہوگی۔ [1] (دیکھئے لفظ حضانیہ. پیرا ۲)

اسی طرح باپ کے اخراجات بیٹے کے ذمہ ہوں گے۔ جن کی وصولی وہ بیٹے کے مال سے کرے گا چاہے یہ بات بیٹے کے علم میں ہو یا نہ ہو. اس لئے کہ وہ ایسا حق وصول کر رہا ہے جسے شریعت نے اس کے لئے مقرر کیا ہے۔ ایک شخص حضرت ابوبکرؓ کے پاس آ کر کہنے لگا: "اے خلیفہ رسول یہ میرا باپ ہے جو میرا سارا مال لے کر ختم کر دینا چاہتا ہے"۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر باپ سے کہا کہ اپنے بیٹے کے مال میں سے اتنا لو جس سے تمہارا گزر ہو جائے۔ باپ نے کہا: "اے خلیفہ رسول کیا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ: "تو اور تیرا مال سب کچھ تیرے باپ کا ہے" حضرت ابوبکرؓ نے جواب میں فرمایا: "جس بات سے اللہ راضی ہو تو بھی اس پر راضی ہو جا" [2]

۲۔ وقت لگانے کا معاوضہ:

اس کا اصول یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے شخص یا ادارے کے کاموں کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر کے اپنا سارا وقت صرف کرے تو اس کا نفقہ یا معاوضہ اس شخص یا ادارے کے ذمہ ہو گا جس کے لئے اس نے اپنا وقت لگایا ہے۔ اسی بناء پر امیرالمومنین کا نفقہ بیت المال کے ذمہ ہو گا کیونکہ امیرالمومنین نے مسلمانوں کے معاملات نمٹانے میں اپنا سارا وقت لگا دیا ہے۔ (دیکھئے لفظ امارۃ. پیرا ۵. جزء د)

اسی طرح بیوی کے نان و نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر ہوگی اس لئے کہ بیوی شوہر کے لئے اپنا سارا وقت لگاتی ہے۔ اسی طرح ذاتی کام پر لگائے ہوئے مزدور کی اجرت واجب ہو جائے گی جب اس کام کے لئے مقررہ مدت کے دوران وہ اپنے آپ کو فارغ کر لے گا۔ چاہے اس مدت میں وہ کام کرے یا نہ کرے یہ مسائل اجماعی ہیں ان میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

## نفل: اصل سے زائد

---

[1] سنن سعید بن منصور. جلد ۳. ص ۱۱۵۔ کنز العمال. جلد ۵. ص ۷۷۔

[2] سنن بیہقی. جلد ۷. ص ۴۸۱۔ کنز العمال. جلد ۱۶. ص ۵۷۷۔

فرائض سے زائد جو عبادات مشروع ہیں وہ نفل کہلاتی ہیں. بعض دفعہ نفل مستحب کی صورت میں ہوتا ہے اور بعض دفعہ تطوع[1] کی شکل میں نفل نمازیں (دیکھئے لفظ صلاۃ. پیرا ۱۳)

## نفی : انکار کرنا، جلاوطن کرنا

(دیکھئے لفظ تغریب)

## نقود : سکے، سونا چاندی وغیرہ

دیت میں واجب ہونے والی نقود کی مقدار (دیکھئے لفظ جنایہ. پیرا ۔ ۷ جز۔ ب)

نقود یعنی چاندی کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، پیرا ۴. جز۔ الف)

## نکاح : نکاح کرنا

۱۔ تعریف :

نکاح وہ عقد ہے جس کے ذریعے زوجین میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے سے ازدواجی زندگی کا لطف اٹھانا جائز ہو جاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم :

نکاح کے ذریعے انسان پاکدامنی. اللہ کی فرمانبرداری اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافے کا وسیلہ حاصل کرتا ہے۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ حضورؐ کے اس فرمان کے متابعت ہیں کہ "اے جوانو! تم میں سے جسے وظیفہ زوجیت ادا کرنے کی قدرت ہو وہ نکاح کرے" ہر اس شخص کے لئے نکاح کرنا ضروری سمجھتے تھے جسے اس کی استطاعت ہو۔ اسی لئے کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ تنگ دستی کو بہانہ بنا کر نکاح کے فرض سے اپنی جان چھڑائے. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ومن لم یستطع منکم طولاً أن ینکح المحصنات فمن ما ملکت أیمانکم من فتیاتکم المومنات۔ اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں یعنی محصنات سے نکاح کرے تو اسے چاہئے کہ تمہاری ان لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور مومنہ ہوں۔ سورۃ النساء آیت ۲۵) اور جو شخص باوجود تنگ دستی کے اللہ کی اطاعت میں نکاح کرے گا اللہ اسے فراخی عطا کرے گا۔ حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے "اللہ نے نکاح کے

---

[1] شریعت میں فرائض و واجبات کے علاوہ دوسرے اعمال صالحہ کو تطوع کہا جاتا ہے جس کی ادائیگی انسان رضا کارانہ طور پر اور نیکی کے جذبے کے تحت کرتا ہے۔ مترجم۔

بارے میں تمہیں جو حکم دیا ہے اسے تم بجالاؤ اور اللہ نے فراخی کا تم سے جو وعدہ کیا ہے اسے وہ پورا کرے گا" اللہ کا ارشاد ہے (ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ۔ اگر یہ تنگ دست ہوں تو اللہ انہیں اپنے فضل سے فراخی عطا کرے گا۔ ) [۱] حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے: " نکاح کے ذریعے فراخی حاصل کرو" [۲] اسی طرح کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی ہے۔

۳۔ زنا کار عورت کا نکاح (دیکھئے لفظ زنا، پیرا ۳، جز ب)

۴۔ کم سن لڑکی کا نکاح

حضرت ابو بکر نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کا نکاح کر دیا تھا جبکہ وہ کم سن تھیں۔ [۳]

۵۔ زوجین کے درمیان کفائت یعنی برابری:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ تمام عرب ایک دوسرے کے کفوء یعنی ہمسر ہیں اسی بناء پر آپ نے اپنی ہمشیرہ اُم فروہ کا نکاح قبیلہ کندہ کے اشعث بن قیس سے کر دیا تھا حالانکہ ام فروہ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ [۴]

۶۔ خلوت کے ساتھ مہر کی پوری رقم کا لازم ہو جانا:

جب کوئی شخص کسی خاتون سے نکاح کر لے اور پھر اس خاتون کے ساتھ اسے ایسی تنہائی میسر ہو جس میں اس کے ساتھ ہم بستری سے کوئی چیز مانع نہ ہو تو اس پر مہر کی پوری رقم واجب ہو جائے گی۔ چاہے اس نے اس کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہیں، زرارہ بن اوفی نے فرمایا: "خلفائے راشدینؓ کا یہ فیصلہ ہے کہ جب (میاں بیوی کے کمرے کا) دروازہ بند کر دیا جائے اور پردہ لٹکا دیا جائے تو مہر کی رقم واجب ہو جائے گی۔ [۵]

۷۔ احرام والے انسان کو نکاح اور اسباب نکاح کی ممانعت (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۲، جز۔ خ)

عورت اگر نکاح کر لے تو پہلے نکاح سے پیدا ہونے والے بچے کی پرورش کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔

---

[۱] تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، ص ۲۸۶۔ کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۴۸۶۔

[۲] کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۴۸۶۔ تفسیر ابن کثیر آیت (ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ)۔

[۳] المحلی جلد ۹، ص ۴۶۰۔ [۴] المغنی، جلد ۶، ص ۴۸۴۔

[۵] المحلی، جلد ۹، ص ۴۸۲۔ المغنی، جلد ۶، ص ۷۲۴، جلد ۷، ص ۴۵۱۔

(دیکھئے لفظ حضانہ. پیرا ۲)

موت کے ساتھ نکاح کا بندھن نہیں ٹوٹتا (دیکھئے لفظ موت. پیرا ۳. جز ب)

نکاح کی وجہ سے میاں بیوی میں توارث (دیکھئے لفظ ارث. پیرا ۱. جز ب)

## نواح : نوحہ کرنا

میت پر نوحہ کرنے کی ممانعت (دیکھئے لفظ موت. پیرا ۱)

## نوافل : نفل کی جمع

فرض سے زائد عبادت. نفل نماز

سفر میں نفل نمازیں چھوڑنے کی رخصت (دیکھئے لفظ سفر. پیرا ۳. جز ب)

# حرف الهاء

## ھ

ہبہ : ہبہ

۱۔ تعریف :

زندگی میں کسی کو کسی چیز کا کسی معاوضہ کے بغیر مالک بنا دینا ہبہ ہے۔

۲۔ کسی نامعلوم انسان کا ہبہ کرنا :

ابن حزم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے یہ حکایت کی ہے کہ آپ نے نامعلوم انسان کے ہبہ کو باطل کر دیا۔ [1]

۳۔ ہبہ کرنے میں اولاد کے درمیان مساوات قائم نہ کرنا :

شاید حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اگر اولاد کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف کینہ پیدا نہ ہو تو ایسی صورت میں ہبہ کے اندر بعض کو بعض پر ترجیح دینا جائز ہے۔ آپ نے اپنی اولاد میں سے حضرت عائشہؓ کو بیس وسق [2] کھجور ہبہ کر دیا تھا [3] ائمہ حدیث نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں مقام غابہ میں اپنے کھجور کے درختوں میں سے بیس وسق کھجور ہبہ کر دیا تھا. جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہو گیا تو آپ نے حضرت عائشہؓ کو بلا کر فرمایا: ''بیٹی دنیا میں میرے بعد مجھے تمہاری فراخی سے زیادہ عزیز اور کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی

---

[1] المحلی، جلد ۹، ص ۱۲۶۔

[2] ایک وسق کے ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔

[3] بیہقی، جلد ٦، ص ۱۷۸۔ المغنی، جلد ۵، ص ۴۰٦ ۵٦۴۔

تمہاری تنگ دستی سے بڑھ کر میرے لئے کوئی دکھ کی بات ہے۔ میں نے تمہیں بیس وسق کھجور ہبہ کیا تھا. اگر تم نے یہ کھجوریں اتروا کر ذخیرہ کر لی ہیں تو یہ تمہاری ہیں۔ اگر ایسا نہیں کیا ہے تو آج یہ وارثوں کا مال ہے۔ میرے وارث تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ اس لئے ترکہ اللہ کی کتاب کے حکم کے مطابق تقسیم کر لینا" حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: "اباجان خدا کی قسم! اگر آپ کا ہبہ کیا ہو مال اتنا ہوتا (یعنی اس کی مالیت بیس وسق کھجور سے کہیں زیادہ ہوتی۔ مترجم) تو بھی اسے چھوڑ دیتی. اباجان! میری ایک بہن تو اسماء ہے دوسری کون ہے؟" حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا: "میری بیوی بنت خارجہ کے پیٹ کا حمل. میرا خیال ہے کہ وہ لڑکی ہوگی" [1]

۴۔ ہبہ کا عمل قبضہ کے ساتھ مکمل ہوتا ہے:

ہبہ کرنے والے کے لئے ہبہ سے پھر جانا درست ہے جب تک اس پر ہبہ حاصل کرنے والے کا قبضہ نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک قبضہ کے بغیر ہبہ لازم نہیں ہوتا۔ [2] معمر سے روایت ہے: "میں نے زہری سے اس شخص کے بارے میں مسئلہ پوچھا جو اپنے باپ کے ساتھ شریک کار ہو اور باپ نے اس سے کہہ دیا ہو کہ ہمارے درمیان جو مشترک مال ہے اس میں سے سو دینار تمہارے ہیں. آیا اس طرح ہبہ کرنا درست ہے؟" امام زہری نے جواب دیا "حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اس بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ ہبہ اس وقت تک درست نہیں ہو گا جب تک کہ بیٹا مشترک مال سے اسے نکال کر الگ نہیں کر لیتا۔ [3]

ہم نے حضرت عائشہؓ کے مذکورہ بالا ہبہ میں دیکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں بیس وسق کھجور کے ہبہ کے بارے میں پوچھا تھا کہ آیا انہوں نے اسے اتروا کر اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ یا نہیں. بصورت دیگر یہ اب وارثوں کا مال ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ اگر حضرت عائشہؓ نے اس پر قبضہ کر لیا ہے تو یہ ان کا ہے اور اگر قبضہ نہیں کیا ہے تو یہ حضرت ابو بکرؓ کی ملکیت ہے جس کی وجہ سے اب یہ وارثوں کا حق ہے۔

---

[1] الموطا، جلد ۲، ص ۷۵۲۔ عبدالرزاق، جلد ۹، ص ۱۰۱۔ سنن بیہقی، جلد ۶، ص ۱۷۰، ۲۵۸۔ المحلی، جلد ۸، ص ۳۰۱۔ المغنی، جلد ۵، ص ۵۹۲۔ کنز العمال، جلد ۱۲، ص ۶۵۰۔

[2] المغنی، جلد ۵، ص ۵۹۴۔

[3] المحلی، جلد ۹، ص ۱۵۲۔ عبدالرزاق، جلد ۹، ص ۱۰۷۔ ابن ابی شیبہ، جلد ۱، ص ۲۷۳۔ کنز العمال، جلد ۷، ص ۳۰

۵۔ مریض کا ہبہ کرنا:

مرض الموت میں گرفتار مریض کے لئے اپنے مال کے تہائی حصہ کے اندر اندر ہبہ درست ہے۔ اس سے زائد کا نہیں۔ اس لئے کہ ہر عطیہ وصیت کے حکم میں ہے۔ (اور چونکہ وصیت تہائی کے اندر ہو سکتی ہے. اس لئے ہر قسم کا عطیہ بھی تہائی کے اندر جاری ہو سکتا ہے۔ مترجم) بیس وسق کھجور کے ہبہ کے واقعہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ اپنی بیٹی عائشہؓ سے کہتے ہیں کہ اگر تم نے اس پر قبضہ نہیں کیا ہے تو اب یہ وارثوں کا مال ہے۔ اگر مرض الموت میں ہبہ کرنا درست ہوتا تو آپ حضرت عائشہؓ کے لئے اس ہبہ کی تجدید کر دیتے۔ عطاء اور ابن سیرین دونوں نے روایت کی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا اور وفات پا گئے۔ وفات کے وقت ان کی بیوی کو حمل تھا جس کی انہیں خبر نہ تھی، بیوی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے بیٹے قیسؓ کو نومولود کے حصے کے بارے میں پیغام بھیجا۔ "قیس نے جواباً عرض کیا کہ حضرت سعدؓ نے جس طرح ترکہ تقسیم کر کے اس پر عملدر آمد کیا ہے اس میں میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کروں گا۔ رہا نومولود تو اسے میں اپنا حصہ دیتا ہوں۔[1] اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت سعدؓ کی تقسیم اور اپنی اولاد کو دیے ہوئے عطیات کو ختم کر کے اسے از سر نو تقسیم کرنا چاہا کیونکہ یہ سب کچھ حضرت سعدؓ کے مرض الموت میں ہوا تھا۔

## ہدی: قربانی کا جانور

وہ جانور جس کی حاجی یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کو قربانی دیتا ہے۔

متمتع (یعنی ایک سفر میں الگ الگ احرام کے ذریعے حج اور عمرہ کرنے والا) اور قارن (یعنی حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھنے والا) کا جمرہ عقبہ کو کنکر مارنے کے بعد اپنے ہدی کو ذبح کرنا (دیکھئے لفظ حج. پیرا ۱۲)

---

[1] عبدالرزاق، جلد ۹، ص ۹۹۔ المحلی. جلد ۹، ص ۱۴۲۔ المغنی. جلد ۵. ص ۱۱۶، کنزالعمال. جلد ۱۱. ص ۲۳۔ ابن ابی شیبہ. جلد ۲، ص ۱۷۸۔

# حرف الواو

## و

### وتر: طاق، وتر کی نماز

وتر کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۳، جز۔ ب)

نماز وتر کا طریقہ اور اس میں قنوت پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۷، جز۔ ل)

### وداع: رخصت کرنا

میت کو رخصت کرنا (دیکھئے لفظ موت، پیرا ۲)

جہاد پر جانے والی افواج کو رخصت کرنا۔ (دیکھئے لفظ جہاد، پیرا ۲)

### ودیعہ: امانت

۱۔ کسی کے پاس مال رکھا دینا تاکہ وہ کوئی اجرت لئے بغیر اس کی حفاظت کرتا رہے۔ ودیعت ہے۔

۲۔ ودیعت امانت کی ایک صورت ہے۔ اس لئے اگر یہ حفاظت کرنے والے کی کسی زیادتی یا کوتاہی کے بغیر ضائع ہو جاتی ہے تو حفاظت کرنے والے پر کوئی تاوان نہیں۔ چاہے اس ودیعت کے ساتھ حفاظت کرنے والے کا مال بھی ضائع ہو گیا ہو۔ یا نہ ہوا ہو۔ [۱] حضرت ابوبکرؓ نے ایک ودیعت کے بارے میں جسے جراب میں رکھا گیا تھا اور جراب پھٹ جانے کی وجہ سے ودیعت تلف ہو گئی تھی۔ یہ فیصلہ دیا تھا کہ ودیعت رکھنے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ [۲]

---

[۱] المغنی، جلد ۶، ص ۳۸۲۔

[۲] کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۶۳۲۔

## وشم: ہاتھ میں گوندنا

قیس بن ابی حازم کہتے ہیں: "میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں گیا۔ آپ چھریرے بدن اور گندمی رنگ کے انسان تھے۔ میری نظر آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس کے ہاتھ پر پڑی جو حضرت ابو بکرؓ سے مکھیاں دور کر رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ ہاتھ پر گوندنے کا نشان تھا [1]

میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ اسماء کے ہاتھ پر گوندنے کا نشان اس کی حرمت سے پہلے کا تھا۔

## وصیہ: وصیت

### ۱۔ تعریف:

وصیت کی دو قسمیں ہیں۔

وصیت مال: اس میں موت کے بعد کسی کو کسی چیز کا مالک بنانا ہوتا ہے۔

وصیت تصرف: اس وصیت میں موت کے بعد کسی سے کسی خاص تصرف کا مطالبہ ہوتا ہے۔

### ۲۔ وصیت پر عملدر آمد کا ضروری ہونا:

اگر وصیت کسی ایسے امر کے بارے میں ہو جو شرعی لحاظ سے حرام نہ ہو تو اس پر عمل در آمد واجب ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت عمرؓ پڑھائیں گے۔ [2]

حضرت فاطمہؓ نے وصیت کی تھی کہ وفات کے بعد انہیں ہودج کی شکل کے باپردہ جگہ میں غسل دیا جائے اور وہاں کوئی نہ آئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس وصیت پر عمل کیا امام بیہقی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماءؓ سے کہا۔ "عورت کی میت کو غسل دینے کا طریقہ مجھے سخت ناپسند ہے۔ عورت کی میت پر ایک کپڑا ڈال دیا جاتا ہے۔ جس کے اندر سے جسمانی نشیب و فراز نظر آتے ہیں" اسماءؓ نے حضرت فاطمہؓ سے ذکر کیا کہ انہوں نے سرزمین

---

[1] کنز العمال، جلد ۶، ص ۶۹۶۔

[2] المغنی، جلد ۲، ص ۳۸۰۔

حبشہ میں دیکھا ہے کہ عورت کی میت کو غسل دینے کے لئے دلہن کے ہودج کی طرح ایک باپردہ جگہ بنا دی جاتی ہے۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے وصیت کی کہ جب میری وفات ہو جائے تو تم بھی میرے لئے ایسی ہی باپردہ جگہ بنا کر مجھے غسل دینا اور کسی کو بھی وہاں آنے نہ دینا۔ جب حضرت فاطمہؓ کی وفات ہو گئی تو حضرت اسماءؓ نے ان کی وصیت پر عمل کیا۔ حضرت عائشہؓ نے وہاں آنے کی اجازت چاہی تو حضرت اسماءؓ نے انہیں روک دیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے وجہ پوچھی تو اسماءؓ نے بتایا کہ یہ حضرت فاطمہؓ کی وصیت تھی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "تمہیں جس طرح فاطمہؓ نے حکم دیا ہے اسی کے مطابق عمل کرو" [1]

۳۔ وصیت کی مقدار:

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد کہ (تہائی حصہ اور تہائی حصہ بھی بہت ہے) اس حکم پر نص ہے کہ تہائی سے زائد مال کی وصیت جائز نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت ابو بکرؓ فرمایا کرتے تھے: "اللہ تعالیٰ نے تمہاری وفات کے وقت تمہارے لئے تہائی مال صدقہ کر دیا ہے"۔ [2] (یعنی تمہیں تہائی مال کی وصیت کی اجازت دی ہے۔ مترجم) لیکن افضل یہ کہ انسان تہائی مال سے کم کی وصیت کرے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے (اگر تم اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم انہیں محتاج بنا کر چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں)۔

حضرت ابو بکرؓ پانچویں حصے کی وصیت پسند کرتے تھے۔ آپ کا کہنا تھا: "پانچواں حصہ معروف ہے، چوتھائی مشقت ہے اور تہائی کی صرف قاضی حضرات ہی اجازت دیتے ہیں" [3] ایک دفعہ فرمایا: "مجھے پانچویں حصے کی وصیت چوتھائی کی وصیت سے اور چوتھائی کی وصیت تہائی کی وصیت سے زیادہ پسند ہے۔ اور جس نے تہائی مال کی وصیت کر دی اس نے گویا وارثوں کے لئے کچھ نہیں چھوڑا" [4] آپ نے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی تھی اور فرمایا تھا: "کیا میں اپنے مال

---

[1] سنن بیہقی، جلد ۴، ص ۳۵۔
[2] کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۶۳۰۔
[3] سنن بیہقی، جلد ۶، ص ۲۷۰۔
[4] کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۶۲۰۔

میں اتنے حصے کی وصیت پر راضی نہ ہو جاؤں جتنے حصے پر اللہ تعالیٰ مال غنیمت میں راضی ہو گیا ہے" پھر یہ آیت تلاوت کی (واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ. جان لو کہ غنیمت میں جو کچھ تم حاصل کرو اس میں سے اللہ کے لئے پانچواں حصہ ہے) [1]

مرض الموت میں کسی مریض کا نیکی کے طور پر اپنے مال میں سے کچھ علیحدہ کرنا وصیت کے حکم میں ہے۔ (دیکھئے لفظ حجر)

۴۔ وارث کے لئے وصیت کرنا.

حضرت ابوبکرؓ کا اپنے مال کے پانچویں حصے میں وصیت ان رشتہ داروں کے لئے تھی جو آپ کے وارث نہیں تھے۔ [2] حضرت ابوبکرؓ نے یہ قدم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اٹھایا تھا کہ (وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں)

## وضوء. وضو کرنا

۱۔ سمندر کے پانی سے وضو کرنا.

وضوء کے لئے پانی کا پاک ہونا شرط ہے اور سمندر کا پانی پاک ہے اس لئے اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ حضرت ابوبکرؓ سے سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا. "سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار (یعنی مچھلی) حلال ہے" [3]

۲۔ ہر نماز کے لئے وضو کرنا.

وضوء ہوتے ہوئے پھر وضوء کرنا نور علی نور ہے۔ انسان جب وضو کرتا ہے تو اس کی خطائیں جھڑ جاتی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔ اگر مسجد میں ہوتے تو طشت منگوا کر اس میں وضو کرتے [4]

---

[1] سنن سعید بن منصور، جلد ۳، ص ۸۸۔ عبدالرزاق جلد ۹، ص ۶۶۔ ابن ابی شیبہ، جلد ۲، ص ۱۷۷۔ کنز ل، جلد ۱۱، ص ۸۷، جلد ۱۶، ص ۶۲۱۔ المغنی، جلد ۶، ص ۴۔

[2] سنن سعید بن منصور، جلد ۳، ص ۸۸۔ کنز العمال جلد ۱۱، ص ۸۷، جلد ۱۶، ص ۶۲۱۔

[3] ابن ابی شیبہ، جلد ۱، ص ۲۲۔

[4] ابن ابی شیبہ، جلد ۱، ص ۶۔

۳۔ مسجد میں وضو کرنا:

مسجد میں وضو کرنا جائز ہے۔ حضرت ابو بکرؓ جب مسجد میں ہوتے تو وہیں وضو کرتے۔ (دیکھئے لفظ مسجد، پیرا ۱)

۴۔ وضوء کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا:

وضو کے لئے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کا ارشاد ہے: "بندہ جب وضو کرتے وقت اللہ کا نام لے لیتا ہے تو اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کا نام نہیں لیتا تو صرف اتنا ہی حصہ پاک ہوتا ہے جتنے پر وضو کا پانی لگا ہو" [۱]

یہاں اس تشریح کی کوئی ضرورت نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے قول میں پاکیزگی سے مراد معنوی یا روحانی پاکیزگی ہے۔ شرعی طہارت مراد نہیں ہے۔ اس بناء پر جس شخص پر غسل واجب ہو گا۔ اسے صرف وضو کر لینا کافی نہیں ہو گا۔

۵۔ وضوء میں اعضاء کو تین بار دھونا:

وضو میں جن اعضاء کو دھونا فرض ہے انہیں صرف ایک دفعہ دھولینا کافی ہے۔ اگر دو دو دفعہ یا تین تین دفعہ دھوئے جائیں تو بھی درست ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسی طرح وضو فرمایا تھا۔ [۲]

سعی سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک دفعہ وضو کیا تو آپ نے اعضاء کو دو دو دفعہ دھویا۔ [۳]

۶۔ وضوء میں انگلیوں کا خلال کرنا:

وضوء میں انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے تاکہ پانی ان حصوں تک بھی پہنچ جائے جو انگلیوں کے ایک دوسرے سے متصل ہونے کی وجہ سے عام طور پر چھپے رہتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ جب وضو کرتے تو انگلیوں کا خلال کرتے اور فرماتے: "اپنی انگلیوں کا پانی کے ذریعے خلال کرو ورنہ اللہ تعالیٰ جہنم کی

---

[۱] کنز العمال، جلد ۹، ص ۴۳۵۔
[۲] صحیح بخاری، صحیح مسلم، باب الوضوء۔
[۳] ابی شیبہ، جلد ۱، ص ۳۔

آگ کے ذریعے ان کا خلال کرے گا" [۱]

۷۔ موزوں اور پگڑی پر مسح کرنا:

ا۔ حضرت ابو بکرؓ مرد کے لئے پگڑی پر اور عورت کے لئے اوڑھنی پر مسح کرنا درست سمجھتے تھے. عبدالرحمٰن بن عسیلتہ الصنابحی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: "میں نے حضرت ابو بکرؓ کو اوڑھنی یعنی پگڑی پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے" [۲]

ب۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ موزوں اور جوتوں پر مسح کو درست سمجھتے تھے. روایت ہے کہ آپ موزوں پر مسح کرتے تھے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ جوتوں پر مسح کرتے تھے۔ [۳]

۸۔ وضوء کو توڑنے والی چیزیں:

ا۔ خون: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ خون نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں جس کی نماز میں نکسیر پھوٹ گئی ہو فرمایا تھا کہ وہ ناک سے خون صاف کرے گا. پھر وضوء کرے گا پھر واپس آکر باقی ماندہ نماز پڑھے گا اور اسے نکسیر پھوٹنے سے پہلے ادا کی ہوئی نماز کا حصہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ [۴] اس کا مطلب یہ ہے کہ خون نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

ب۔ آگ پر پکی ہوئی چیز: حضرت ابو بکرؓ کی رائے میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھا لینے سے وضوء نہیں کرنا پڑتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک آگ پر پکی ہوئی چیز کھا لینے سے وضوء ٹوٹ جانے کا حکم منسوخ ہو چکا تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے: "میں نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ روٹی اور گوشت کھایا ان سب حضرات نے کھانے کے بعد نماز ادا کی اور وضوء نہیں کیا" ایک دفعہ حضرت جابرؓ نے کندھے یا بازو کا گوشت تناول کیا. پھر اٹھ کر نماز پڑھ لی اور وضوء نہیں کیا۔ [۵]

---

[۱] ابن ابی شیبہ. جلد ۱. ص ۳۔ کنز العمال. جلد ۹. ص ۴۳۵۔

[۲] ابن ابی شیبہ. جلد ۱. ص ۵. ۳۰۔ المحلی. جلد ۶. صفحہ ۶۰ کنز العمال. جلد ۹. ص ۲۶۴۔ المجموع. جلد ۱. ص ۴۴۸۔ المغنی. جلد ۱. ص ۳۰۰۔

[۳] ابن ابی شیبہ. جلد ۱. ص ۳۰۔

[۴] ابن ابی شیبہ. جلد ۱. ص ۸۸۔ استذکار. جلد ۱. ص ۲۹۱۔

[۵] ابن ابی شیبہ. جلد ۱. ص ۸۔ عبدالرزاق. جلد ۱. ص ۱۶۸۔ معرفۃ السنن والآثار. جلد ۱. ص ۳۹۶۔ الموطا. جلد ۱. ص ۲۴۔ الاعتبار. ص ۴۹۔ المجموع. جلد ۲. ص ۶۱۔ المغنی. جلد ۱. ص ۱۹۱۔

## وط: وطی کرنا

جماع کرنے کو وطی کرنا کہتے ہیں۔

نکاح کے ساتھ وطی کا حلال ہونا (دیکھئے لفظ نکاح، پیرا۔ الف)

مرد یا عورت کی دبر میں وطی کرنا حرام ہے (دیکھئے لفظ لواطہ)

حیض والی عورت کے ساتھ وطی کی حرمت (دیکھئے لفظ حیض، پیرا ۳)

وطی کے بعد غسل کا واجب ہونا (دیکھئے لفظ غسل)

عقد نکاح کے بعد وطی کے عمل سے مہر کی پوری رقم کا واجب ہونا (دیکھئے لفظ نکاح، پیرا ۶)

وطی حرام اور اس پر مرتب ہونے والے احکام (دیکھئے لفظ زنی)

احصان کے لئے وطی حلال کی شرط (دیکھئے لفظ احصان، پیرا ۱)

حج میں طواف افاضہ کے بعد وطی کا حلال ہو جانا (دیکھئے لفظ حج، پیرا ۱۳)

## وقف:

اصل مال کو اس کی اصلی حالت پر برقرار رکھ کر اس کے فوائد کا صدقہ کر دینا وقف کہلاتا ہے۔ یہ ایک مشروع فعل ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا مکان اپنے بیٹے کے نام وقف کر دیا تھا۔ [1]

موقوف علیہ (یعنی وہ شخص جس کے لئے وقف کیا گیا ہو) کے لئے جائز ہے کہ وہ وقف شدہ چیز کے فوائد سے مستفید ہو، حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا! "کیا آپ مسجد میں لگے ہوئے اس سقایہ (حوض یا سبیل) کا پانی پیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سقایہ وقف شدہ ہے" حضرت حسنؓ نے جواب دیا: "حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے سقایہ ام سعد سے پانی پیا ہے" [2] (اور ام سعد کا سقایہ وقف شدہ تھا، اس لئے نتیجہ یہ نکلا کہ وقف شدہ چیز کے فوائد سے مستفید ہونا درست ہے، مترجم)

---

[1] سنن بیہقی، جلد ۶، ص ۱۶۱۔ المغنی، جلد ۵، ص ۵۴۵۔

[2] کنز العمال، جلد ۶، ص ۲۰۵۔

**وکالہ : سپردگی، نمائندہ بنانا، مختار کار بنانا**

کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کو کوئی معاملہ سپرد کر کے اس میں سے تصرف کے اختیارات دے دینے کو وکالت کہتے ہیں۔ یہ عمل شرعاً جائز ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنے بھائی حضرت عقیلؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس اپنا وکیل بنا کر فرمایا تھا: "اس کے حق میں جو فیصلہ کیا جائے گا وہ میرا ہو گا اور اس کے خلاف جو فیصلہ ہو گا وہ میرے ذمہ ہو گا" [1]

**ولاء : ملکیت، میراث جو آزاد کردہ غلام سے حاصل ہو**

آزاد کردہ غلام سے یا عقد موالاۃ کی وجہ سے حاصل ہونے والی میراث (دیکھئے لفظ ارث، پیرا ۱ جز۔ ج)

**ولایہ : رشتہ داری، سرپرستی**

جان کی سرپرستی (دیکھئے لفظ حضانہ)

۔ امام وقت میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا میت کے ولی سے زیادہ حقدار ہے۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۱۵، جز۔ ب)

**ولد : بیٹا، بیٹی**

باپ کے اخراجات کی ذمہ داری اس کے ولد پر اور ولد کے اخراجات کی ذمہ داری اس کے باپ پر ہے۔ (دیکھئے لفظ نفقہ)

---

[1] المغنی، جلد ۵، ص ۸۲۔

# حرف الیاء

# ی

## یمین : قسم

### ۱۔ تعریف :

اللہ کا نام لے کر کسی تصرف یا عمل کی تاکید کو یمین کہتے ہیں۔

### ۲۔ قسم پورا کرنا :

ا۔ اگر انسان کسی کار خیر کی قسم اٹھالے تو اس قسم کو پورا کرنے کے لئے پوری کوشش کرنا اس کی ذمہ داری ہوگی۔ ہاں اگر قسم توڑ دینا اسے پورا کرنے سے بہتر ہو تو وہ قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کر دے۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے: "حضرت ابو بکرؓ نے کبھی اپنی قسم نہیں توڑی حتیٰ کہ قسم توڑنے پر کفارہ کا حکم نازل ہوا"

حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے: "اگر میں کسی بات پر قسم کھالوں اور مجھے اس بات سے دوسری بات بہتر نظر آئے تو میں بہتر بات پر عمل کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کروں گا"

[1] حضرت ابو بکرؓ کا عمل بھی یہی تھا کہ اگر کسی بات کی قسم کھا لیتے اور دوسری بات پہلی بات سے بہتر نظر آتی تو اس پر عمل کر کے قسم کا کفارہ ادا کر دیتے۔ [2] جیسا کہ آپ نے اس عورت کو اپنی قسم توڑنے کی ہدایت کی تھی جس نے بات نہ کرنے کی نذر مانی تھی۔ (دیکھئے لفظ کلام)

---

۱۔ سنن بیہقی، جلد ۱۰، ص ۳۴۔ عبدالرزاق، جلد ۸، ص ۴۹۷۔ کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۲۵۷

۲۔ ابن ابی شیبہ، جلد ۱، ص ۱۵۸۔

امام بیہقی نے سنن بیہقی میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے یہ روایت کی ہے۔ "ہمارے کچھ مہمان آئے۔ میرے والد یعنی حضرت ابو بکرؓ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس تھے اور گھر نہیں آئے تھے۔ شام کے وقت میں نے ان مہمانوں کے لئے کھانا تیار کر کے انہیں پیش کیا تو وہ کہنے لگے کہ جب تک ابو بکرؓ نہیں آئیں گے ہم نہیں کھائیں گے۔ جب حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے تو مہمانوں سے پوچھا کہ تم نے کھانا کیوں نہیں کھایا؟ اور اپنے بارے میں فرمایا کہ بخدا میں آج رات کچھ نہیں کھاؤں گا۔ "مہمانوں نے یہ سن کر کہا کہ اگر آپ نہیں کھائیں گے تو ہم بھی نہیں کھائیں گے"۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ "پہلی بات (جو میں نے کہی تھی کہ بخدا آج رات میں کچھ نہیں کھاؤں گا) شیطان کی طرف سے تھی۔ آؤ کھانا کھائیں"۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "میرے مہمانوں نے اپنی قسم پوری کر لی اور میں نے اپنی قسم توڑ دی"۔ جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پورا واقعہ سنا تو فرمایا۔ "ابو بکرؓ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ تم ایسا کر کے ان سب سے نیکی اور بھلائی میں سبقت لے گئے"۔ بیہقی کہتے ہیں کہ "قسم توڑنے کے کفارہ کی کوئی روایت مجھے نہیں پہنچی" [1]

میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے شاید حضرت ابو بکرؓ کو اس قسم کے کفارے کی کوئی بات اس لئے نہیں کہی کہ حضرت ابو بکرؓ کو اس کا علم تھا۔ کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کو تمام لوگوں سے بڑھ کر اس حقیقت کا علم تھا کہ کسی بات پر قسم کھالی جائے اور پھر وہ اس لئے توڑ دی جائے کہ دوسری بات میں زیادہ بھلائی نظر آتی ہو تو ایسی صورت میں کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ افک کے مشہور واقعہ میں جب مسطح بن اثاثہ نے جس کی حضرت ابو بکرؓ مالی امداد کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے بارے میں بہتان طرازی کی جسے منافقین نے خوب اچھالا تو حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھالی کہ وہ آئندہ مسطح کی کوئی امداد نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ولا یاتل اولوالفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔ تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب قدرت ہیں

---

[1] سنن بیہقی، جلد ۱۰، ص ۳۷۔

وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ داروں، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے. انہیں معاف کر دینا اور درگزر کرنا چاہئے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔ سورہ نور آیت ۲۲ )
حضرت ابوبکرؓ نے فوراً قسم توڑ دی اور کفارہ ادا کیا اور پھر سے اپنے رشتہ دار مسطح کی مالی مدد کرنے لگے۔ [1]

۳۔ قسم کے الفاظ:

قسم کا انعقاد جس طرح لفظ اللہ کے ساتھ ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ کے اسمائے حسنٰی میں سے کسی نام کے ساتھ بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنے سے بھی قسم کا انعقاد ہو جاتا ہے۔ ابن قدامہؒ نے حضرت ابوبکرؓ سے روایت کی ہے کہ لفظ حرام بھی قسم ہے۔ مثلاً یوں کہے: "اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھ پر یہ حرام ہے" [2]

۴۔ تنگ دست مقروض کو حلف دلوانا کہ اسے قرض کی ادائیگی کے لئے جب بھی مال میسر ہو جائے گا تو وہ قرض ادا کر دے گا۔ (دیکھئے لفظ دین)

## ید : ہاتھ

تکبیر تحریمہ میں دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک بلند کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۷ جز۔ الف)

نماز میں قیام کے اندر دونوں ہاتھوں کو باندھے رکھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، پیرا ۷، جز۔ ب)

بنجر زمین کی آباد کاری میں ہاتھ ڈالنا (دیکھئے لفظ احیاء الموات، پیرا ۳، جز۔ ب)

ہاتھ کو نقصان پہنچانے والا جرم اور اس پر واجب ہونے والی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، پیرا ۴، جز۔ ط)

---

[1] سنن بیہقی، جلد ۱۰، ص ۳۶۔ تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، ص ۲۷۵۔ [1] جلد ۸، ص ۶۸۱۔
[2] المغنی، جلد ۸، ص ۶۹۹۔

موسوعہ فقہ ابی بکر کی تالیف کا کام یکم محرم ۱۴۰۱ھ میں اختتام پذیر ہوا۔ وللہ الحمد والمنۃ۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

کتبہ
ابو المنتصر
ا۔ د۔ محمد رواس قلعہ جی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ادارہ معارف اسلامی لاہور

یہ ادارہ اسلامی علوم و معارف کی ترویج و تحقیق کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس کی بنیاد دور حاضر کے عظیم مفکر، قائد تحریک اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے جولائی ۱۹۶۳ء میں رکھی تھی اور اس کا پہلا مرکز کراچی میں قائم کیا گیا تھا۔ بعد ازاں فروری ۱۹۷۹ء میں مولانا مرحوم نے لاہور کو اس کا دوسرا مستقر بنایا۔ اب کراچی اور لاہور کے ادارہ معارف اسلامی کے دونوں مرکز داخلی طور پر خود مختارانہ اور مقصدی اور آئینی طور پر ہم آہنگی سے کام کر رہے ہیں۔

عصرِ حاضر کے تقاضوں کی رعایت سے بلند پایہ لٹریچر شائع کرنے کے علاوہ محترم موسس کے پیش نظر خاص مقصد یہ تھا کہ اسلامی موضوعات پر کام کرنے والے مصنّفین اور محققین کے لئے ایسا ساز گار اور پر سکون ماحول مہیا کیا جائے جس میں وہ پورے انہماک اور فراغت کے ساتھ اپنی کوششیں جاری رکھ سکیں۔

بحمد للہ اپنے یوم تشکیل ہی سے یہ ادارہ ان دونوں مقاصد کے لئے نہایت خوبی سے کام کر رہا ہے۔ اب تک جو منصوبے زیر عمل آچکے ہیں ان کا مجمل سا خاکہ یہ ہے:

۱ - مختلف موضوعات کی بہت سی بلند پایہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور یہ سلسلہ تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔

۲ - ایسے مصنّفین کا پُر خلوص تعاون حاصل کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے جو نئی کتابیں تصنیف کرنے اور دیگر زبانوں کی اہم کتابیں اردو میں ترجمہ کرنے کے علاوہ اردو زبان میں شائع شدہ بہترین کتابوں کو عربی، انگریزی، فارسی، فرانسیسی، جرمن اور سواحلی زبانوں میں منتقل کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ ایسی کتابوں میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتب کو اولیّت کا درجہ حاصل ہے۔

۳ - مصنّفین، محققین اور طلبا کے استفادے کے لئے ایک لائبریری کی بنیاد رکھ دی گئی ہے جس میں اردو کے علاوہ عربی اور دوسری زبانوں کی ضروری کتابیں جمع کی جا رہی ہیں۔

۴ - اردو اور انگریزی کے اخبارات و جرائد کے تراشوں سے بہت احتیاط اور توجہ کے ساتھ ایسا ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے جس سے کسی بھی موضوع پر کام کرنے والے مصنّفین اور محققین استفادہ کر سکتے ہیں۔

ان مساعی کو بہت وقیع قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن یہ بات اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ ملّتِ اسلامیہ جن مشکلات و مسائل سے دوچار ہے ان سے عہدہ برآ ہونے اور اتحاد و ترقی کی کوششوں کو آگے بڑھانے میں یہ حقیر مساعی ضرور معاون ثابت ہوں گی اور انشاء اللہ ان میں روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا۔